اردو

العروة الوثقى

في ضوء الكتاب والسنة

المفهوم، والفضائل، والمعنى، والمقتضى، والأركان والشروط، والنواقص، والنواقض

تأليف فضيلة الشيخ/ د. سعيد بن علي بن وهف القحطاني حفظه الله تعالى

کلمۂ طیبہ

مفہوم، فضائل، ارکان، شروط، تقاضے اور منافی امور

کتاب وسنت کی روشنی میں

اردو ترجمہ بقلم:

ابو عبد اللہ عنایت اللہ بن حفیظ اللہ سنابلی مدنی

مترجم سے رابطہ کے لئے:

Mobile: +91-9773026335 • Tel.: +91-22-25355252

E-Mail: inayatullahmadani@yahoo.com

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله وحده، والصلاة والسلام على من لا نبي بعده، أما بعد:

فإن الشيخ عنايت الله بن حفيظ الله هندي الجنسية معروف لدي منذ دهر طويل بسلامة المنهج والمعتقد، وقد كان داعية (رسمي) في مكتب الجاليات والدعوة والإرشاد بمدينة عنيزة بالمملكة العربية السعودية، ثم انتقل للدراسة في الجامعة الإسلامية كلية الحديث الشريف وتخرج بتقدير ممتاز، ولمعرفتي بسلامة منهجه أذنت له بترجمة أي كتاب من كتبي يرغب في ترجمته، وقد ترجم لي إلى الآن خمسة عشر كتابا، راجعنا منها أربعة عشر كتابا فوجدناها مترجمة ترجمة سليمة على منهج أهل السنة والجماعة.

وأوصي من يرى تزكيتي هذه أن يجعل الشيخ عنايت الله محل الثقة فإنه كذلك، سواء كان ذلك في الترجمة أو غيرها من الأعمال، لأمانته، وصدقه، وسلامة معتقده، هكذا أحسبه والله حسيبه ولا أزكي على الله أحدا. وصلى الله على نبينا محمد وعلى آله وأصحابه أجمعين.

قاله وكتبه الفقير إلى الله تعالى

د. سعيد بن علي بن وهف القحطاني

١٤٣١/٥/١١هـ

بسم الله الرحمن الرحيم

من سعيد بن علي بن وهف القحطاني إلى الأخ الشيخ عنايت الله بن حفيظ الله سلمه الله تعالى.

السلام عليكم ورحمة الله وبركاته أما بعد:

فأرجو إرسال كل كتاب تترجمونه من كتبي إلى موقع دار الإسلام بعد مراجعته، حتى ينشر في هذا الموقع المبارك، والله أسأل أن يجعل ذلك في موازين حسناتكم وجزاكم الله خيرا.

والسلام عليكم ورحمة الله وبركاته

أخوك ومحبك في الله

د. سعيد بن علي بن وهف القحطاني

١٤٣١/٥/١١هـ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مُقَدَّمَۃ

إن الحمد لله، نحمده، ونستعينه، ونستغفره، ونعوذ بالله من شرور أنفسنا، ومن سيئات أعمالنا، من يهده الله فلا مضل له ومن يضلل فلا هادي له، وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لاشريک له، وأشهد أن محمداً عبده ورسوله، صلى الله عليه وعلى آله وأصحابه ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين، وسلم تسليماً كثيراً، أما بعد :

یہ ''کلمۂ توحید'' یعنی مضبوط اور قابل اعتماد کڑا، کلمۂ طیبہ، کلمۂ تقویٰ، شہادتِ حق اور دعوتِ حق '' أشهد أن لا إلٰه إلا الله وأشهد أن محمداً عبده ورسوله'' کے سلسلہ میں ایک مختصر رسالہ ہے، جسے میں نے اپنی ذات اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کے لئے چاہے اس کے لئے جمع کیا ہے۔ میں اللہ سے دعا گو ہوں، جس کے سوا کوئی معبودِ حقیقی نہیں، وہ تنہا، اکیلا، بے نیاز ہے، جس نے نہ جنا اور نہ ہی جنا گیا اور نہ ہی اس کا کوئی ہمسر اور مقابل ہے، کہ وہ مجھے، آپ کو اور تمام مسلمان کو ان لوگوں میں

سے بنائے جو اس کلمہ کو صدق و اخلاص اور یقین کے ساتھ پڑھنے، اقرار کرنے نیز اس کے معنی ومفہوم اور تقاضوں پر کماحقہ عمل کرنے والے ہیں، بے شک وہ ہر چیز پر قادر اور قبولیت کے لائق وسزاوار ہے۔

میں نے اس رسالہ کو چار فصلوں میں تقسیم کیا ہے اور ہر فصل کے تحت حسب ذیل مباحث ہیں:

☆ **فصل اول**: شہادت ''لا إلہ إلا اللہ'' کی حقیقت۔

مبحث اول: ''لا إلہ إلا اللہ، محمد رسول اللہ'' کا مقام ومرتبہ۔

مبحث دوم: ''لا إلہ إلا اللہ'' کا معنیٰ ومفہوم۔

مبحث سوم: ''لا إلہ إلا اللہ'' کے ارکان۔

مبحث چہارم: ''لا إلہ إلا اللہ'' کی فضیلت۔

مبحث پنجم: ''لا إلہ إلا اللہ'' توحید کی تمام قسموں کو شامل ہے۔

مبحث ششم: ''لا إلہ إلا اللہ'' تمام رسولوں کی دعوت تھی۔

مبحث ہفتم: ''لا إلہ إلا اللہ'' کی شرطیں۔

☆ **فصل دوم**: شہادت ''محمد رسول اللہ'' کی حقیقت۔

مبحث اول: ''محمد رسول اللہ'' کا معنیٰ ومفہوم اور اس کے تقاضے۔

مبحث دوم: نبی کریم ﷺ کی معرفت کا وجوب۔

مبحث سوم: نبی کریم ﷺ کی صداقت کے دلائل وبراہین۔

مبحث چہارم: امت پر نبی کریم ﷺ کے حقوق۔

مبحث پنجم: نبی کریم ﷺ کی رسالت کا عموم...۔

مبحث ششم: نبی کریم ﷺ کی ذات کے سلسلہ میں غلو اور مبالغہ کی حرمت۔

☆ **فصل سوم**: کلمۂ شہادت کے نواقض ونواقص (منافی امور)۔

مبحث اول: شریعت کی خلاف ورزیوں کی قسمیں۔

مبحث دوم: خطرناک اور بکثرت سرزد ہونے والے نواقض۔

مبحث سوم: بعض نواقض کی وضاحت اور نفاق وبدعت کی قسمیں۔

مبحث چہارم: کلمۂ شہادت کو توڑنے والے بنیادی امور۔

☆ **فصل چہارم**: مشرکین کو کلمۂ توحید کی دعوت۔

مبحث اول: اللہ کی الوہیت پر عقلی دلائل۔

مبحث دوم: اللہ کے علاوہ تمام معبودان باطلہ کی عاجزی اور کمزوری۔

مبحث سوم: توحید وشرک کی وضاحت کے لئے قرآنی مثالیں۔

مبحث چہارم: کمال مطلق اللہ واحد ہی کے لئے ہے۔

مبحث پنجم: مثبت ومنفی شفاعت کا بیان۔

مبحث ششم: دنیا کی تمام نعمتیں اللہ ہی نے اپنے بندوں کو عطا کی ہیں۔

میں نے اس رسالہ میں اہل سنت وجماعت کا منہج اپنایا ہے، میں اللہ عزوجل سے دعا گو ہوں کہ وہ اسے مبارک، اپنی ذات کے لئے خالص اور اس کے مولف، قاری اور طابع وناشر کو نعمت بھری جنتوں سے قریب کرنے والا بنائے، اور اس سے مجھے میری زندگی میں اور مرنے کے بعد نفع پہنچائے اور جس شخص تک بھی یہ کتاب پہنچے اس کے لئے نفع بخش بنائے، وہ سب سے بہتر ذات ہے جس سے مانگا جائے اور انتہائی کریم ہے جس سے امید وابستہ کی جائے، وہی ہمارے لئے کافی اور بہترین کارساز ہے اور تمام تعریفیں اللہ دونوں جہاں کے رب کے لئے لائق وزیبا ہیں۔

وصلى الله وسلم على نبينا محمد وعلى آله وأصحابه، ومن تبعهم باحسان إلى يوم الدين.

سعید بن علی بن وہف القحطانی
بروز ہفتہ مطابق ۱۷/۱۰/۱۴۱۵ھ۔

فصل اول:

شہادت ''لا إلہ إلا اللہ'' کی حقیقت

مبحث اول: کلمہ ''لا إلہ إلا اللہ'' کا مقام ومرتبہ

''لا إلہ إلا اللہ'' ایک ایسا کلمہ ہے جس کے دم سے زمین وآسمان قائم ہیں اور اسی کے لئے پوری کائنات کی تخلیق ہوئی ہے، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿**وما خلقت الجن والإنس إلا ليعبدون**﴾[1]۔

میں نے جن وانس کو محض اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔

اسی کے لئے دنیا وآخرت کی پیدائش ہوئی ہے، اسی کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول بھیجے ہیں، اپنی کتابیں اتاری ہیں اور اپنے احکامات نازل فرمائے ہیں، ارشاد ہے:

﴿**وما أرسلنا من قبلك من رسول إلا نوحي إليه أنه لا إله**

(۱) سورۃ الذاریات: ۵٦۔

إلا أنا فاعبدون﴾[1]۔

اور ہم نے آپ سے پہلے جو بھی رسول بھیجا اس کی طرف وحی کی کہ میرے سوا کوئی حقیقی معبود نہیں لہٰذا میری ہی عبادت کرو۔

اسی کے لئے میزان قائم کئے گئے، دیوان وصحیفے بنائے گئے، جنت وجہنم کا داخلہ پیش آیا، اسی کے سبب مخلوق الٰہی مومنین وکفار اور نیکوکار وبدکار دو قسموں میں تقسیم ہوئی، اور اسی پر بدبختی ونیک بختی موقوف ہے کیونکہ وہی تخلیق، حکم و تصرف اور ثواب وعذاب کا منشا ومقصود ہے، اسی کی بنیاد پر نامۂ اعمال دائیں یا بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا، میزان عدل بھاری یا ہلکا ہوگا، اسی سے جہنم سے نجات ملے گی ورنہ نار جہنم ہی ہمیشہ ہمیش کا مقدر بن جائے گا، کلمۂ ''لا إلٰہ إلا اللہ'' ہی وہ حق ہے جس کے لئے مخلوقات کا وجود ہوا، اسی کے بارے میں اللہ نے بندوں سے عہد وپیمان لیا، اسی کلمہ اور اس کے حقوق کے سلسلہ میں قیامت کے دن باز پرس اور حساب وکتاب ہوگا، اسی بنیاد پر ثواب وعذاب ملے گا، اسی کے لئے قبلہ متعین کیا گیا، اسی پر ملت کی بنیاد رکھی گئی اور وہی تمام بندوں پر اللہ کا حق ہے، نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

(۱) سورۃ الانبیاء: ۲۵۔

"..وحق الله على العباد أن يعبدوه ولا يشركوا به شيئاً"[1]۔

اور بندوں پر اللہ کا حق یہ ہے کہ وہ اللہ کی عبادت کریں، اس کے ساتھ کچھ بھی شریک نہ کریں۔

یہ اللہ کے مومن بندوں پر اللہ کی سب سے عظیم نعمت ہے، کیونکہ اللہ نے انہیں اس کی توفیق دی ہے اور اس کی رہنمائی کی ہے، چنانچہ ''لا إلٰہ إلا اللہ'' اسلام کا کلمہ اور سلامتی کی منزل 'جنت' کی کنجی ہے، اسی سے جان و مال کی حفاظت ہوتی ہے، اسی کے لئے میدان جہاد میں تلواریں بے نیام کی گئیں، ارشاد نبوی ہے:

"أمرت أن أقاتل الناس حتىٰ يشهدوا أن لا إله إلا الله وأن محمداً رسول الله، ويقيموا الصلاة، ويؤتوا الزكاة، فإذا فعلوا ذلك عصموا مني دماءهم وأموالهم إلا بحق الإسلام وحسابهم على الله" [2]۔

مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے لڑتا رہوں یہاں تک کہ وہ اس

(۱) صحیح بخاری مع فتح الباری ۱۳/ ۳۴۷ وصحیح مسلم ۱/ ۵۸ حدیث (۳۰)۔

(۲) صحیح بخاری مع فتح الباری ۱/ ۷۵ وصحیح مسلم ۱/ ۵۳ حدیث (۲۲) بروایت ابن عمر رضی اللہ عنہما۔

بات کی شہادت دیدیں کہ اللہ کے سوا کوئی حقیقی معبود نہیں اور محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں، اور نماز قائم کریں، اور زکاۃ دیں، جب وہ ایسا کرلیں تو انھوں نے مجھ سے اپنی جان و مال کو بچا لیا، سوائے اسلام کے حق کے، اور ان کا حساب اللہ تعالیٰ پر ہے۔

یہی وہ کلمہ ہے جس کی طرف سب سے پہلے دعوت دینا واجب ہے، رسول گرامی ﷺ نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجتے ہوئے فرمایا:

"إنك تقدم على قومٍ أهل كتاب فليكن أول ما تدعوهم إليه عبادة الله" وفي رواية: "فادعهم إلى شهادة أن لا إله إلا الله وأني رسول الله .." [1]۔

تمہارا قوم اہل کتاب (یہود ونصاریٰ) کے پاس بھی آنا ہوگا، چنانچہ تم انہیں سب سے پہلے اللہ کی عبادت کی طرف بلانا۔

اور ایک دوسری روایت میں ہے:

تم انہیں اس بات کی شہادت کی دعوت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں....۔

(۱) صحیح بخاری مع فتح الباری ۳/۳۲۲ وصحیح مسلم ۱/۵۰ حدیث (۱۹)۔

یہ کلمہ دین کی اساس وبنیاد‘ اس کا اصل الاصول‘ شجرۂ اسلام کی جڑ اور اس کے شیش محل کا ستون ہے، نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

"بني الإسلام على خمس: شهادة أن لا إله إلا الله وأن محمداً رسول الله ، و إقام الصلاة، و إيتاء الزكاة، وصوم رمضان، وحج البيت" [1]۔

اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے: اس کی بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں اور محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں‘ نماز قائم کرنا‘ زکاۃ دینا‘ ماہ رمضان کے روزے رکھنا اور خانۂ کعبہ کا حج کرنا۔

یہی ٹھوس اور مضبوط کڑا ہے۔ یہی کلمۂ حق اور کلمۂ تقویٰ ہے۔ یہی قول ثابت‘ کلمۂ طیبہ‘ عظیم ترین نیکی‘ شہادت حق‘ کلمۂ اخلاص‘ افضل ترین ذکر اور نبیوں کا افضل ترین ورد و وظیفہ ہے۔ یہی سب سے افضل عمل ہے جس کا اجر گردنوں کی آزادی کے برابر ہے اور جس کے کہنے والے کے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ یہی وہ عظیم کلمہ ہے جس کے بارے میں تمام اولین و آخرین سے سوال کیا جائے گا، اللہ کے سامنے کسی بندہ کے

(۱) صحیح بخاری مع فتح الباری ۱/۴۹ وصحیح مسلم ۱/۴۵ حدیث (۱۶)۔

قدم اس وقت تک نہ ٹل سکیں گے جب تک کہ اس سے دو سوال نہ کر لئے جائیں: تم کس چیز کی عبادت کرتے تھے؟ اور تم نے رسولوں کو کیا جواب دیا؟ پہلے سوال کا جواب علم و معرفت، اقرار اور عمل ہر طرح سے ''لا إلٰہ إلا اللہ'' کی حقیقی تعبیر بننا ہے اور دوسرے سوال کا جواب علم و معرفت، اقرار، تسلیم و انقیاد اور اطاعت ہر اعتبار سے ''محمد رسول اللہ'' کا عملی نمونہ پیش کرنا ہے [1]، کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، اللہ کی وحی کے امین، اس کے سب برگزیدہ بندے، اللہ اور اس کے بندوں درمیان سفیر و قاصد ہیں، جنہیں اللہ نے دین قیم اور صراط مستقیم دیکر مبعوث فرمایا ہے، اللہ نے آپ کو دونوں جہان کے لئے رحمت، متقیوں کا امام اور ساری مخلوق پر حجت و برہان بنا کر بھیجا ہے۔ اللہ نے آپ کے ذریعہ انسانیت کو سب سے سیدھی اور واضح ترین شاہراہ کی رہنمائی کی، آپ کے ذریعہ اندھی آنکھوں کو بینائی دی، بند دلوں کے دریچے کھولے، بند کانوں کو قوت سماعت سے نوازا، بندوں پر آپ کی اطاعت، نصرت و اعانت، توقیر و محبت اور آپ کے حقوق کی ادائیگی کو واجب قرار دیا،

(۱) دیکھئے: زاد المعاد، ۱/۳۴ ومعارج القبول بشرح سلم الوصول إلی علم الأصول فی التوحید از شیخ حافظ بن احمد الحکمی ۲/۴۱۰ تا ۴۱۳ وکلمۃ الاخلاص وتحقیق معناھا از حافظ ابن رجب حنبلی ص ۴۰ تا ۵۱۔

آپ کی اطاعت و اتباع کے بغیر اپنی جنت کے تمام راستے بند کر دیئے، آپ کے سینے کو کھول دیا، آپ کا ذکر بلند کیا، آپ کے گناہوں کو بخش دیا، آپ کے حکم کی مخالفت کرنے والے پر ذلت و خواری مسلط کر دی، چنانچہ جس قدر آپ کی اتباع ہوگی اسی قدر ہدایت، کامیابی اور نجات ملے گی۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے دنیا و آخرت کی سعادت کو آپ کی اتباع پر موقوف قرار دیا ہے اور آپ کی مخالفت کو دنیا و آخرت کی بدبختی کا پیش خیمہ بنا دیا ہے۔ اسی لئے آپ کے متبعین ہدایت و امن، فلاح و کامرانی، حمایت و نصرت، محبت و تائید اور دنیا و آخرت میں خوشحال و باسعادت زندگی سے سرفراز ہیں اور آپ کے مخالفین ذلت و رسوائی، بے امنی و گمراہی اور دنیا و آخرت میں بدبختی و حرماں نصیبی کی زندگی گزار رہے ہیں [1]۔

(۱) زاد المعاد از ابن قیم ۱/۳۴ تا ۳۶ قدرے تصرف کے ساتھ، نیز دیکھئے: الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ۱/۳۔

مبحث دوم: ''لا إلٰہ إلا اللہ'' کا معنیٰ ومفہوم

''لا إلٰہ إلا اللہ'' کے معنیٰ ہیں 'اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں'(۱) در حقیقت کلمۂ توحید کا معنیٰ یہی ہے کہ ''اللہ واحد کے علاوہ کوئی حقیقی معبود نہیں' اللہ واحد ہی تنہا سچا معبود ہے جس کا کوئی شریک نہیں، ارشاد باری ہے:

﴿شهد الله أنه لا إلٰه إلا هو والملائكة وأولوا العلم قائماً بالقسط لا إله إلا هو العزيز الحكيم﴾(۲)۔

اللہ تعالیٰ، فرشتے اور اہل علم اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور وہ عدل کو قائم رکھنے والا ہے' اس غالب حکمت والے کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔

نیز ارشاد ہے:

---

(۱) دیکھئے: تیسیر العزیز الحمید ص۷۳، وفتح المجید ص۴۷، ومعارج القبول ۲/۴۱۶، وتحفۃ الاخوان از ابن باز ص۲۳، والاصول الثلاثہ وحاشیتہا از ابن القاسم ص۵۰، والاصول الثلاثہ وحاشیتہا از ابن عثیمین، نیز دیکھئے: فتاویٰ ابن عثیمین ۶/۶۶۔

(۲) سورۃ آل عمران:۱۸۔

﴿وما أرسلنا من قبلك من رسول إلا نوحي إليه أنه لا إله إلا أنا فاعبدون﴾(۱)۔

اور ہم نے آپ سے پہلے جو بھی رسول بھیجا اس کی طرف وحی کی کہ میرے سوا کوئی حقیقی معبود نہیں لہٰذا میری ہی عبادت کرو۔

نیز ارشاد ہے:

﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُوْلاً أَنِ اعْبُدُوْا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوْا الطَّاغُوْتَ﴾(۲)۔

اور ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا (یہ حکم دے کر) کہ میری عبادت کرو، اور طاغوت (غیر اللہ) سے اجتناب کرو۔

نیز ارشاد ہے:

﴿وَاسْأَلْ مَنْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَا أَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ آلِهَةً يُعْبَدُوْنَ﴾(۳)۔

---

(۱) سورۃ الانبیاء:۲۵۔

(۲) سورۃ النحل:۳۶۔

(۳) سورۃ الزخرف:۴۵۔

اور آپ ہمارے ان رسولوں سے پوچھئے جنھیں ہم نے آپ سے پہلے بھیجا تھا کہ کیا ہم نے رحمٰن کے علاوہ اور معبود مقرر کئے تھے جن کی عبادت کی جائے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿ ذَلِکَ بِأَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَأَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ هو الْبَاطِلُ وَأَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ﴾(۱)۔

یہ سب اس لئے کہ اللہ ہی حق ہے، اور اس کے سوا جسے بھی یہ پکارتے ہیں وہ باطل ہے، اور بے شک اللہ ہی بلندی والا کبریائی والا ہے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ وَّمَا كَانَ مَعَهُ مِنْ إِلٰهٍ إِذاً لَّذَهَبَ كُلُّ إِلٰهٍ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ سُبْحَانَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ﴾(۲)۔

اللہ تعالیٰ نے کوئی بیٹا نہیں بنایا ہے، اور نہ اس کے ساتھ کوئی اور معبود

(۱) سورۃ الحج:۶۲۔

(۲) سورۃ المؤمنون:۹۱۔

ہے، ورنہ ہر معبود اپنی مخلوق کو لئے لئے پھرتا، اور ہر ایک دوسرے پر چڑھ دوڑتا، اللہ کی ذات پاک اور بے نیاز ہے ان تمام اوصاف سے جن سے یہ متصف کرتے ہیں۔

نیز ارشاد ہے:

﴿ أَمِ اتَّخَذُوْا آلِهَةً مِّنَ الْأَرْضِ هُمْ يُنْشِرُوْنَ لَوْ كَانَ فِيْهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا فَسُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴾(۱)۔

کیا ان لوگوں نے زمین سے جنھیں معبود بنا رکھا ہے وہ زندہ کرتے ہیں، اگر آسمان وزمین میں اللہ کے سوا اور بھی معبود ہوتے تو یہ دونوں درہم برہم ہو جاتے، پس اللہ تعالیٰ عرش کا رب ہر اس وصف سے پاک ہے جو یہ مشرکین بیان کرتے ہیں۔

نیز ارشاد ہے:

﴿وإلهكم إله واحد لا إله إلا هو الرحمن الرحيم﴾(۲)۔

(۱) سورۃ الانبیاء:۲۱،۲۲۔

(۲) سورۃ البقرۃ:۱۶۳۔

تمہارا حقیقی معبود ایک ہی ہے، اس رحمٰن ورحیم کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔

نیز ارشاد ہے:

﴿قل لو كان معه آلهة كما يقولون إذاً لابتغوا إلى ذي العرش سبيلاً، سبحانه وتعالى عما يقولون علواً كبيراً﴾[1]۔

کہہ دیجئے! کہ اگر اللہ کے ساتھ اور معبود بھی ہوتے جیسا کہ یہ لوگ کہتے ہیں تو ضرور وہ اب تک مالک عرش کی جانب راہ ڈھونڈ نکالتے۔ جو کچھ یہ کہتے ہیں اس سے وہ پاک اور بالاتر، اور بہت بلند ہے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿لقد كفر الذين قالوا إن الله ثالث ثلاثة وما من إله إلا إله واحد وإن لم ينتهوا عما يقولون ليمسن الذين كفروا منهم عذاب أليم﴾[2]۔

(۱) سورۃ الاسراء:۴۲،۴۳۔

(۲) سورۃ المائدۃ:۷۳۔

وہ لوگ بھی قطعاً کافر ہوگئے جنہوں نے کہا، اللہ تین میں کا تیسرا ہے، دراصل سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں۔ اگر یہ لوگ اپنے قول سے باز نہ رہے تو ان میں سے جو کفر پر رہیں گے، انہیں المناک عذاب ضرور پہنچے گا۔

نیز ارشاد ہے:

﴿ قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللّٰهَ وَلَانُشْرِكَ بِهِ شَيْئاً وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضاً أَرْبَاباً مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوْا اشْهَدُوْا بِأَنَّا مُسْلِمُوْنَ﴾[1]۔

آپ کہہ دیجئے کہ اے اہل کتاب (یہود ونصاریٰ)! اس انصاف والی بات کی طرف آؤ جو ہم میں تم میں برابر ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں، اور نہ اس کے ساتھ کسی کو شریک کریں، اور نہ اللہ کو چھوڑ کر ہم میں کا بعض بعض کو رب بنائے، اور اگر وہ منہ پھیر لیں تو تم کہہ دو کہ گواہ رہو ہم مسلمان ہیں۔

(۱) سورۃ آل عمران:۶۴۔

نیز ارشاد ہے:

﴿ولئن سألتهم من خلق السماوات والأرض ليقولن الله قل أفرأيتم ما تدعون من دون الله إن أرادني الله بضر هل هن كاشفات ضره أو أرادني برحمة هل هن ممسكات رحمته قل حسبي الله عليه يتوكل المتوكلون﴾[1]۔

اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمان وزمین کو کس نے پیدا کیا ہے؟ تو یقیناً وہ یہی جواب دیں گے کہ اللہ نے۔ آپ ان سے کہئے کہ اچھا یہ تو بتاؤ جنہیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو اگر اللہ تعالیٰ مجھے نقصان پہنچانا چاہے تو کیا یہ اس کے نقصان کو ہٹا سکتے ہیں؟ یا اللہ تعالیٰ مجھ پر مہربانی کا ارادہ کرے تو کیا یہ اس مہربانی کو روک سکتے ہیں؟ آپ کہہ دیں کہ اللہ مجھے کافی ہے، توکل کرنے والے اسی پر توکل کرتے ہیں۔

نیز ارشاد ہے:

﴿قل أرأيتم شركاء كم الذين تدعون من دون الله أروني ما ذا خلقوا من الأرض أم لهم شرك في السماوات أم

(۱) سورۃ الزمر:۳۸۔

آتيناهم كتاباً فهم على بينة منه بل إن يعد الظالمون بعضهم بعضاً إلا غروراً﴾[1]۔

آپ کہئے! کہ تم اپنے قرار داد شریکوں کا حال تو بتاؤ جن کی تم اللہ کے سوا پوجا کرتے ہو، یعنی مجھ کو یہ بتاؤ کہ انہوں نے زمین میں سے کون سا (جزو) بنایا ہے، یا ان کا آسمانوں میں کچھ ساجھا ہے، یا ہم نے ان کو کوئی کتاب دی ہے کہ یہ اس کی دلیل پر قائم ہوں، بلکہ یہ ظالم ایک دوسرے سے نرے دھوکے کی باتوں کا وعدہ کرتے آتے ہیں۔

نیز ارشاد ہے:

﴿قل أرأيتم ما تدعون من دون الله أروني ما ذا خلقوا من الأرض أم لهم شرك في السماوات ائتوني بكتاب من قبل هذا أو أثارة من علم إن كنتم صادقين﴾[2]۔

آپ کہہ دیجئے! بھلا دیکھو تو جنہیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو مجھے بھی تو دکھاؤ کہ انہوں نے زمین کا کون سا ٹکڑا بنایا ہے یا آسمانوں میں ان کا

(۱) سورۃ فاطر:۴۰۔

(۲) سورۃ الاحقاف:۴۔

کون سا حصہ ہے؟ اگر تم سچے ہو تو اس سے پہلے ہی کی کوئی کتاب یا کوئی علم جو نقل کیا جاتا ہو، میرے پاس لاؤ۔

نیز ارشاد ہے:

﴿قل من رب السماوات والأرض قل الله قل أفاتخذتم من دون الله أولياء لا يملكون لأنفسهم نفعاً ولا ضراً قل هل يستوي الأعمى والبصير أم هل تستوي الظلمات والنور أم جعلوا لله شركاء خلقوا كخلقه فتشابه الخلق عليهم قل الله خالق كل شيء وهو الواحد القهار﴾(۱)۔

آپ پوچھئے! کہ آسمانوں اور زمین کا پروردگار کون ہے؟ کہہ دیجئے! اللہ۔ کہہ دیجئے! کیا تم پھر بھی اس کے سوا اوروں کو حمایتی بنا رہے ہو جو خود اپنی جان کے بھی بھلے برے کا اختیار نہیں رکھتے۔ کہہ دیجئے کہ کیا اندھا اور بینا برابر ہو سکتا ہے؟ یا کیا اندھیریاں اور روشنی برابر ہو سکتی ہے۔ کیا جنہیں یہ اللہ کے شریک ٹھہرا رہے ہیں انہوں نے بھی اللہ کی طرح مخلوق پیدا کی ہے کہ ان کی نظر میں پیدائش مشتبہ ہو گئی ہو، کہہ

(۱) سورۃ الرعد: ۱۶۔

دیجئے کہ صرف اللہ ہی تمام چیزوں کا خالق ہے، وہ اکیلا ہے اور زبردست غالب ہے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿قل إنما أنا منذر وما من إله إلا الله الواحد القهار، رب السماوات والأرض وما بينهما العزيز الغفار﴾(۱)۔

کہہ دیجئے کہ میں تو صرف خبردار کرنے والا ہوں اور بجز اللہ واحد غالب کے اور کوئی لائق عبادت نہیں۔ جو پروردگار ہے آسمانوں کا اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے، وہ زبردست اور بڑا بخشنے والا ہے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿إن هذا لهو القصص الحق وما من إله إلا الله وإن الله لهو العزيز الحكيم﴾(۲)۔

یقیناً صرف یہی سچا بیان ہے اور کوئی معبود برحق نہیں بجز اللہ تعالیٰ کے

(۱) سورۃ ص: ۶۵، ۶۶۔

(۲) سورۃ آل عمران: ۶۲۔

اور بے شک غالب اور حکمت والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

مذکورہ آیات اور قرآن کریم کی دیگر بے شمار آیتوں سے اس بات کی وضاحت ہوتی ہے کہ اللہ واحد ہی حقیقی معبود ہے جس کا نہ تو کوئی شریک ہے اور نہ ہی اس کے سوا کوئی رب، لہٰذا واضح ہوا کہ ''الہ''(۱) کے معنیٰ معبود کے ہیں، اسی بنا پر قوم ہود نے کہا تھا:

﴿قالوا أجئتنا لنعبد الله وحده ونذر ما كان يعبد آباؤنا﴾(۲)۔

انہوں نے کہا: کیا تم ہمارے پاس اسی لئے آئے ہو کہ ہم اللہ واحد کی عبادت کریں اور اپنے آبا واجداد کے معبودوں کو چھوڑ دیں!

اور جب نبی کریم ﷺ نے کفار قریش سے کہا:

"یا أیها الناس قولوا لا إله إلا الله تفلحوا"(۳)۔

---

(۱) دیکھئے: تیسیر العزیز الحمید ص۷۳۔

(۲) سورۃ الاعراف: ۷۰۔

(۳) مسند احمد ۴/۳۴۱، ۳/۴۹۲، ابن حبان میں اس کی ایک شاہد ہے حدیث (۱۶۸۳) بحوالہ موارد، ومستدرک حاکم (دو سندوں سے) پہلی سند کے بارے میں فرمایا ہے: شیخین کی شرط پر صحیح ہے، تمام راوی ثقہ اور ثبت ہیں، ۱/۱۵۔

کہ اے لوگو! ''لا إلہ إلا اللہ'' کہہ دو کامیاب ہو جاؤ گے۔

تو انہوں نے تعجب سے کہا:

﴿أجعل الآلهة إلهاً واحداً إن هذا لشيء عجاب﴾(۱)۔

کیا اس نے تمام معبودوں کو ایک معبود بنا دیا؟ یہ تو بڑی تعجب خیز بات ہے۔

چونکہ وہ مختلف قسم کے بتوں، اولیاء، درختوں اور قبروں وغیرہ کی عبادت کرنے، ان کے لئے قربانی اور نذر و نیاز پیش کرنے نیز ان سے حاجت برابری اور مصائب سے نجات طلب کرنے کے عادی تھے، اس لئے انہوں نے اس کلمہ کو بہت زیادہ ناپسند کیا، کیونکہ یہ کلمہ اللہ کے سوا ان کے تمام معبودوں کو باطل قرار دیتا ہے(۲)۔

ارشاد باری ہے:

﴿إنهم كانوا إذا قيل لهم لا إله إلا الله يستكبرون، ويقولون أإنا لتاركو آلهتنا لشاعر مجنون﴾(۳)۔

---

(۱) سورۃ ص: ۵۔

(۲) دیکھئے: مجموعہ فتاویٰ ابن باز ۴/۵۔

(۳) سورۃ الصافات: ۳۵، ۳۶۔

یہ وہ لوگ ہیں کہ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں تو یہ سرکشی کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ کیا ہم اپنے معبودوں کو ایک دیوانے شاعر کی بات پر چھوڑ دیں؟

چنانچہ کلمہ ''لا إلٰہ إلا اللہ'' اس بات کا متقاضی ہے کہ اللہ کے سوا حقیقی معبود کوئی نہیں، اور اللہ کے علاوہ کی الوہیت سب سے بڑا باطل اور اسے ثابت کرنا سب سے بڑا ظلم ہے، لہٰذا جس طرح غیر اللہ کے لئے الوہیت صحیح اور درست نہیں اسی طرح اللہ کے سوا عبادت کا مستحق بھی کوئی نہیں۔ چنانچہ یہ کلمہ دو باتوں پر مشتمل ہے، ایک اللہ کے علاوہ سے الوہیت کی نفی اور دوسری صرف اللہ وحدہ لاشریک کے لئے الوہیت کا اثبات، جس کا لازمی تقاضہ یہ ہے کہ صرف اللہ واحد کو معبود سمجھنا امر واجب اور اس کے ساتھ کسی غیر کو معبود بنانا منع ہے... اللہ کی الوہیت میں محبت، خضوع اور اللہ وحدہ لاشریک کے لئے تسلیم وانقیاد کے ذریعہ دل سے صادر ہونے والی عبادت کی تمام قسمیں داخل ہیں[۱]؛ کیونکہ وہی وہ معبود برحق جس کے لئے محبت واحترام، رجوع وانابت، اکرام وتعظیم، ذلت وانکساری، خشوع وخضوع، خوف ورجاء اور اعتماد وتوکل کے ذریعہ

(۱) دیکھئے: تیسیر العزیز الحمید ص۷۳۔

دل عبادت کے لئے مچلتے ہیں[۱]۔ لہٰذا ضروری ہے کہ تمام عبادات، جیسے دعاء، خشیت، محبت، توکل، رجوع وانابت، توبہ، قربانی، نذر ونیاز، سجدہ، طواف، رغبت، خوف، خشوع، استعانت، فریاد، پناہ غرض عبادت کی تمام قسموں کو جو دراصل اللہ کے محبوب وپسندیدہ تمام ظاہری وباطنی اقوال وافعال کا ایک جامع نام ہے، اللہ تعالیٰ کے لئے خاص کر دیا جائے[۲]۔

اب چونکہ تمام عبادات کو صرف اللہ وحدہ لاشریک کے لئے انجام دینا واجب ہے، لہٰذا جس نے کسی بھی عبادت کو جو صرف اللہ کے لئے لائق وزیبا ہے، غیر اللہ کے لئے انجام دیا وہ مشرک ہے، گرچہ زبان سے ''لا إلٰہ إلا اللہ'' پڑھتا ہو؛ کیونکہ اس نے توحید واخلاص کے تقاضوں پر عمل نہ کیا[۳]۔

(۱) دیکھئے: فتح المجید ص۴۶۔
(۲) دیکھئے: الاصول الثلاثۃ از محمد بن عبد الوہاب وحاشیۃ الاصول الثلاثۃ از ابن القاسم ص۳۴۔
(۳) دیکھئے: تیسیر العزیز الحمید، ص۷۴۔

مبحث سوم: ''لا إلٰہ إلا اللہ'' کے ارکان

پہلا رکن: نفی: یعنی اللہ کے سوا تمام مخلوقات سے الوہیت کی نفی، خواہ کوئی بھی ہو۔

دوسرا رکن: اثبات: یعنی تمام مخلوقات کو چھوڑ کر صرف اللہ واحد کے لئے الوہیت کا اثبات، کیونکہ اللہ عزوجل ہی معبود حقیقی ہے، اس کے سوا تمام معبودان باطل ہیں[1]۔

ارشاد باری ہے:

﴿ذَلِکَ بِأَنَّ اللّٰہَ هُوَ الْحَقُّ وَأَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الْبَاطِلُ وَأَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ﴾[2]۔

یہ سب اس لئے کہ اللہ ہی حق ہے، اور اس کے سوا جسے بھی یہ پکارتے ہیں وہ باطل ہے، اور بے شک اللہ ہی بلندی والا کبریائی والا ہے۔

علماء کرام نے کلمۂ توحید ''لا إلٰہ إلا اللہ'' کی ترکیب اس طرح کی ہے:

(۱) دیکھئے: فتح المجید، ص ۷۴ وتیسیر العزیز الحمید، ص ۷۷ ومعنی لا إلٰہ إلا اللہ از علامہ صالح بن فوزان الفوزان، ص ۱۶۔

(۲) سورۃ لقمان: ۳۰۔

''لا'' نفی جنس کے لئے ہے، ''إلٰہ'' اس کا اسم ہے جو مبنی بر فتح ہے، اور اس کی خبر محذوف ہے، تقدیری عبارت ''حق'' ہے، یعنی کوئی حقیقی معبود نہیں ''إلا اللہ'' سوائے اللہ کے، یہ خبر مرفوع سے مستثنیٰ ہے[1]، چنانچہ ''لا إلٰہ إلا اللہ'' میں 'لا إلٰہ' سے اللہ کے علاوہ تمام معبودان کی نفی ہوتی ہے، لہٰذا وہ عبادت کے مستحق نہیں اور 'إلا اللہ'' سے اللہ واحد کے لئے عبادت کا اثبات ہوتا ہے، لہٰذا وہی سچا مستحق عبادت ہے۔ خلاصۂ کلام یہ کہ ''لا'' کی تقدیری خبر ''حق'' ہی کتاب و سنت کے نصوص میں ثابت ہے۔

جہاں تک رہی بات تقدیری خبر صرف ''موجود'' یا ''معبود'' ماننے کی، تو وہ غلط اور نادرست ہے۔ لیکن اگر ''لا'' کے اسم یعنی 'إلٰہ' کی صفت 'حق'' مانی جائے تو کوئی حرج نہیں اور تقدیری عبارت یوں ہوگی ''**لا إلٰہ حقاً موجود إلا اللہ**''، یعنی اللہ کے سوا کوئی حقیقی معبود موجود نہیں[2]؛ کیونکہ بتوں، آستانوں، مزاروں اور قبروں وغیرہ کی شکل میں بہت سے معبود موجود ہیں، لیکن حقیقی معبود

(۱) دیکھئے: معنی لا إلٰہ إلا اللہ، از شیخ صالح فوزان، ص ۱۶ و حاشیۃ ثلاثۃ الاصول، از علامہ ابن عثیمین (فتاویٰ کے ضمن میں) ۶/۶۶۔

(۲) دیکھئے: معارج القبول ۲/۴۱۶۔

اللہ واحد ہے، اس کے سوا تمام معبودان باطل ہیں اور ان کی عبادت بھی باطل ہے، اور ''لا إلٰہ إلا اللہ'' کے دونوں رکنوں کا یہی تقاضہ ہے[1]۔

مبحث چہارم: ''لا إلٰہ إلا اللہ'' کے فضائل

کلمۂ توحید کے بڑے عظیم فضائل ہیں جن کا شمار ممکن نہیں، جس نے صدق دل سے اس کلمہ کو پڑھا اور اس کے تقاضہ کے مطابق عمل کیا، یہ کلمہ دنیا وآخرت میں اس کی سعادت ونیک بختی کا باعث ہے۔ اور جس نے اسے جھوٹے طور پر پڑھا، دنیا میں تو اس کے جان ومال کی حفاظت ہوگی لیکن آخرت میں اس کا حساب اللہ عزوجل کے ذمہ ہے۔

کلمۂ توحید کے چند فضائل بطور مثال حسب ذیل ہیں:

(۱) معاذ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''من كان آخر كلامه لا إله إلا الله دخل الجنة''[2]۔

(۱) دیکھئے: معنیٰ لا إلٰہ إلا اللہ، از شیخ صالح فوزان، ص۱۶ وفتاویٰ ابن عثیمین ۶/۶۶۔

(۲) سنن ابوداود ۳/۱۹۰ حدیث (۳۱۱۶) ومستدرک حاکم، نیز اسے صحیح قرار دیا ہے اور امام ذہبی نے ان کی موافقت فرمائی ہے ۱/۳۵۱، اور شیخ البانی نے صحیح ابوداود (۲/۶۰۲) میں صحیح قرار دیا ہے۔

جس کا آخری کلام ''لا إلٰہ إلا اللہ'' ہوگا وہ جنت میں داخل ہوگا۔

(۲) انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب فجر طلوع ہوجاتی تھی تب حملہ کرتے تھے، اور آپ اذان سننے کا انتظار کرتے تھے، اگر اذان سنتے تو رک جاتے ورنہ حملہ کرتے، چنانچہ آپ نے ایک شخص کو کہتے ہوئے سنا: ''الله أكبر، الله أكبر'' فرمایا: ''على الفطرة'' فطرتِ اسلام پر ہے، پھر اس شخص نے کہا: أشهد أن لا إله إلا الله، أشهد أن لا إله إلا الله، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''خرجت من النار'' تو جہنم سے آزاد ہوگیا، لوگوں نے دیکھا تو وہ بکریوں کا چرواہا تھا[1]۔

(۳) ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مجھے وصیت کیجئے، آپ نے فرمایا: ''إذا عملت سيئة فأتبعها حسنة تمحها'' جب تم سے کوئی گناہ کا کام سرزد ہوجائے تو اس کے بعد کوئی نیکی کرلیا کرو جو اسے مٹادے، کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا ''لا إلٰہ إلا اللہ'' بھی نیکی ہے؟ آپ نے فرمایا: ''هي

(۱) صحیح مسلم ۱/۲۸۸۔

أفضل الحسنات'' یہ سب سے افضل نیکی ہے[1]۔

(۴) عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ نوح علیہ الصلاۃ والسلام نے اپنی وفات کے وقت اپنے بیٹے کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا:

"آمرك بلا إله إلا الله، فإن السماوات السبع والأرضين السبع لو وضعت في كفة، ووضعت لا إلـه إلا الله في كفة، رجحت بهن لاإلـه إلا الله، ولو أن السماوات السبع والأرضين السبع كن حلقة مبهمة قصمتهن لا إلٰه إلا الله"[2]۔

میں تمہیں ''لا إلٰہ إلا اللہ'' کا حکم دیتا ہے، کیونکہ اگر ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں کو ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے اور ''لا إلٰہ إلا اللہ''

(۱) مسند احمد، ۵/ ۱۶۹، اور بشیر محمد عیون نے کلمۃ الاخلاص از ابن رجب کی تحقیق میں کہا ہے کہ اس کی سند حسن ہے، ص ۴۲۔

(۲) مسند احمد ۲/ ۱۷۰ و ۲۲۵، علامہ احمد شاکر نے مسند احمد کی تحقیق میں اسے صحیح قرار دیا ہے، حدیث (۶۵۸۳) اور امام حاکم نے بھی صحیح قرار دیا ہے اور امام ذہبی نے ان کے موافقت فرمائی ہے، ۱/ ۴۸۔

کو دوسرے پلڑے میں، تو ''لا إلٰہ إلا اللہ'' کا پلڑا بھاری ہو جائے گا۔ اور اگر ساتوں آسمان اور ساتوں زمین مل کر ایک ٹھوس چھلا بن جائیں (یعنی سب ملکر ایک طبق ہو جائیں درمیان میں کوئی خلا نہ ہو) تو ''لا إلٰہ إلا اللہ'' انہیں بھی ریزہ ریزہ کر دے گا۔

(۵) ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"قال موسى عليه السلام يا رب علمني شيئاً أذكرك به وأدعوك به، قال: يا موسى قل: لا إله إلا الله، قال: يا رب كل عبادك يقول هذا! قال: قل لا إله إلا الله. قال: إنما أريد شيئاً تخصني به. قال: ياموسى لو أن السماوات السبع [وعامرهن غيري] والأرضين السبع في كفة ولا إله إلا الله في كفة مالت بهن لا إله إلا الله"[1]۔

موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: اے میرب مجھے کوئی چیز سکھا جس کے ذریعہ میں تیرا ذکر کروں اور تجھ سے دعا کروں، فرمایا: موسیٰ 'لا إلٰہ إلا

(۱) مستدرک حاکم، اور امام حاکم نے اسے صحیح قرار دیا ہے اور امام ذہبی نے ان کی موافقت فرمائی ہے ۱/ ۵۲۸، وصحیح ابن حبان، حدیث (۲۳۲۴) بحوالہ موارد، وشرح السنہ از بغوی ۵/ ۵۴، ۵۵۔

اللهٗ' کہا کرو، عرض کیا: اے میرے رب یہ تو تیرے تمام بندے کہا کرتے ہیں، اللہ نے فرمایا: 'لا إلٰہ إلا اللہ' کہا کرو، عرض کیا: میں اپنے لئے کوئی خاص ذکر چاہتا ہوں' فرمایا: اے موسیٰ! اگر ساتوں آسمانوں اور مجھے چھوڑ کر اُن کی تمام مخلوقات اور ساتوں زمینوں کو ترازو کے ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے اور 'لا إلٰہ إلا اللہ' کو دوسرے پلڑے میں تو 'لا إلٰہ إلا اللہ' کا پلڑا بھاری ہوجائے گا۔

(۶) عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے ایک لمبی حدیث میں مروی ہے: کہ قیامت کے دن ایک شخص کو بلایا جائے گا اور اس کے سامنے گناہوں کے ننانوے دفتر کھول کر رکھ دیئے جائیں گے، ہر دفتر تا حد نگاہ پھیلا ہوا ہوگا، وہ شخص اُن دفاتر میں لکھی ہوئی تمام باتوں کا معترف ہوگا، پھر ایک کارڈ (پرچہ) نکالا جائے گا جس میں "**أشهد أن لا إلٰه إلا الله وأشهد أن محمداً عبده ورسوله**" لکھا ہوگا، چنانچہ گناہوں کے ان دفاتر کو ایک پلڑے میں رکھا جائے گا اور اُس کارڈ کو دوسرے پلڑے میں، دفاتر کا پلڑا اوپر اٹھ جائے گا اور کارڈ ان سب پر بھاری ہوگا[۱]۔

(۱) جامع ترمذی ۲۴/۵ ومسند احمد ۲۱۳/۲، وصحیح ابن حبان بحوالہ موارد' حدیث (۲۵۲۴) ==

(۷) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"ما قال عبد لا إلٰه إلا الله قط مخلصاً إلا فتحت له أبواب السماء حتى تفضي إلى العرش ما اجتنب الكبائر"[۱]۔

جب بھی کوئی بندہ اخلاص کے ساتھ 'لا إلٰہ إلا اللہ' کہتا ہے اُس (کلمہ) کے لئے آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں یہاں تک کہ وہ عرش الٰہی تک جا پہنچتا ہے' بشرطیکہ بندہ کبیرہ گناہوں سے اجتناب کرتا رہے۔

(۸) جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"إن من أفضل الدعاء الحمد لله، وأفضل الذكر لا إلٰه إلا الله"[۲]۔

== ومستدرک حاکم، اورانہوں نے صحیح قرار دیا ہے اور امام ذہبی نے ان کی موافقت فرمائی ہے، ۶/۱ وسنن ابن ماجہ حدیث (۴۳۰۰)۔

(۱) ترمذی' حدیث (۳۸۴۲) اور شیخ البانی نے صحیح ترمذی (۲۸۳۹/۱۸۴/۳) میں صحیح قرار دیا ہے۔

(۲) ترمذی' ۴۶۲/۵ وابن ماجہ ۴۹۱۲/۲، ومستدرک حاکم اور انہوں نے صحیح قرار دیا ہے اور امام ذہبی نے ان کی موافقت فرمائی ہے' ۵۰۳/۱، نیز دیکھئے: صحیح الجامع ۳۶۲/۱۔

افضل ترین دعا 'الحمدللہ' اور افضل ترین ذکر 'لا إلٰہ إلا اللہ' ہے۔

(۹) نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا: جس نے یہ دعا پڑھی:

"لا إلـه إلا الـله والله أكبر، لا إله إلا الله وحده، لا إله إلا الله وحـده لاشـريك له، لا إله إلا الله له الملك وله الحمد، لا إله إلا الله ولا حول ولا قوة إلا بالله" من قال في مرضه ثم مات لم تطعمه النار"[1]۔

اللہ کے سوا کوئی حقیقی معبود نہیں اور اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ واحد کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں، اللہ وحدہ لاشریک کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، اللہ کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں، اسی کی بادشاہت اور اسی کے لئے تمام تعریفیں ہیں، اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، اور نہ ہی اللہ کے بغیر کوئی قوت اور تصرف واختیار۔

جس نے مرض الموت میں یہ دعا پڑھی اور پھر وفات پا گیا' جہنم کی آگ

(۱) جامع ترمذی، وابن ماجہ وصحیح ابن حبان بحوالہ موارد حدیث (۲۳۲۵) اور شیخ البانی نے اسے صحیح ترمذی (۱۵۲/۳) اور صحیح ابن ماجہ (۳۱۷/۲) میں صحیح قرار دیا ہے۔

اسے نہیں کھائے گی۔

(۱۰) عمرو بن شعیب سے روایت ہے، وہ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"خيـر الـدعـاء دعاء يوم عرفة، وخير ما قلت أنا والنبيون من قبلي: لا إله إلا الله وحده لا شريك له، له الملك، وله الحمد، وهو على كل شيء قدير"[1]۔

سب سے بہتر دعاء عرفہ کے دن کی دعاء ہے، اور سب سے بہتر بات جو میں نے اور مجھ سے پہلے انبیاء نے کہی یہ ہے:

"لا إلـه إلا الـلـه وحـده لا شـريك له، له الملك، وله الحمد، وهو على كل شيء قدير".

اللہ کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں، وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کی بادشاہت ہے اور اسی کے لئے تمام تعریفیں ہیں اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

(۱) جامع ترمذی، اور شیخ البانی نے اسے صحیح ترمذی (۱۸۴/۳) اور سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ (۶/۴) میں حسن قرار دیا ہے۔

(۱۱) عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص بازار میں داخل ہوا اور یہ دعا پڑھی:

"لا إلـه إلا الـلـه وحـده لا شـريك له، له الملك، وله الحمد، يـحيي ويميت وهو حي لا يموت، بيده الخير وهو على كل شيء قدير".

اللہ کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں، وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کی بادشاہت ہے اور اسی کے لئے تعریفیں ہیں، وہ زندہ کرتا اور مارتا ہے، وہ خود زندہ ہے اسے کبھی موت آنے والی نہیں، اسی کے ہاتھ میں تمام بھلائیاں ہیں اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اللہ تعالیٰ اس کے لئے دس لاکھ نیکیاں لکھے گا، اس کے دس لاکھ گناہ مٹائے گا اور دس لاکھ درجات بلند فرمائے گا[1]۔

(۱۲) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے دن بھر میں سو مرتبہ یہ دعا پڑھی:

(۱) جامع ترمذی، وابن ماجہ، ومستدرک حاکم ۱/ ۵۳۸ اور شیخ البانی نے اسے صحیح ترمذی (۳/۱۵۲) اور صحیح ابن ماجہ (۳/۱۵۲) میں حسن قرار دیا ہے۔

"لا إلـه إلا الـلـه وحـده لا شـريك له، له الملك، وله الحمد، وهو على كل شيء قدير".

اللہ کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں، وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کی بادشاہت ہے اور اسی کے لئے تمام تعریفیں ہیں اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اسے دس غلاموں کے آزاد کرنے کا ثواب ملے گا، سو نیکیاں لکھی جائیں گی، سو گناہ معاف ہوں گے، اور اس دن کی شام تک شیطان سے اس کی حفاظت ہوگی، اور اس سے افضل عمل کسی اور کا نہ ہوگا، سوائے اس کے جو اس سے زیادہ عمل کرے[1]۔

(۱۳) ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: جس نے دس مرتبہ یہ دعا پڑھی:

"لا إلـه إلا الـلـه وحـده لا شـريك له، له الملك، وله الحمد، وهو على كل شيء قدير".

اللہ کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں، وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اسی

(۱) صحیح بخاری ۴/ ۹۵ و صحیح مسلم ۴/ ۲۰۷۱۔

کی بادشاہت ہے اور اسی کے لئے تمام تعریفیں ہیں اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اسے اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے چار غلاموں کے ازاد کرنے کا ثواب ملے گا[1]۔

(۱۴) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: جس نے صبح کے وقت دس مرتبہ یہ دعا پڑھی:

”لا إلـه إلا الـلـه وحـده لا شـريك له، له الملك، وله الحمد، وهو على كل شيء قدير“.

اللہ کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں، وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کی بادشاہت ہے اور اسی کے لئے تمام تعریفیں ہیں اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اللہ تعالیٰ اس کے نامۂ اعمال میں سونیکیاں لکھے گا، سو گناہ معاف فرمائے گا اور اسے ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب ملے گا، اور اس کے سبب اس دن کی شام تک اس کی حفاظت ہوگی، اور جو شام کے وقت اس دعاء کو پڑھے گا اسے

(۱) صحیح بخاری ۷/ ۱۶۷، وصحیح مسلم (الفاظ اسی کے ہیں) ۴/ ۲۰۷۱۔

بھی یہ تمام فضیلتیں حاصل ہوں گی[1]۔

(۱۵) عمارہ بن شبیب سے مروی ہے کہ ایک انصاری شخص نے ان سے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص مغرب یا فجر کے بعد دس مرتبہ یہ دعا پڑھتا ہے:

”لا إلـه إلا الـلـه وحـده لا شـريك له، له الملك، وله الحمد، يحيي ويميت، وهو على كل شيء قدير“.

اللہ کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں، وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کی بادشاہت ہے اور اسی کے لئے تعریفیں ہیں، وہ زندہ کرتا اور موت دیتا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اللہ تعالیٰ اس کے لئے نگراں محافظین کو بھیجتا ہے جو شام سے صبح تک اور صبح سے شام تک شیطان سے اس کی حفاظت کرتے ہیں، اور اس کے نامۂ اعمال میں دس نیکیاں لکھتا ہے، دس مہلک گناہوں کو مٹا تا ہے اور اسے دس مومن

(۱) مسند احمد بتحقیق علامہ احمد شاکر، ۱۶/ ۲۹۳ حدیث (۸۷۰۴) اس کی سند کو شیخ ابن باز نے تحفۃ الاخیار میں حسن قرار دیا ہے، ص ۴۴۔

غلاموں کے آزاد کرنے کا ثواب ملتا ہے[1]۔

(۱۶) انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جوشخص صبح یا شام کے وقت (ایک مرتبہ) یہ دعا پڑھتا ہے:

"اللهم إني أصبحت أشهدك وأشهد حملة عرشك، وملائكتك، وجميع خلقك، أنك أنت الله لا إله إلا أنت وحدك لا شريك لك، وأن محمداً عبدك ورسولك".

اے اللہ میں صبح سویرے تجھے' تیرے عرش کے اٹھانے والے فرشتوں' عام فرشتوں اور تیری ساری مخلوق کو اس بات پر گواہ بناتا ہوں کہ بلاشبہ تو ہی اللہ ہے' تیرے سوا کوئی حقیقی معبود نہیں' تو تنہا ہے' تیرا کوئی شریک نہیں' اور یقیناً محمد ﷺ تیرے بندے اور رسول ہیں۔

اللہ تعالیٰ اس کے ایک چوتھائی حصہ کو جہنم سے آزاد کردیتا ہے' جو اسے دو

(۱) اسے امام نسائی نے عمل الیوم واللیلہ میں روایت کیا ہے' حدیث (۵۷۷و۵۷۸) مذکورہ الفاظ دونوں روایتوں کے ہیں' اور اس کی سند صحیح ہے' صحابی کے معلوم نہ ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا، دیکھئے: صحیح کتاب الاذکار' از امام نووی ۱/۲۵۳ حدیث (۱۸۲/۲۴۴) وعمل الیوم واللیلہ بتحقیق ڈاکٹر فاروق حمادہ' ص ۳۸۵۔

مرتبہ پڑھتا ہے' اللہ اس کے آدھے حصہ کو جہنم سے آزاد کردیتا ہے' جو اسے تین مرتبہ پڑھتا ہے' اللہ اس کے تین چوتھائی حصہ کو جہنم سے آزاد کردیتا ہے اور اگر اسے چار مرتبہ پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے مکمل طور پر جہنم سے آزاد کردیتا ہے[1]۔

اللہ کا بے پایاں فضل واحسان ہے کہ اس نے اپنے بندوں کو خیر وفضیلت سے محروم نہیں کیا ہے، چنانچہ نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے کہ جو اس دعا کو صبح ایک مرتبہ پڑھ لے اسے درج ذیل فضیلت حاصل ہوگی:

(۱۷) ابوعیاش رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے صبح کے وقت یہ دعا پڑھی:

"لا إله إلا الله وحده لا شريك له، له الملك، وله الحمد، وهو على كل شيء قدير".

اللہ کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں، وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اسی

(۱) سنن ابوداود ۴/۳۱۷، والادب المفرد از امام بخاری' حدیث (۱۲۰۱) وعمل الیوم واللیلہ از امام نسائی ص ۷۰ حدیث (۹) البتہ اس میں "أعتقه الله ذلك اليوم من النار" کے الفاظ ہیں' یعنی اللہ اسے اس دن جہنم سے آزاد کردے گا، ابن السنی نے بھی روایت کیا ہے، ص ۷۰۔ ابوداود اور نسائی کی سند کو شیخ ابن باز نے تحفۃ الاخیار میں حسن قرار دیا ہے' ص ۲۳۔

کی بادشاہت ہے اور اسی کے لئے تمام تعریفیں ہیں اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اسے اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب ملے گا، دس نیکیاں لکھی جائیں گی، دس گناہ معاف ہوں گے، دس درجات بلند ہوں گے اور شام تک وہ شیطان کے شر سے محفوظ ہوگا اور جو شام کے وقت اس دعاء کو پڑھے گا اسے بھی صبح تک یہ تمام فضیلتیں حاصل ہوں گی[1]۔

(۱۸) عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

"مامنكم من أحد يتوضأ فيبلغ أو يسبغ الوضوء ثم يقول: أشهد أن لا إله إلا الله وأن محمداً عبده و رسوله، إلا فتحت له أبواب الجنة الثمانية يدخل من أيها شاء"[2]۔

تم میں جو بھی شخص خوب اچھی طرح وضوء کر کے یہ دعا پڑھتا ہے:

(۱) سنن ابو داود ۴/۳۱۹، و ابن ماجہ، و مسند احمد ۴/۶۰، اور شیخ البانی نے اسے صحیح الترغیب والترہیب (۱/۲۷۰)، صحیح ابوداود (۳/۹۵۷) اور صحیح ابن ماجہ (۲/۳۳۱) میں صحیح قرار دیا ہے۔

(۲) صحیح مسلم ۱/۲۱۰۔

" أشهد أن لا إله إلا الله وأن محمداً عبده و رسوله".

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، اور محمد اس کے بندے اور رسول ہیں۔

اسکے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، جس سے چاہے داخل ہو جائے۔

(۱۹) عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"إذا قال المؤذن: الله أكبر الله أكبر، فقال أحدكم: الله أكبر الله أكبر، ثم قال: أشهد أن لا إله إلا الله، قال: أشهد أن لا إله إلا الله، ثم قال: أشهد أن محمداً رسول الله، قال: أشهد أن محمداً رسول الله، ثم قال: حي على الصلاة، قال: لا حول ولا قوة إلا بالله، ثم قال: حي على الفلاح، قال: لا حول ولا قوة إلا بالله، ثم قال: الله أكبر الله أكبر، قال: الله أكبر الله أكبر، ثم قال: لا إله إلا الله، قال: لا إله إلا الله من قلبه دخل الجنة"[1]۔

(۱) صحیح مسلم ۱/۲۸۹۔

جب موذن کہے 'الله أكبر الله أكبر' اور تم میں سے کوئی شخص اس کے جواب میں کہے 'الله أكبر الله أكبر' پھر جب موذن کہے 'أشهد أن لا إله إلا الله' تو کہے 'أشهد أن لا إله إلا الله' پھر جب کہے 'أشهد أن محمداً رسول الله' تو کہے 'أشهد أن محمداً رسول الله' پھر جب کہے 'حي على الصلاة' تو کہے 'لا حول ولا قوة إلا بالله' پھر جب کہے 'حي على الفلاح' تو کہے 'لا حول ولا قوة إلا بالله' پھر جب کہے 'الله أكبر الله أكبر' تو کہے 'الله أكبر الله أكبر' پھر جب کہے 'لا إله إلا الله' تو وہ کہے 'لا إله إلا الله' اپنے دل کے یقین سے، تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔

(۲۰) عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"...فإن الله حرم على النار من قال: لا إله إلا الله ، يبتغي بذلك وجه الله"(۱)۔

بیشک اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو جہنم کی آگ پر حرام کر دیا ہے جو کہے

(۱) صحیح بخاری مع فتح الباری ۱/ ۵۱۹ و صحیح مسلم ۱/ ۴۵۵۔

"لا الہ الا اللہ" اور وہ اس سے اللہ کی رضا کا خواہاں ہو۔

(۲۱) سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اذان سن کر یہ کہا:

"وأنا أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأن محمداً عبده ورسوله. رضيت بالله رباً، وبمحمد رسولاً، وبالإسلام ديناً".

میں بھی شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں، وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اور محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ میں اللہ کو رب مان کر، محمد ﷺ کو رسول مان کر اور اسلام کو دین مان کر راضی اور خوش ہو گیا۔

اس کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے (۱)۔

(۲۲) عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو کہتے ہوئے سنا:

"اللهم إني أسألك بأني أشهد أنك أنت الله لا إله إلا أنت،

(۱) صحیح مسلم ۱/ ۲۹۰۔

الأحد الصمد الذي لم يلد ولم يولد ولم يكن له كفواً أحد".

اے اللہ! میں تجھ سے اپنی اس شہادت کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں کہ تو ہی اللہ ہے تیرے سوا کوئی معبود برحق نہیں، تو تنہا بے نیاز ہے، جس سے نہ تو کوئی پیدا ہوا ہے اور نہ ہی وہ کسی سے پیدا ہوا ہے، اور نہ ہی کوئی اس کا ہمسر اور مقابل ہے۔

راوی کہتے ہیں کہ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"والذي نفسي بيده لقد سأل الله باسمه الأعظم الذي إذا دعي به أجاب، وإذا سئل به أعطى"[1]۔

اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، حقیقت میں اس شخص نے اللہ سے اس کے عظیم ترین نام کے وسیلہ سے سوال کیا ہے کہ جب اس کے واسطہ سے اللہ سے دعاء کی جاتی ہے تو وہ قبول کر لیتا ہے اور جب اس کے واسطہ سے مانگا جاتا ہے تو عطا فرماتا ہے۔

(۱) سنن ابوداود ۲/ ۷۹ وترمذی (الفاظ اسی کے ہیں) ۵/ ۵۱۵ وابن ماجہ ۲/ ۱۲۶۷، ومسند احمد ۵/ ۳۶۰، نیز دیکھئے: صحیح ترمذی ۳/ ۱۶۳۔

(۲۳) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"الإيمان بضع [1] وسبعون، أو بضع وستون شعبة، فأفضلها قول لا إله إلا الله، وأدناها إماطة الأذى عن الطريق، والحياء شعبة من الإيمان"[2]۔

ایمان کی ستر سے زیادہ یا ساٹھ سے زیادہ شاخیں (خصلتیں) ہیں، ان میں سب سے افضل "لا الہ الا اللہ" کہنا ہے اور سب سے کمتر درجہ راستے سے تکلیف دہ چیز کا ہٹانا ہے، اور حیا بھی ایمان کی ایک شاخ ہے۔

(۲۴) ابوذر رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

"ما من عبد قال: لا إله إلا الله، ثم مات على ذلك إلا دخل الجنة"[3]۔

(۱) "بضع" کا لفظ عربی زبان میں تین سے نو تک کے عدد کے لئے بولا جاتا ہے، فتح الباری ۱/ ۵۱۔
(۲) صحیح بخاری مع فتح الباری ۱/ ۵۱ وصحیح مسلم (الفاظ اسی کے ہیں) ۱/ ۶۳۔
(۳) صحیح بخاری مع فتح الباری ۳/ ۱۱۰ وصحیح مسلم (الفاظ اسی کے ہیں) ۱/ ۹۵۔

جس بندے نے ''لا إلٰہ إلا اللہ'' کہا، پھر اسی پر اس کی موت ہوگئی، وہ جنت میں داخل ہوگا۔

(۲۵) عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"من شهد أن لا إلـه إلا الله وحده لا شريك له، وأن محمداً عبده ورسوله، وأن عيسىٰ عبد الله ورسوله وكلمته ألقاها إلى مريم وروح منه، وأن الجنة حق، وأن النار حق، أدخله الله الجنة على ما كان من العمل" وفي رواية: أدخله الله الجنة من أي أبواب الجنة الثمانية شاء"[1]۔

جس نے اس بات کی گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی حقیقی معبود نہیں، وہ تنہا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اور یہ کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں، اور عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے، اس کے رسول اور اس کا کلمہ ہیں جسے اللہ نے مریم علیہا السلام کی طرف ڈالا تھا، اور اس کی طرف سے روح ہیں، اور جنت حق ہے، جہنم حق ہے، تو اللہ تعالیٰ اسے

(۱) صحیح بخاری مع فتح الباری ۶/۴۷۴ وصحیح مسلم ۱/۵۷۔

جنت میں داخل فرمائے گا خواہ جیسا بھی عمل ہو۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ: اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل فرمائے گا، وہ جنت کے آٹھوں دروازوں میں سے جس سے چاہے داخل ہوجائے۔

(۲۶) اسامہ رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو ''لا إلٰہ إلا اللہ'' کہنے بعد قتل کردیا، رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: "يا أسامة، قتلته بعد أن قال لا إلـه إلا الله؟" اسامہ کیا تم نے اس شخص کو 'لا إلٰہ إلا اللہ' کہنے کے باوجود قتل کردیا!! انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! اس شخص نے ہتھیار کے خوف سے لا إلٰہ إلا اللہ کہا تھا۔ فرمایا: "أفلا شققت عن قلبه حتى تعلم أقالها أم لا؟" تم نے اس کے دل کو پھاڑ کر دیکھا کیوں نہیں، تاکہ تمہیں معلوم ہوتا کہ اس نے حقیقت میں ''لا إلٰہ إلا اللہ'' کہا ہے یا نہیں!

ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا: "كيف تصنع بلا إلٰه إلا الله إذا جاء ت يوم القيامة؟" قیامت کے روز جب لا إلٰہ إلا اللہ آئے گا تو تم کیا کروگے (کیا جواب دوگے)؟ اسامہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول: میرے لئے اللہ سے استغفار کیجئے، فرمایا: "كيف تصنع بلا إلٰه إلا الله إذا جاء ت يوم القيامة؟" قیامت کے روز جب لا إلٰہ إلا اللہ آئے گا تو تم کیا

کرو گے؟ اللہ کے رسول صرف یہی بات دہراتے رہے کہ: "کیف تصنع بلا إلـه إلا الـلـه إذا جاء ت يوم القيامة؟" قیامت کے روز جب لا إلٰہ إلا اللہ آئے گا تو تم کیا کرو گے؟ اسامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ اسی بات کو دہراتے رہے یہاں تک کہ میری تمنا ہوئی کہ کاش میں آج ہی مسلمان ہوا ہوتا(۱)۔

ان کے علاوہ دیگر بکثرت احادیث ہیں٬ جن میں سے مذکورہ احادیث کے علاوہ چھ احادیث میں نے زیرنظر کتاب میں 'لا إلٰہ إلا اللہ' کی شرطوں کے ضمن میں ذکر کیا ہے(۲)۔

ان احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ لا إلٰہ إلا اللہ کہنے والا جنت میں داخل ہوگا٬ لیکن اس کے ارکان وشروط کو پورا کرنا٬ اس کے تقاضوں کے مطابق عمل کرنا اوراس کے نواقض (منافی امور) سے دور رہنا ضروری ہے۔

---

(۱) صحیح مسلم ۱/ ۹۷، نیز دیکھئے: الحکمۃ فی الدعوۃ إلی اللہ، از مولف ص ۷۳۔

(۲) عثمان کی حدیث پہلی شرط کے تحت٬ ابو ہریرہ کی حدیث دوسری شرط کے تحت٬ معاذ کی حدیث پانچویں شرط کے تحت٬ ابو ہریرہ کی حدیث چھٹی شرط کے تحت اور ابو مالک کی حدیث آٹھویں شرط کے تحت مذکور ہے، رضی اللہ عنہم جمیعاً۔

چنانچہ جو شخص اس کلمہ کو زبان سے ادا کرے اور ساتھ ہی ساتھ ظلم کی تینوں قسموں یعنی شرک کا ظلم٬ بندوں پر ظلم اور شرک کے علاوہ دیگر معاصی کے ذریعہ اپنی ذات پر ظلم سے محفوظ رہے تو اسے مکمل امن وسکون اور ہدایت حاصل ہوگی اور اللہ کے فضل وکرم سے بلاحساب وکتاب جنت میں داخل ہوگا۔ اور جو اس کلمہ کو اپنی زبان سے ادا کرے اور گناہوں کے ذریعہ٬ جن سے توبہ نہ کی ہو٬ اس میں نقص اور خلل پیدا کرے٬ تو اب اگر وہ گناہ صغیرہ ہوں گے تو کبیرہ گناہوں سے اجتناب کے سبب معاف ہوجائیں گے٬ جیسا کہ ارشاد باری ہے:

﴿إن تـجـتـنبـوا كبـائر ما تنهون عنه نكفر عنكم سيئاتكم وندخلكم مدخلاً كريماً﴾(۱)۔

اگر تم ان بڑے گناہوں سے بچتے رہو گے جن سے تم کو منع کیا جاتا ہے تو ہم تمہارے چھوٹے گناہ معاف کردیں گے اور عزت وبزرگی کی جگہ داخل کریں گے۔

اور اگر گناہ کبیرہ ہوں گے تو وہ شخص اللہ کی مشیت تلے ہوگا٬ اگر چاہے تو اسے یوں ہی بخش دے اور چاہے تو اسے پہلے عذاب دے پھر جنت میں

---

(۱) سورۃ النساء: ۳۱۔

داخل کرے(۱)۔

اِن احادیث کے بارے میں سب سے عمدہ بات وہ ہے جو شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ اور دیگر اہل علم نے کہی ہے کہ:

''یہ حدیثیں اس شخص کے بارے میں ہیں جو لا اِلٰہ اِلا اللہ کا اقرار کرے اور اسی حالت میں اس کی موت واقع ہو' جیسا کہ بعض روایات میں اس کی قید آئی ہے، اور کلمہ کا اقرار اس نے اخلاص وللٰہیت' دل کے یقین' کسی قسم کے شک کے بغیر نہایت صداقت اور سچائی کے ساتھ کیا ہو' کیونکہ توحید کی حقیقت یہ ہے کہ روح مکمل طور پر اللہ کی طرف مائل ہو جائے، لہٰذا جس نے دل کے اخلاص کے ساتھ 'لا اِلٰہ اِلا اللہ' کی گواہی وہ جنت میں داخل ہوگا اس لئے کہ اخلاص دل کے مکمل طور پر اللہ کی طرف سمٹ جانے کا نام ہے' بایں طور کہ وہ تمام گناہوں سے اللہ کی جانب خالص توبہ کرے اور جب اسی حالت میں اس کی وفات ہوگی تو یقیناً وہ جنت سے سرفراز ہوگا، کیونکہ درج ذیل امور کے سلسلہ میں متواتر حدیثیں وارد ہوئی ہیں:

۱. اس شخص کو جہنم سے نکالا جائے گا جس نے 'لا اِلٰہ اِلا اللہ' کہا ہوگا اور

(۱) دیکھئے: تیسیر العزیز الحمید' ص۷۰،۷۱۔

اس کے دل میں جَو کے برابر یا رائی کے برابر یا ذرہ کے برابر بھی نیکی ہوگی۔

۲. 'لا اِلٰہ اِلا اللہ' کہنے والے بہت سے لوگ جہنم میں داخل ہوں گے اور پھر انہیں اس سے نکالا جائے گا۔

۳. اللہ عزوجل نے جہنم پر حرام قرار دیا ہے کہ وہ اولاد آدم کے سجدہ کی جگہوں (نشانات) کو کھائے' کیونکہ یہ لوگ نمازیں پڑھتے تھے اور سجدہ کیا کرتے تھے۔

۴. وہ شخص جہنم پر حرام کر دیا جائے گا' جس نے 'لا اِلٰہ اِلا اللہ' کہا ہوگا یا 'لا اِلٰہ اِلا اللہ' محمد رسول اللہ' کی گواہی دی ہوگی؛ لیکن یہ تمام باتیں نہایت کڑی اور سخت شرطوں کے ساتھ مقید ہیں' حالانکہ کلمۂ لا اِلٰہ اِلا اللہ پڑھنے والوں کی اکثریت اخلاص ویقین سے بے بہرہ ہوتی ہے' اور جسے اخلاص ویقین کا پتہ نہ ہو اس کے بارے میں اس بات کا اندیشہ ہے کہ موت کے وقت وہ آزمائش میں مبتلا ہو جائے اور اس کے اور کلمہ کے درمیان دیوار حائل کر دی جائے، اسی طرح لوگوں کی اکثریت اس کلمہ کو محض تقلید کرتے ہوئے یا دیکھا دیکھی پڑھتی ہے' ایمان ان کے رگ وریشہ میں رچا بسا نہیں ہوتا، یاد رہے کہ اکثر لوگ جو موت کے وقت یا قبروں میں فتنہ وآزمائش سے دوچار ہوتے ہیں' وہ اسی قسم

کے لوگ ہوتے ہیں٬ جیسا کہ حدیث میں ارشاد ہے:

"سمعت الناس يقولون شيئاً فقلته"۔

میں نے لوگوں کو کچھ کہتے ہوئے سنا تو میں نے بھی کہہ دیا۔

ان لوگوں کے اکثر اعمال اپنے ہی جیسوں کی تقلید اور پیروی میں ہوا کرتے ہیں٬ اللہ تعالیٰ کا درج ذیل فرمان سب سے زیادہ انہی لوگوں پر صادق آتا ہے:

﴿إنا وجدنا آباءنا على أمة وإنا على آثارهم مقتدون﴾(۱)۔

ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک مذہب پر پایا اور ہم انہی کے نقش قدم کی پیروی کر رہے ہیں۔

ایسی صورت میں اس سلسلہ کی احادیث میں کوئی تعارض نہیں رہ جاتا٬ کیونکہ جب بندہ اس کلمہ کو اخلاص اور مکمل یقین کے ساتھ کہے گا تو کسی گناہ پر سرے سے مصر ہی نہ رہ جائے گا کیونکہ اس کا کامل اخلاص و یقین اسے اس بات پر آمادہ کرے گا کہ اللہ عزوجل اس کے نزدیک دنیا کی ہر چیز سے زیادہ محبوب ہو٬ اور جب ایسا ہوگا تو اس کے دل میں اللہ کے حرام کردہ امر کی خواہش

---

(۱) سورۃ الزخرف:۲۳۔

اور اس کے حکم سے کراہت کا کوئی گوشہ باقی ہی نہ رہ جائے گا٬ اور یہی چیز اسے جہنم پر حرام قرار دے گی٬ گرچہ پہلے اس سے گناہ سرزد ہوئے ہوں٬ لیکن موجودہ صورتحال میں اس کی توبہ٬ اخلاص٬ اللہ سے محبت اور یقین کامل کے سبب اس کے ایک ایک گناہ ایسے ہی مٹ جائیں گے جیسے دن کی روشنی سے رات کی تاریکی ختم ہو جاتی ہے(۱)۔

اس تفصیل سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوگئی کہ 'لا إله إلا الله' کے تمام شروط٬ ارکان اور تقاضوں کو پورا کرنا نیز اس کلمہ کو ضائع کرنے یا اس میں خلل پیدا کرنے والے تمام چھوٹے بڑے گناہوں سے اجتناب کرنا ضروری ہے۔ اسی لئے وہب بن منبہ رحمہ اللہ نے ایک شخص کے سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا: سوال "کیا 'لا إله إلا الله' جنت کی کنجی نہیں ہے؟ فرمایا: کیوں نہیں٬ بے شک ہے لیکن ہر کنجی میں دندانے ہوا کرتے ہیں٬ اب اگر تم ایسی کنجی لاؤ گے جس میں دندانے ہوں تو وہ کنجی تمہارے لئے دروازہ کھولے گی ورنہ نہیں"(۲)۔

---

(۱) دیکھئے: تیسیر العزیز الحمید٬ ص۸۷٬۸۸ قدرے تصرف کے ساتھ۔

(۲) دیکھئے: کلمۃ الاخلاص از ابن رجب٬ ص۱۱۔

مبحث پنجم:

”لا إلہ إلا اللہ“ توحید کی تمام قسموں کو شامل ہے

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی تمام مخلوقات پر الوہیت اور عبودیت کا حقدار ہے، چنانچہ صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی کے لئے ساری عبادتیں کرنا اور پورے دین کو اللہ کے لئے خالص کر دینا ہی توحید الوہیت ہے، اور یہی کلمۂ ”لا الہ الا اللہ“ کا معنیٰ ومفہوم ہے، اور یہ توحید کی تمام قسموں [1] کو شامل اور مستلزم ہے، کیونکہ توحید کی دو قسمیں ہیں:

۱- توحید خبری علمی اعتقادی۔

یہ توحید معرفت اور اثبات ہے، اور یہی توحید ربوبیت اور توحید اسماء وصفات بھی ہے، یہ ذات باری تعالیٰ، اس کی صفات، اس کے افعال، اس کے اسماء، اس کے اپنی مشیت کے مطابق اپنے بندوں سے اپنی کتابوں کے ذریعہ کلام کرنے کی حقیقت کے اثبات کا نام ہے، اور اس کی قضاء وقدر اور اس کی

(۱) دیکھئے: تیسیر العزیز الحمید ص: ۴۷، والقول السدید از سعدی، ص: ۱۷، وبیان حقیقۃ التوحید از شیخ صالح الفوزان، ص: ۲۰۔

حکمت کے عموم کو ثابت کرنے اور اس کی ذات کو ان تمام عیوب ونقائص سے مبرا ومنزہ کرنے کا نام ہے جو اس کے شایان شان نہیں۔

۲- توحید طلبی قصدی ارادی۔

یہ طلب اور قصد کی توحید ہے، اسی کا نام توحید الوہیت یا عبادت ہے [1]۔

تفصیلی طور پر توحید کی مندرجہ ذیل تین قسمیں ہو جاتی ہیں:

پہلی قسم: توحید ربوبیت:

توحید ربوبیت اس بات کے پختہ اعتقاد کا نام ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی رب ہے جو تنہا تخلیق، بادشاہت، روزی اور تدبیر کائنات کا مالک ہے جس نے اپنی تمام مخلوقات کی پرورش نعمتوں سے کی ہے، اور اپنی مخلوق کے چیدہ وبرگزیدہ افراد یعنی انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام اور ان کے سچے پیروکاروں کی پرورش صحیح عقائد، اچھے اخلاق، نفع بخش علوم اور اعمال صالحہ کے ذریعہ کی ہے، اور دلوں اور ثمر آور روحوں کی یہ نفع بخش تربیت دنیا وآخرت کی سعادت ونیک بختی کے لئے ہے۔

دوسری قسم: توحید اسماء وصفات:

توحید اسماء وصفات اس بات کے پختہ اعتقاد کا نام ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی ہر

(۱) دیکھئے: معارج القبول، ۱/ ۹۸، وفتح المجید ص ۱۷۔

پہلو سے کمال مطلق کے وصف سے متصف ہے، بایں طور کہ اللہ تعالیٰ نے جن اسماء وصفات کو اپنے لئے ثابت کیا ہے یا جنھیں اللہ کے رسول ﷺ نے اللہ کے لئے ثابت کیا ہے انھیں ان کے معانی اور ان سے متعلق کتاب وسنت میں وارد احکام سمیت اللہ تعالیٰ کے جلال وعظمت کے شایان شان اس طرح ثابت کیا جائے کہ نہ کسی صفت کی نفی لازم آئے، نہ اس کا معنیٰ معطل ہو، نہ اس میں تحریف کی جائے، نہ مخلوق کی صفت سے تشبیہ دی جائے، اور نہ ہی اس کی کیفیت بیان کی جائے، اور ان تمام نقائص وعیوب کی اللہ کی ذات سے نفی کی جائے جن کی اللہ نے اپنی ذات سے یا اللہ کے رسول ﷺ نے اللہ کی ذات سے نفی کی ہو، اور ہر اس چیز کی اللہ کی ذات سے نفی کی جائے جو اللہ کے کمال کے منافی ہو۔

توحید ربوبیت اور توحید اسماء وصفات کی وضاحت اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں کی ہے، جیسے سورۂ حدید کے ابتداء میں، سورۂ طٰہ میں، سورۂ حشر کے اخیر میں، سورۂ آل عمران کے اخیر میں اور مکمل سورۂ اخلاص میں اور ان کے علاوہ دیگر جگہوں پر[1]۔

(۱) دیکھئے: فتح المجید، ص ۱۷ والقول السدید فی مقاصد التوحید از عبد الرحمٰن السعدی، ص:۱۴ تا ۱۷، ومعارج القبول ۱/۹۹۔

تیسری قسم: توحید الوہیت:

توحید الوہیت کو توحید عبادت بھی کہا جاتا ہے، توحید عبادت علم، عمل اور اعتراف کے ساتھ اس بات کے پختہ عقیدہ کا نام ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی تمام مخلوقات پر الوہیت اور عبادت کا حقدار ہے، اور تمام عبادتوں کا تنہا مستحق اللہ تعالیٰ کو سمجھنا، نیز اللہ تعالیٰ کے لئے پورے دین کو خالص کر دینا، توحید الوہیت توحید ربوبیت اور توحید اسماء وصفات دونوں کو شامل ومستلزم ہے، کیونکہ الوہیت ہی وہ صفت ہے جو تمام اوصاف کمال اور اوصاف ربوبیت وعظمت کو عام ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ ہی معبود حقیقی اور لائق پرستش ہے، اس لئے کہ وہی جلال وعظمت کی خوبیوں کا مالک ہے، اور اس لئے بھی کہ اسی نے اپنی مخلوقات پر ہر طرح کے انعامات ونوازشات نچھاور کئے ہیں۔

چنانچہ اوصاف کمال میں اللہ تعالیٰ کی وحدت اور صفت ربوبیت میں اس کی انفرادیت سے لازم آتا ہے کہ اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہ ہو۔

توحید الوہیت ہی شروع سے اخیر تک تمام رسولوں کی دعوت کا مقصود اصیل تھا، اور توحید کی اس قسم کا بیان سورۂ ﴿قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ﴾ میں اور درج ذیل فرمان باری تعالیٰ میں ہوا ہے:

﴿ قُلْ يَـا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللّٰهَ وَلَانُشْرِكَ بِهِ شَيْئاً وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضاً أَرْبَـابـاً مِّـنْ دُوْنِ اللّٰـهِ فَـإِنْ تَـوَلَّوْا فَقُوْلُوْا اشْهَدُوْا بِـأَنَّـا مُسْلِمُوْنَ ﴾[1]۔

آپ کہہ دیجئے کہ اے اہل کتاب (یہود ونصاریٰ)! اس انصاف والی بات کی طرف آؤ جو ہم میں تم میں برابر ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں، اور نہ اس کے ساتھ کسی کو شریک کریں، اور نہ اللہ کو چھوڑ کر ہم میں کا بعض بعض کو رب بنائے، اور اگر وہ منہ پھیر لیں تو تم کہہ دو کہ گواہ رہو ہم مسلمان ہیں۔

اسی طرح سورۂ سجدہ کے شروع واخیر میں، سورۂ غافر کے شروع، درمیان اور اخیر میں، سورۂ اعراف کے شروع اور اخیر میں اور قرآن کریم کی اکثر سورتوں میں توحید الوہیت کا بیان ہوا ہے۔

قرآن کریم کی ہر سورت میں توحید کی قسموں کا بیان ہوا ہے، قرآن کریم از اول تا آخر توحید کی قسموں ہی کے بیان پر مشتمل ہے؛ کیونکہ قرآن کریم یا تو

(۱) سورۃ آل عمران: ۶۴۔

اللہ تبارک وتعالیٰ، اس کے اسماء وصفات، اس کے افعال اور اس کے اقوال کی خبر دیتا ہے، اور یہی توحید علمی خبری اعتقادی یعنی ''توحید ربوبیت اور توحید اسماء وصفات'' ہے، اور یا تو اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کرنے اور دیگر معبودان باطلہ سے رشتہ توڑنے کی دعوت دیتا ہے اور یہی توحید ارادی طلبی یعنی ''توحید الوہیت'' ہے، اور یا تو قرآن کریم امر ونہی اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے وجوب کے بیان پر مشتمل ہے، اور یہ ساری چیزیں توحید کے حقوق اور تتمہ میں شامل ہیں، اور یا تو قرآن کریم اہل توحید کے اعزاز واکرام اور انھیں دنیا میں عطا ہونے والی نصرت وتائید اور آخرت میں عطا ہونے والی عزت افزائی کی خبر دیتا ہے، اور یہ توحید کا ثمرہ ہے، اور یا تو قرآن کریم اہل شرک اور انھیں دنیا میں دی جانے والی سزاؤں اور آخرت میں ہونے والے عذاب کی خبر دیتا ہے، اور یہ توحید کے حکم سے خارج ہونے والے کا انجام ہے، الغرض قرآن کریم مکمل طور پر توحید، اس کے حقوق وثمرات اور شرک اور اہل شرک اور ان کے انجام کے بیان پر مشتمل ہے[1]۔

(۱) دیکھئے: فتح المجید، ص ۱۷، ۱۸ اوالقول السدید فی مقاصد التوحید از عبد الرحمٰن السعدی، ص: ۱۶، ومعارج القبول ۱/ ۹۸۔

مبحث ششم: ''لا إلٰہ إلا اللہ'' تمام رسولوں کی دعوت تھی

ہر مشرک کو یہ بات بتادینا ضروری ہے کہ تمام انبیاء کرام نے اپنی قوموں کو صرف اور صرف اللہ واحد کی عبادت کی دعوت دی ہے، اور تمام امتوں پر حجت قائم ہوچکی ہے، ہر امت میں اللہ تعالیٰ نے رسول بھیجے ہیں اور تمام انبیاء و رسل اپنی قوموں کو اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کی دعوت دیتے رہے ہیں[۱]؛ ارشاد باری ہے:

﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُوْلاً أَنِ اعْبُدُوْا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوْا الطَّاغُوْتَ، فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللَّهُ وَمِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلَالَةُ فسيروا في الأرض فانظروا كيف كان عاقبة المكذبين﴾[۲]۔

اور ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا (یہ حکم دے کر) کہ میری

(۱) دیکھئے: درء تعارض العقل والنقل از علامہ ابن تیمیہ ۹/۳۴۴، وتفسیر ابن کثیر ۲/۵۶۷، وتفسیر سعدی ۴/۲۰۲، وأضواء البیان از علامہ شنقیطی ۳/۲۶۸۔

(۲) سورۃ النحل: ۳۶۔

عبادت کرو اور طاغوت سے اجتناب کرو، تو ان میں سے کچھ لوگوں کو اللہ نے ہدایت دی اور کچھ لوگوں پر گمراہی ثابت ہوگئی، ذرا زمین میں سیر کرکے دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا انجام کیسا رہا۔

نیز ارشاد ہے:

﴿وما أرسلنا من قبلك من رسول إلا نوحي إليه أنه لا إله إلا أنا فاعبدون﴾[۱]۔

اور ہم نے آپ سے پہلے جو بھی رسول بھیجا اس کی طرف وحی کی کہ میرے سوا کوئی حقیقی معبود نہیں لہٰذا میری ہی عبادت کرو۔

نیز ارشاد ہے:

﴿وَاسْأَلْ مَنْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَا أَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ آلِهَةً يُعْبَدُوْنَ﴾[۲]۔

اور آپ ہمارے ان رسولوں سے پوچھئے جنھیں ہم نے آپ سے پہلے بھیجا تھا کہ کیا ہم نے رحمٰن کے علاوہ اور معبود مقرر کئے تھے جن کی

(۱) سورۃ الانبیاء: ۲۵۔

(۲) سورۃ الزخرف: ۴۵۔

عبادت کی جائے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان آیات میں عمومی طور پر اس بات کی وضاحت فرمائی ہے کہ تمام رسولوں نے ’لا إلٰہ إلا اللہ‘ اور اللہ کے سوا تمام معبودوں سے کنارہ کش ہو جانے کی دعوت دی ہے[1] اور قرآن کریم میں دوسری جگہوں پر اس بات کو تفصیلی طور پر بیان فرمایا ہے، جیسا کہ ارشاد ہے:

﴿لقد أرسلنا نوحاً إلى قومه فقال يا قوم اعبدوا الله ما لكم من إلٰه غيره﴾[2]۔

ہم نے نوح علیہ السلام کو اپنی قوم کی طرف بھیجا، انہوں نے فرمایا: اے لوگو اللہ کی عبادت کرو، اللہ کے سوا تمہارا کوئی معبود حقیقی نہیں۔

نیز ارشاد ہے:

﴿وإلى عاد أخاهم هوداً قال يا قوم اعبدوا الله ما لكم من إلٰه غيره﴾[3]۔

---

(۱) دیکھئے: اضواء البیان فی ایضاح القرآن بالقرآن ۳/۲۶۸۔

(۲) سورۃ الاعراف: ۵۹۔

(۳) سورۃ الاعراف: ۶۵۔

اور قوم عاد کی طرف ان کے بھائی ہود علیہ السلام کو بھیجا، انہوں نے فرمایا: اے میری قوم کے لوگو اللہ کی عبادت کرو، اللہ کے سوا تمہارا کوئی معبود حقیقی نہیں۔

نیز ارشاد ہے:

﴿وإلى ثمود أخاهم صالحاً قال يا قوم اعبدوا الله ما لكم من إلٰه غيره﴾[1]۔

اور قوم ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح علیہ السلام کو بھیجا، انہوں نے فرمایا: اے میری قوم کے لوگو اللہ کی عبادت کرو، اللہ کے سوا تمہارا کوئی معبود حقیقی نہیں۔

نیز ارشاد ہے:

﴿وإلى مدين أخاهم شعيباً قال يا قوم اعبدوا الله ما لكم من إلٰه غيره﴾[2]۔

اور قوم مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب علیہ السلام کو بھیجا، انہوں

---

(۱) سورۃ الاعراف: ۷۳۔

(۲) سورۃ الاعراف: ۸۵۔

نے فرمایا: اے میری قوم کے لوگو اللہ کی عبادت کرو، اللہ کے سوا تمہارا کوئی معبود حقیقی نہیں۔

نیز ارشاد ہے:

﴿وقال المسيح يا بني إسرائيل اعبدوا الله ربي وربكم إِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ، وَمَا لِلظَّالِمِيْنَ مِنْ أَنْصَارٍ﴾(۱)۔

اور مسیح علیہ السلام نے فرمایا اے قوم بنی اسرائیل اللہ کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا سب کا رب ہے، بے شک جو اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے اس پر اللہ نے جنت حرام کردی ہے اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے، اور ظالموں کے لئے کوئی مددگار نہیں ہوگا۔

یہ اللہ کی طرف سے ہر اس شخص کے لئے کھلا پیغام ہے جو بابصیرت دل والا ہو یا واقعی کان لگائے اور وہ حاضر ہو۔

(۱) سورۃ المائدۃ:۷۲۔

مبحث ہفتم: "لا الٰہ الا اللہ" کی شرطیں

کلمۂ توحید اپنے پڑھنے والے کے لئے اسی وقت نفع بخش ہوسکتا ہے جب اس کے شروط کے مطابق عمل کیا جائے، یوں تو منافقین بھی اس کلمہ کو پڑھتے تھے لیکن اس کے باوجود وہ جہنم کی سب سے نچلی تہ میں ہوں گے، کیونکہ وہ اس کلمہ پر ایمان نہ لائے اور نہ ہی اس کی شرطوں کے مطابق عمل کیا۔ اسی طرح یہودی بھی یہ کلمہ پڑھتے تھے لیکن اس پر ایمان نہ ہونے کے سبب وہ سب سے بڑے کافر ٹھہرے، اسی طرح اِس امت کے قبر پرست اور ولیوں کے پجاری حضرات بھی اپنی زبان سے یہ کلمہ پڑھتے ہیں لیکن اپنے اقوال، افعال اور عقیدہ سے اس کی مخالفت کرتے ہیں، اس لئے یہ کلمہ انہیں کچھ بھی فائدہ نہیں پہنچا سکتا اور نہ ہی محض زبانی طور پر اس کے پڑھنے سے وہ مسلمان کہلا سکتے ہیں؛ کیونکہ اپنے اقوال، افعال اور عقائد کے ذریعہ وہ اسے توڑ دیتے ہیں، اسی لئے بعض علماء نے کلمۂ 'لا الٰہ الا اللہ' کی سات شرطیں ذکر فرمائی ہیں(۱) اور کسی نے نظم میں انہیں اس طرح بیان کیا ہے:

(۱) دیکھئے: فتح المجید ص۹۱۔

العــــلم واليــقين والقــبول والانقــياد فادر ما أقـــول

والصدق والإخلاص والمحبة وفقـــك الله لما أحـبه(۱)

جو میں کہہ رہا ہوں اسے خوب جان لو: علم، یقین، قبولیت، تابعداری، صدق، اخلاص اور محبت، اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی مرضیات کی توفیق عطا فرمائے۔

بعض اہل علم نے ایک آٹھویں شرط کا اضافہ کیا ہے:

علم، يقين، وإخلاص، وصدقك مع محبـــة وانقياد والقبول لها

وزيد ثامنها الكفران منـك بما سوى الإله من الأنداد قد أُلها(۲)

علم، یقین، اخلاص، صدق، محبت، تابعداری اور قبولیت، مزید آٹھویں شرط یہ کہ تم اللہ کے سوا دیگر معبودان باطلہ کا کفر وانکار کرو۔

ان دونوں شعروں میں 'لا إلٰہ إلا اللہ' کی تمام شرطیں اکٹھا کر دی گئی ہیں۔

پہلی شرط: علم جو جہالت کی ضد ہے۔

پچھلی گفتگو میں یہ بات گزر چکی ہے کہ 'لا إلٰہ إلا اللہ' کا معنیٰ یہ ہے کہ اللہ

---

(۱) معارج القبول، از حافظ حکمی ۲/ ۴۱۸۔

(۲) تحفۃ الاخوان باجوبۃ مہمۃ تتعلق بارکان الاسلام، از شیخ ابن باز ص ۲۴، والشھادتان، از علامہ عبداللہ الجبرین ص ۷۷۔

کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، لہٰذا اللہ کے سوا جن معبودوں کی لوگ عبادت کرتے ہیں وہ سب باطل ہیں، ارشاد ہے:

﴿فاعلم أنه لا إلٰه إلا الله﴾(۱)۔

آپ جان لیجئے کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

"من مات وهو يعلم أنه لا إلٰه إلا الله دخل الجنة"(۲)۔

جو شخص یہ جانتے ہوئے مرا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں، وہ جنت میں داخل ہوگا۔

دوسری شرط: یقین جو شک کی ضد ہے۔

'لا إلٰہ إلا اللہ' پڑھنے والے کے حق میں ضروری ہے کہ اسے اس بات پر کامل یقین ہو کہ اللہ تعالیٰ ہی معبود برحق ہے، کیونکہ ایمان کے لئے علم یقین ضروری ہے، ظن وتخمین یا توقف وتردد کی کوئی گنجائش نہیں، چہ جائیکہ اس میں شک پایا جائے، ارشاد باری ہے:

---

(۱) سورۃ محمد: ۱۹۔

(۲) صحیح مسلم بروایت عثمان رضی اللہ عنہ ۱/ ۵۵۔

﴿إنـمـا المؤمنون الذين آمنوا بالله ورسوله ثم لم يرتابوا وجـاهـدوا بـأموالهم وأنفسهم في سبيل الله أولئک هم الصادقون﴾(۱)۔

مومن تو وہ ہیں جو اللہ پر اور اس کے رسول پر پکا ایمان لائیں پھر شک و شبہ نہ کریں اور اپنے مالوں سے اور اپنی جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کرتے رہیں (اپنے دعوائے ایمان میں) یہی لوگ سچے اور راست گو ہیں۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

".. أشهد أن لا إله إلا الله وأني رسول الله، لا يلقى الله بهما عبد غير شاك فيهما إلا دخل الجنة"(۲)۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور میں (محمد ﷺ) اللہ کے رسول ہیں، جو بندہ ان دو شہادتوں کے ساتھ اللہ سے ملاقات کرے گا بشرطیکہ اس میں شک کرنے والا نہ ہو، وہ جنت میں

(۱) سورۃ الحجرات: ۱۵۔
(۲) صحیح مسلم بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ۱/ ۵۶۔

داخل ہوگا۔

اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک لمبی حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"..اذهب بنعلي هاتين فمن لقيت من وراء هذا الحائط يشهد أن لا إله إلا الله مستيقناً بها قلبه فبشره بالجنة.."(۱)۔

میرے ان دونوں جوتوں کو لے جاؤ اور اس باغ کے پیچھے جس سے تمہاری ملاقات ہو اور وہ دل کے یقین واطمینان کے ساتھ اس بات کی گواہی دیتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، اسے جنت کی بشارت سنادو۔

چنانچہ نبی کریم ﷺ نے کلمہ پڑھنے والے کے جنت میں داخلہ کے لئے یہ شرط لگائی ہے کہ وہ دل کے یقین کے ساتھ پڑھے کسی قسم کا شک کرنے والا نہ ہو، اور جب شرط مفقود ہوگی تو اس پر مبنی جزا کا بھی کوئی تصور نہ ہوگا(۲)، عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

(۱) صحیح مسلم، ۱/ ۶۰۔
(۲) دیکھئے: معارج القبول ۲/ ۴۲۰۔

"اليقين الإيمان كله والصبر نصف الإيمان"(۱)۔

یقین پورا ایمان ہے اور صبر آدھا ایمان۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ جو شخص 'لا إلٰہ إلا اللہ' کے معنیٰ ومفہوم پر مکمل ایمان رکھے گا اُس کے اعضاء و جوارح بھی رب وحدہ لاشریک کی عبادت اور رسول گرامی ﷺ کی اطاعت کے لئے مچلیں گے، اسی لئے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

"اللهم زدنا إيماناً ويقيناً وفقهاً"(۲)۔

اے اللہ ہمارے ایمان، یقین اور علم ومعرفت میں ترقی عطا فرما۔

سفیان ثوری رحمہ اللہ کے حوالہ سے بیان کیا جاتا ہے کہ انہوں نے فرمایا:

"لو أن اليقين وقع في القلب كما ينبغي لطار اشتياقاً إلى الجنة وهرباً من النار"(۳)۔

---

(۱) اسے امام بخاری نے صیغۂ جزم کے ساتھ تعلیقاً روایت کیا ہے ۱/ ۴۵، اور حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں فرمایا ہے کہ امام طبرانی نے صحیح سند کے ساتھ موصول ذکر کیا ہے، ۱/ ۴۸۔

(۲) اسے حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں امام احمد کی کتاب الایمان کے حوالہ سے ذکر کیا ہے اور اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے، دیکھئے فتح الباری ۱/ ۴۸۔

(۳) اسے حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں ذکر کیا ہے ۱/ ۴۸۔

اگر دل میں یقین کما حقہ راسخ اور پیوست ہو جائے تو جنت کے شوق میں اور جہنم سے فرار کے لئے اڑ جائے۔

تیسری شرط: قبولیت جو انکار کی ضد ہے۔

مقصود یہ ہے کہ کلمہ پڑھنے والا اس کے معنیٰ ومدلول کو اپنے دل وزبان سے قبول کرے اور اس سے راضی وخوش ہو، ورنہ مشرکین بھی 'لا إلٰہ إلا اللہ' کا معنیٰ ومفہوم جانتے تھے، لیکن چونکہ انہوں نے اسے قبول نہ کیا اس لئے اللہ عزوجل نے ان کی مذمت فرمائی، ارشاد ہے:

﴿إنهم كانوا إذا قيل لهم لا إله إلا الله يستكبرون﴾(۱)۔

یہ وہ لوگ ہیں کہ جب ان سے کہا جاتا تھا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں تو یہ سرکشی کرتے تھے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿فإنهم لا يكذبونك ولكن الظالمين بآيات الله يجحدون﴾(۲)۔

---

(۱) سورۃ الصافات: ۳۵۔

(۲) سورۃ الانعام: ۳۳۔

یہ لوگ درحقیقت آپ کو نہیں جھٹلاتے ہیں بلکہ یہ ظالم اللہ کی آیات کا کفر وانکار کرتے ہیں۔

اور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”مثل ما بعثني الله به من العلم والهدى كمثل الغيث الكثير أصاب أرضاً، فكان منها نقية قبلت الماء فأنبتت الكلأ والعشب الكثير، وكان منها أجادب أمسكت الماء، فنفع الله بها الناس، فشربوا وسقوا وزرعوا، وأصاب منها طائفة أخرى، إنما هي قيعان لا تمسك ماء ولا تنبت كلأ، فذلك مثل من فقه في دين الله ونفعه ما بعثني الله به فعلم وعلم، ومثل من لم يرفع بذلك رأساً ولم يقبل هدى الله الذي أرسلت به“[1]۔

اللہ تعالیٰ نے جو علم وہدایت دیکر مجھے مبعوث فرمایا ہے اس کی مثال کسی زمین پر ہونے والی اس بارش کی سی ہے جس کا کچھ حصہ نہایت صاف ستھرا (زرخیز) ہو جو پانی کو اپنی اندر جذب کرلے اور پھر اس سے

(۱) صحیح بخاری مع فتح الباری (بلفظہ) ۱/۱۷۵ و صحیح مسلم ۴/۱۷۸۷۔

بہت زیادہ خشک وتر گھاس اگائے، اور کچھ حصہ سخت (سنگلاخ) ہو جو پانی کو روک لے جس سے اللہ تعالیٰ لوگوں کو نفع پہنچائے، چنانچہ لوگ اسے خود پئیں، مویشیوں کو سیراب کریں اور کاشت کریں، اور کچھ حصہ ایسا ہو جو چٹیل میدان ہو جو نہ پانی کو روکے اور نہ ہی اس سے کوئی گھاس اگے، چنانچہ یہی مثال اس شخص کی ہے جس نے اللہ کے دین میں سمجھ حاصل کی اور اللہ نے جو کچھ دیکر مجھے مبعوث فرمایا ہے اس سے اسے نفع پہنچا اور اس نے سیکھا اور سکھایا، اور اس شخص کی مثال ہے جس نے اس بارے میں اپنا سر تک نہ اٹھایا اور نہ ہی جو ہدایت اللہ نے مجھے دیکر مبعوث فرمایا ہے اسے قبول کیا۔

چوتھی شرط: تابعداری جو ترک کی ضد ہے۔

یعنی کلمۂ طیبہ کے معنیٰ و مدلول کے تابع ہو جائے، اللہ واحد کی عبادت کرے، اس کی شریعت کے مطابق عمل کرے، اس پر ایمان لائے اور یہ عقیدہ رکھے کہ صرف وہی حق ہے، اور شاید تابعداری اور قبولیت کے درمیان فرق یہ ہے کہ 'تابعداری' عملی طور پر اتباع اور پیروی کا نام ہے جبکہ 'قبولیت' اس کے معنیٰ کی صحت کا زبانی اعلان ہے، اور دونوں چیزیں اتباع و پیروی کو مستلزم ہیں

لیکن 'انقیاد وتابعداری، مکمل طور پر سونپ دینے' سرِتسلیم خم کر دینے اور 'لا إلٰہ إلا اللہ' کی کسی بھی شرط (۱) کو نہ چھوڑنے کا نام ہے۔

ارشاد باری ہے:

﴿وأنيبوا إلى ربكم وأسلموا له﴾ (۲)۔

اپنے رب کی طرف رجوع کرو اور اس کے تابع ہو جاؤ۔

نیز ارشاد ہے:

﴿ومن أحسن ديناً ممن أسلم وجهه لله وهو محسن﴾ (۳)۔

اور بہ حیثیت دین اس شخص سے بہتر کون ہوسکتا ہے جس نے خود کو اللہ کے تابع کر دیا ہو اور وہ نیکوکار بھی ہو۔

نیز ارشاد ہے:

(۱) دیکھئے: الشھادتان معناھما وما تستلزمہ کل منھما از علامہ عبداللہ بن جبرین، ص ۸۱ وتحفۃ الاخوان بأجوبۃ مھمۃ تتعلق بارکان الاسلام از علامہ ابن باز ص ۲۶۔

(۲) سورۃ الزمر: ۵۴۔

(۳) سورۃ النساء: ۱۲۵۔

﴿ومن يسلم وجهه إلى الله وهو محسن فقد استمسك بالعروة الوثقى وإلى الله عاقبة الأمور﴾ (۱)۔

اور جو شخص اپنے آپ کو اللہ کے تابع کر دے اور ہو بھی نیکوکار یقیناً اس نے مضبوط کڑا تھام لیا، اور تمام معاملات کا انجام اللہ ہی کی طرف ہے۔

نبی کریم ﷺ کی درج ذیل حدیث کا یہی مفہوم ہے:

"لا يؤمن أحدكم حتى يكون هواه تبعاً لما جئت به" (۲)۔

تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کی خواہشات میری لائی ہوئی شریعت کے تابع نہ ہو جائیں۔

یہی مکمل خود سپردگی اور تابعداری کی انتہا ہے (۳)۔

پانچویں شرط: صدق (سچائی) جو جھوٹ کی ضد ہے۔

یعنی کلمۂ طیبہ کو صدق دل سے پڑھے، اس طور پر کہ دل وزبان ایک

(۱) سورۃ لقمان: ۲۲۔

(۲) اسے امام نووی نے 'اربعین نوویہ' میں کتاب الحجہ کے حوالہ سے ذکر کیا ہے اور اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے، اس حدیث کی صحت وضعف کے بارے میں جامع العلوم والحکم از علامہ ابن رجب ملاحظہ فرمائیں ص ۳۳۸ حدیث (۴۱)۔

(۳) دیکھئے: معارج القبول ۲/۴۲۲۔

دوسرے کی موافقت کریں، دونوں میں کوئی اختلاف نہ ہو، چنانچہ اگر وہ کلمہ طیبہ صرف زبان سے پڑھتا ہے اور اس کے معنیٰ ومدلول پر اس کے دل کا ایمان نہیں ہے تو وہ منافقین کی فہرست میں شامل ہے، جیسا کہ اللہ نے اُن کا قول نقل کرتے ہوئے فرمایا:

﴿**نشهد إنک لرسول الله**﴾۔

ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ (محمد ﷺ) یقیناً اللہ کے رسول ہیں۔

پھر اللہ نے انہیں جھوٹا قرار دیتے ہوئے فرمایا:

﴿**والله يعلم إنک لرسوله والله يشهد إن المنافقين لكاذبون**﴾(۱)۔

اللہ خوب جانتا ہے کہ آپ اُس کے رسول ہیں اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ یقیناً منافقین جھوٹے ہیں۔

کلمہ طیبہ کی شہادت میں صدق وسچائی کی شرط صحیح حدیث میں بھی ثابت ہے، ارشاد نبوی ہے:

"**ما من أحد يشهد أن لا إله إلا الله صدقاً من قلبه إلا حرمه**

(۱) سورۃ المنافقون:۱۔

الله على النار"(۱)۔

جو بھی صدق دل سے اس بات کی گواہی دیتا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں، اللہ تعالیٰ اس پر جہنم کو حرام کر دے گا۔

چھٹی شرط: اخلاص جو شرک کی ضد ہے۔

یعنی نیک نیتی کے ذریعہ عمل کو شرک کی آلائشوں سے پاک وصاف کرنا، چنانچہ بندہ کو چاہئے کہ تمام عبادتیں خالص اللہ کے لئے انجام دے، اگر کسی عبادت کو اُس نے اللہ کے علاوہ کسی نبی یا ولی یا فرشتہ یا بت یا جن وغیرہ کے لئے انجام دیا تو اس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا اور اخلاص کی اس شرط کو ضائع کر دیا، ارشاد باری ہے:

﴿**فاعبد الله مخلصاً له الدين، ألا لله الدين الخالص**﴾(۲)۔

آپ اللہ ہی کی عبادت کریں اسی کے لئے دین کو خالص کرتے ہوئے، خبردار! اللہ ہی کے لئے خالص عبادت کرنا ہے۔

نیز ارشاد ہے:

(۱) صحیح بخاری مع فتح الباری ۱/ ۲۲۶ بروایت معاذ رضی اللہ عنہ وصحیح مسلم ۱/ ۶۱۔

(۲) سورۃ الزمر: ۲،۳۔

﴿وما أمروا إلا ليعبدوا الله مخلصين له الدين﴾(۱)۔

انہیں صرف اسی بات کا حکم دیا گیا تھا کہ اللہ کی عبادت کریں اسی کے لئے دین کو خالص کرتے ہوئے۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

"أسعد الناس بشفاعتي يوم القيامة من قال لاإله إلا الله خالصاً من قلبه أو نفسه"(۲)۔

قیامت کے دن میری شفاعت کا مستحق سب سے نیک بخت شخص وہ ہوگا جس نے دل کے خلوص کے ساتھ 'لا إلہ إلا اللہ' کہا۔

ساتویں شرط: محبت جو بغض ونفرت کی ضد ہے۔

بندہ پر واجب ہے کہ اللہ عز وجل سے محبت کرے، اور اسی بنا پر کلمۂ توحید سے بھی محبت کرے اسی طرح اس کے تقاضوں اور معنیٰ و مدلول سے محبت کرے، ارشاد باری ہے:

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ أَنْدَاداً يُّحِبُّوْنَهُمْ

(۱) سورۃ البینۃ:۵۔

(۲) صحیح بخاری مع فتح الباری ۱/۱۹۳ حدیث (۹۹و ۶۵۷۰)۔

كَحُبِّ اللّٰهِ والذين آمنوا أشد حباً لله﴾(۱)۔

اور بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو اللہ کے علاوہ اوروں کو شریک ٹھہرا کر ان سے ایسی محبت رکھتے ہیں جیسی محبت اللہ سے ہونی چاہئے، اور ایمان والے اللہ کی محبت میں بہت سخت ہوتے ہیں۔

نیز ارشاد ہے:

﴿يا أيها الذين آمنوا من يرتد منكم عن دينه فسوف يأتي الله بقوم يحبهم و يحبونه أذلة على المؤمنين وأعزة على الكافرين يجاهدون في سبيل الله ولا يخافون لومة لائم﴾(۲)۔

اے ایمان والو! تم میں سے جو شخص اپنے دین سے پھر جائے تو اللہ تعالیٰ بہت جلد ایسی قوم کو لائے گا جو اللہ کی محبوب ہوگی اور وہ بھی اللہ سے محبت رکھتی ہوگی، وہ نرم دل ہوں گے مسلمانوں پر اور سخت اور تیز ہوں گے کفار پر، اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے

(۱) سورۃ البقرۃ:۱۶۵۔

(۲) سورۃ المائدۃ:۵۴۔

والے کی ملامت کی پروا بھی نہ کریں گے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿قل إن كنتم تحبون الله فاتبعوني يحببكم الله ويغفر لكم ذنوبكم والله غفور رحيم﴾(۱)۔

آپ (ﷺ) کہہ دیجئے کہ اگر تمہیں اللہ سے محبت ہے تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت فرمائے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا۔

اور رسول گرامی ﷺ کا ارشاد ہے:

"ثلاث من كن فيه وجد بهن حلاوة الإيمان: من كان الله ورسوله أحب إليه مما سواهما، وأن يحب المرء لا يحبه إلا لله، وأن يكره أن يعود في الكفر بعد أن أنقذه الله منه كما يكره أن يقذف في النار"(۲)۔

تین خصلتیں جس شخص میں ہوں گی وہ ان کے سبب ایمان کی چاشنی پالے گا: جس شخص کے نزدیک اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) تمام

(۱) سورۃ آل عمران:۳۱۔
(۲) صحیح بخاری مع فتح الباری ۱/۲/۷ بروایت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ وصحیح مسلم ۱/۶۶۔

چیزوں سے زیادہ محبوب ہوجائیں اور یہ کہ وہ کسی شخص سے محض اللہ کے لئے محبت کرے، اور یہ کہ وہ کفر میں پلٹ کر جانا - جبکہ اللہ نے اسے اس سے نجات دیدی ہے - ایسے ہی ناپسند کرے جیسے اسے جہنم کی آگ میں ڈالا جانا ناپسند ہے۔

اور جب بندہ اللہ عزوجل سے محبت کرے گا تو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرنے والوں سے بھی محبت کرے گا' کیونکہ جو کسی سے محبت کرتا ہے' اس سے محبت کرنے والے سے بھی محبت کرتا ہے؛ اسی لئے نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

"من أحب لله، وأبغض لله، وأعطى لله، ومنع لله، فقد استكمل الإيمان"(۱)۔

جس نے اللہ کے لئے کسی سے محبت کی' اللہ کے لئے نفرت کی' اللہ کے لئے دیا' اللہ کے لئے روکا اس نے ایمان مکمل کرلیا۔

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ اپنے شعری دیوان (ردیف نٓ) میں فرماتے ہیں (۲):

(۱) سنن ابوداود، شیخ البانی نے صحیح سنن ابوداود (۳/۶۸۸) میں صحیح قرار دیا ہے۔
(۲) دیکھئے: شرح القصیدۃ النونیہ لابن قیم از ڈاکٹر محمد خلیل ہراس ۲/۱۳۴۔

شرط المحبة أن توافق مــن	تحب على محبته بلا عصيانِ
فإذا ادعيت له المحبة مع خلا	فك ما يحب فأنت ذو بهتانِ
أتحب أعداء الحبيب وتدعي	حباً له ما ذاك في إمــــكانِ
وكذا تعادي جاهـداً أحبابه	أين المحــبة يا أخا الشيطانِ

محبت کی شرط یہ ہے کہ تم بلا چوں چرا اپنے محبوب کی مرضی میں اس کی اطاعت کرو، اگر تم نے اس سے محبت کا دعویٰ کیا اور اس کی مرضی کی خلاف ورزی بھی کرتے رہے، تو اپنی محبت کے دعوے میں جھوٹے ہو۔ کیا تم ایک طرف محبوب کے دشمنوں سے والہانہ محبت رکھتے ہو اور پھر اُس سے محبت کے دعوے بھی کرتے ہو، ایسا تو کسی بھی طرح ممکن نہیں، اسی طرح اُس کے محبوبوں سے سخت دشمنی رکھتے ہو! شیطان کے بھائی کہاں ہے محبت!

اے اللہ! ہم تجھ سے تیری محبت، تجھ سے محبت کرنے والوں سے محبت، اور تیری محبت سے قریب کرنے والے ہر عمل سے محبت کا سوال کرتے ہیں۔

آٹھویں شرط: اللہ کے علاوہ دیگر معبودان باطلہ کا کفر وانکار۔

یعنی غیر اللہ کی عبادت سے براءت کا اظہار کرے اور اسے باطل سمجھے، جیسا کہ ارشاد باری ہے:

﴿فمن يكفر بالطاغوت ويؤمن بالله فقد استمسك بالعروة الوثقى لا انفصام لها والله سميع عليم﴾(۱)۔

اس لئے جو شخص اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے معبودوں کا انکار کر کے اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اس نے مضبوط کڑے کو تھام لیا، جو کبھی نہ ٹوٹے گا اور اللہ تعالیٰ سننے والا جاننے والا ہے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿ولقد بعثنا في كل أمة رسولاً أن اعبدوا الله واجتنبوا الطاغوت﴾(۲)۔

ہم نے ہر قوم میں ایک رسول بھیجا تا کہ وہ لوگوں کو اس بات کی دعوت دے کہ لوگو اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے اجتناب کرو۔

امام محمد بن عبد الوہاب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''طاغوت (غیر اللہ) کی عبادت کے انکار کا طریقہ یہ ہے کہ آپ غیر اللہ کی عبادت کے باطل ہونے کا عقیدہ رکھیں، انہیں ترک کر دیں، اُن کی عبادت کرنے والوں کو کافر سمجھیں اور

---

(۱) سورۃ البقرۃ:۲۵۶۔

(۲) سورۃ النحل:۳۶۔

ان سے عداوت ودشمنی رکھیں۔'' ۔

امام ابن قیم رحمہ اللہ تعالیٰ رقمطراز ہیں: ''طاغوت ہر وہ معبود یا متبوع یا مطاع ہے جسے بندہ اس کی حد سے آگے بڑھا دے، اور طاغوت بہت زیادہ ہیں جن میں اصل پانچ ہیں: ۱- ابلیس لعین' ۲- جس کی عبادت کی جائے اور وہ اس سے خوش ہو' ۳- جو لوگوں کو اپنی عبادت کی دعوت دے' ۴- جو کسی علم غیب کا دعویٰ کرے اور ۵- جو اللہ کی نازل کردہ شریعت کے علاوہ سے فیصلہ کرے''(۱)۔

اور نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا:

"من قال لا إله إلا الله، و كفر بما يعبد من دون الله، حرم ماله و دمه و حسابه على الله"(۲)۔

جس نے لا إله إلا الله کا اقرار کیا اور اللہ کے علاوہ دیگر معبودان باطلہ کا

(۱) الاصول الثلاثۃ مع حاشیہ از ابن القاسم ص ۹۸ وحاشیہ بر اصول ثلاثہ، از علامہ ابن عثیمین (ضمن فتاویٰ) ۶/۱۵۶۔

نیز دیکھئے: مولفات امام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ، طبع جامعۃ الامام محمد بن سعود، پہلی قسم: عقیدہ و اسلامی آداب ص ۳۷۶، ہر شرط کی ایک ایک دلیل ذکر فرمائی ہے۔

(۲) صحیح مسلم بروایت ابو مالک رضی اللہ عنہ ۱/۵۳۔

کفر کیا اس کی جان ومال حرام ہے اور اس کا حساب اللہ کے حوالہ ہے۔

البتہ جو اس بات کو پسند نہیں کرتے تھے کہ لوگ ان کی عبادت کریں' جیسے انبیاء' صالحین اور فرشتے تو وہ 'طاغوت' نہیں ہیں، بلکہ طاغوت دراصل شیطان لعین ہے جس نے لوگوں کو اُن کی عبادت کی دعوت دی اور اُسے ان کے لئے مزین وآراستہ کیا۔

طاغوت اور اللہ کے علاوہ دیگر معبودان باطلہ کے کفر وانکار کی سب سے بڑی دلیل ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کا یہ فرمان ہے جو انہوں نے کفار کو مخاطب کر کے کہا تھا:

﴿إنني براء مما تعبدون، إلا الذي فطرني فإنه سيهدين﴾(۱)۔

بیشک میں تمہارے تمام معبودوں سے بے زار ہوں سوائے اس ذات کے جس نے مجھے وجود بخشا ہے' یقیناً وہ عنقریب مجھے ہدایت دے گا۔

چنانچہ ابراہیم علیہ السلام نے تمام معبودوں سے صرف اپنے رب کا استثناء کیا، اور اللہ عزوجل نے بیان فرمایا کہ تمام معبودان باطلہ سے براءت اور

(۱) سورۃ الزخرف: ۲۶، ۲۷۔

صرف اللہ عز وجل سے محبت ہی شہادت 'لا إلٰہ إلا اللہ' کی تفسیر ہے، ارشاد ہے:

﴿وجعلها كلمة باقية في عقبه لعلهم يرجعون﴾[1]۔

اور اللہ نے اس کلمہ کو اُن کے بعد کے لوگوں میں بھی جاری وساری رکھا تاکہ کفار مکہ رجوع کریں۔

معبودان باطلہ کے کفر وانکار کی دلیلوں میں سے نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان بھی ہے:

"من قال لا إلٰه إلا الله، وكفر بما يعبد من دون الله، حرم ماله ودمه وحسابه على الله"[2]۔

جس نے لا إلٰہ إلا اللہ کا اقرار کیا اور اللہ کے علاوہ دیگر معبودان باطلہ کا کفر کیا اس کی جان ومال حرام ہے اور اس کا حساب اللہ کے حوالہ ہے۔

یہ 'لا إلٰہ إلا اللہ' کے معنیٰ کی وضاحت کرنے والی سب سے عظیم حدیث ہے، کیونکہ آپ نے جان ومال کی حفاظت کے لئے نہ صرف زبانی شہادت کو کافی قرار دیا، نہ زبانی شہادت کے ساتھ اس کے معنیٰ کے معرفت کو، نہ اس کے

(۱) سورۃ الزخرف: ۲۸

(۲) صحیح مسلم بروایت ابو مالک رضی اللہ عنہ ۱/۵۳۔

اقرار کو اور نہ یہ کہ بندہ صرف اللہ وحدہ لاشریک کو پکارے، بلکہ اس کا خون ومال اس وقت تک حرام نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ مذکورہ تمام چیزوں کے ساتھ اللہ کے علاوہ معبودان باطلہ کا کفر وانکار نہ کرے، چنانچہ اگر وہ کسی قسم کا شک یا تردد کرے تو اس کا جان ومال حرام نہ ہوگا، سبحان اللہ کتنا عظیم الشان اور جلیل القدر مسئلہ ہے، اور کتنا واضح بیان اور دوٹوک حجت وبرہان ہے جس سے تمام اختلافات کی جڑ کٹ جاتی ہے[1]۔

ہم اللہ سے اپنے اور تمام مسلمانوں کے لئے دنیا وآخرت میں ہر شر وبرائی سے عفو وعافیت کا سوال کرتے ہیں[2]۔

(۱) فتح المجید شرح کتاب التوحید، ص ۱۲۳۔

(۲) دیکھئے: تحفۃ الاخوان باجوبۃ مہمۃ تتعلق بارکان الاسلام، از علامہ ابن باز ص ۲۷ وفتح المجید، ص ۹۱ ومعارج القبول، ۲/ ۴۱۸ والشہادتان از علامہ ابن جبرین، ص ۷۷۔

فصل دوم:

شہادت ''محمد رسول اللہ'' کی حقیقت

مبحث اول: معنیٰ ومفہوم اور تقاضہ

۱- **''محمد رسول اللہ'' کی شہادت کا معنیٰ**: یہ ہے کہ اس بات کا زبان سے اقرار کیا جائے اور دل سے پختہ عقیدہ رکھا جائے کہ محمد بن عبد اللہ ہاشمی قریشی ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، جنہیں اللہ نے تمام جن وانس کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے[۱]۔

۲- **اس شہادت کا تقاضہ**: یہ ہے کہ آپ ﷺ نے جس بات کا حکم دیا ہے اس میں آپ کی اطاعت کی جائے، آپ نے جس بات کی خبر دی ہے اس کی تصدیق کی جائے، آپ نے جس بات سے روکا یا تنبیہ کیا ہے اس سے اجتناب کیا جائے اور اللہ کی عبادت آپ کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق ہی کی

(۱) الاصول الثلاثۃ مع حاشیہ از علامہ ابن عثیمین (ضمن فتاویٰ) ۶/۱۷۔

جائے[۱]۔

چنانچہ نبی کریم ﷺ کی شریعت پر ایمان لانا اور قولی، عملی اور اعتقادی طور پر اس کی تابعداری کرنا واجب ہے۔ جیسے اللہ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں، یوم آخرت اور اچھی بری تقدیر پر ایمان لانا، اسی طرح ارکان اسلام: کلمۂ شہادت، نماز، زکاۃ، روزہ، حج اور اس کے علاوہ دیگر تمام چیزیں جنہیں اللہ نے نبی کریم ﷺ کے ذریعہ مشروع قرار دیا ہے جیسے احسان کی تمام قسمیں وغیرہ ان کی مکمل انجام دہی کرنا[۲]۔

مبحث دوم: نبی کریم ﷺ کی معرفت کا وجوب

یہ دین اسلام کے ان تین بنیادی اصولوں میں ایک ہے جن کا جاننا ہر مسلمان پر واجب ہے، اور وہ یہ ہیں: بندہ کا اپنے رب کو جاننا، اپنے دین کو جاننا اور اپنے نبی محمد ﷺ کو جاننا[۳]۔

(۱) الاصول الثلاثۃ مع حاشیہ از علامہ ابن القاسم، ص ۵۷۔
(۲) دیکھئے: مجموعہ فتاویٰ علامہ ابن باز ۴/۱۲ و ۱۴۔
(۳) الاصول الثلاثۃ از شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب رحمہ اللہ۔

آپ محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم ہیں، ہاشم قریش میں سے تھے اور قریش عرب میں سے اور عرب اسماعیل بن ابراہیم خلیل اللہ کی نسل سے ہیں، آپ پر اور ہمارے نبی محمد ﷺ پر افضل ترین درود وسلام نازل ہوں۔ آپ ﷺ کو ترسٹھ سال عمر ملی، چالیس سال نبوت سے قبل اور تیئیس سال بحیثیت نبی و رسول، 'اقرأ' کے ذریعہ نبی بنائے اور 'مدثر' کے ذریعہ رسالت سے سرفراز ہوئے، آپ کا شہر مکہ تھا، آپ ہجرت کرکے مدینہ تشریف لائے، اللہ نے آپ کو شرک سے ڈرانے اور توحید کی دعوت دینے کے لئے مبعوث فرمایا تھا، آپ دس سال تک توحید کی دعوت دیتے رہے، دس سال کے بعد معراج ہوئی اور آپ پر پانچ وقت کی نمازیں فرض کی گئیں، تین سال تک مکہ میں نمازیں پڑھیں اور اس کے بعد مدینہ کی طرف ہجرت کا حکم ملا۔ جب مدینہ پہنچ کر زندگی معمول پر آگئی تو اسلام کے دیگر احکامات کا حکم دیا گیا، جیسے زکاۃ، روزہ، حج، جہاد، اذان اور بھلائی کا حکم دینا اور برائی روکنا وغیرہ، اسی طرح دس سال تک جاری رہا، اور اس کے بعد آپ کی وفات ہوگئی، صلوات اللہ وسلامہ علیہ۔ لیکن آپ کا لایا ہوا دین باقی ہے جو یہی (اسلام) ہے، آپ نے خیر و بھلائی کی تمام باتیں اپنی امت کو بتلا دیں اور شر و برائی کی تمام باتوں سے متنبہ کردیا، آپ

انبیاء ورسل کے سلسلہ کی آخری کڑی تھے آپ کے بعد کوئی نبی نہیں، اللہ نے آپ کو پوری انسانیت کے لئے مبعوث فرمایا ہے اور تمام جن وانس پر آپ کی اطاعت کو واجب قرار دیا ہے، آپ کی اطاعت کرنے والا جنت میں داخل ہوگا اور آپ کی نافرمانی کرنے والا جہنم رسید ہوگا[1]۔

آپ ﷺ کی معرفت آپ کی حیات طیبہ، عبادت، اخلاق حمیدہ، دعوت الی اللہ، جہاد فی سبیل اللہ اور آپ کی سیرت کے دیگر گوشوں کے سلسلہ میں پڑھ کر حاصل ہوسکتی ہے۔ لہٰذا آپ ﷺ کی معرفت اور آپ پر ایمان میں اضافہ کے خواہشمند ہر مسلمان کو چاہئے کہ جس قدر ممکن ہو آپ کی جنگ وصلح، تنگی وخوشحالی، سفر وحضر اور حیات مبارکہ کے دیگر گوشوں پر مشتمل آپ کی سیرت کا مطالعہ کرے۔ ہم اللہ سے دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے رسول ﷺ کی ظاہری و باطنی ہر طرح سے اتباع وپیروی کرنے والوں میں سے بنائے اور ہمیں اسی پر ثابت قدم رکھے یہاں تک کہ جب ہماری آپ سے ملاقات ہو تو آپ ہم سے راضی وخوش ہوں[2]۔

---

(۱) الاصول الثلاثہ از شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ، ص۵، ۷۶۔

(۲) دیکھئے: مجموعہ فتاویٰ علامہ محمد بن صالح العثیمین ۶/۳۹۔

مبحث سوم: نبی کریم ﷺ کی صداقت کے دلائل وبراہین

تمہید:

نبی کریم ﷺ کے ہاتھ پر آیات ونشانیاں اور چیلنج کے وقت خارق عادت معجزات دیگر انبیاء کرام کی بہ نسبت بہت زیادہ ظاہر ہوئے اور ان معجزات کا زمانہ بڑا قریب ہے، اسے نقل کرنے والے دنیا کے سب سے سچے اور پاک طینت انسان تھے، یہ معجزات نسل در نسل متواتر طور پر ثابت ہیں، ان میں سب سے عظیم معجزہ قرآن کریم ہے، جس میں کسی قسم کی کمی بیشی یا تبدیلی واقع نہ ہوئی، بلکہ ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے وہ ابھی ابھی نازل ہوا ہو، اور اس کی دی ہوئی خبریں بعینہ اسی طرح واقع ہو رہی ہیں جس طرح اس نے خبر دی ہے، جیسے آنکھوں سے مشاہدہ کیا جا رہا ہو، اور اولین وآخرین اس جیسی کتاب لانے سے عاجز اور درماندہ ہیں، ارشاد باری ہے:

﴿قل لئن اجتمعت الإنس والجن على أن يأتوا بمثل هذا القرآن لا يأتون بمثله ولو كان بعضهم لبعض ظهيراً﴾[1]۔

(۱) سورۃ الاسراء: ۸۸۔

کہہ دیجئے کہ اگر تمام انسان اور جنات مل کر اس قرآن کے مثل لانا چاہیں تو ان سب سے اس کے مثل لانا ناممکن ہے گو وہ آپس میں ایک دوسرے کے مددگار بھی بن جائیں۔

کسی یہودی کے لئے موسیٰ علیہ السلام کی نبوت پر ایمان لانا اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ محمد ﷺ کی نبوت پر ایمان نہ لائے، اسی طرح کسی عیسائی کے لئے مسیح علیہ السلام کی نبوت پر ایمان لانا اسی وقت ممکن ہے جب وہ پہلے محمد ﷺ کی نبوت کا اقرار کرے، کیونکہ کسی ایک نبی کی نبوت کا انکار کرنے والا تمام انبیاء علیہم السلام کی نبوت ورسالت کا منکر ہے، بعض کو چھوڑ کر بعض کی نبوت پر ایمان لانا اسے کچھ نفع نہیں پہنچا سکتا، ارشاد باری ہے:

﴿إن الذين يكفرون بالله ورسله ويريدون أن يفرقوا بين الله ورسله ويقولون نؤمن ببعض ونكفر ببعض ويريدون أن يتخذوا بين ذلك سبيلاً، أولئك هم الكافرون حقاً وأعتدنا للكافرين عذاباً مهيناً، والذين آمنوا بالله ورسله ولم يفرقوا بين أحد منهم أولئك سوف يؤتيهم أجورهم وكان الله غفوراً رحيماً﴾[1]۔

(۱) سورۃ النساء: ۱۵۰ تا ۱۵۲۔

جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں کے ساتھ کفر کرتے ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان فرق کریں نیز یہ کہتے ہیں کہ بعض رسولوں پر ہم ایمان لاتے ہیں اور بعض کا انکار کرتے ہیں، اور اس کے بین بین کوئی راستہ نکالنا چاہتے ہیں۔ درحقیقت یہی لوگ اصلی کافر ہیں اور کافروں کے لئے ہم نے ذلت آمیز عذاب تیار کر رکھا ہے۔ اور جو لوگ اللہ پر اور اس کے تمام رسولوں پر ایمان لاتے ہیں اور ان میں سے کسی میں فرق نہیں کرتے، یہی وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ پورا پورا ثواب دے گا اور اللہ بڑی مغفرت والا بڑی رحمت والا ہے۔

اور موسیٰ وعیسیٰ علیہما السلام کی نبوت پر مسلمانوں کے ایمان سے بھی اہل کتاب (یہود ونصاریٰ) کو کوئی فائدہ نہ ہوگا کیونکہ مسلمانوں نے اُن دونوں کی نبوت کا اقرار محمد ﷺ کے ہاتھوں کیا ہے، اور اُن پر مسلمانوں کا ایمان درحقیقت محمد ﷺ اور آپ کی لائی ہوئی شریعت پر ایمان کا حصہ ہے، چنانچہ اگر محمد ﷺ نہ ہوتے تو اُن دونوں کی نبوت کے بارے میں ہمیں کوئی علم نہ ہوتا، بالخصوص جبکہ اہل کتاب کے پاس اپنے انبیاء کے تعلق سے ایسی کوئی قابل اعتماد چیز موجود

نہیں ہے جو اُن پر ایمان لانے کی متقاضی ہو، لہٰذا اگر قرآن کریم اور محمد ﷺ نہ ہوتے تو گزشتہ انبیاء کرام کی آیات کے بارے میں ہمیں سرے سے کوئی پتہ نہ ہوتا۔ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ موسیٰ وعیسیٰ علیہما السلام کی نبوت محمد ﷺ اور آپ کی لائی ہوئی کتاب کے ذریعہ ثابت ہوتی ہے نہ کہ یہود ونصاریٰ کے ذریعہ، یہی نہیں بلکہ خود محمد ﷺ کا ظہور اور آپ کی آمد ہی موسیٰ وعیسیٰ علیہما السلام کی نبوت کی تصدیق ہے کیونکہ ان دونوں نے محمد ﷺ کے ظہور کی خبر دی تھی اور آپ کی آمد کی بشارت سنائی تھی، ارشاد باری ہے:

﴿ومبشراً برسولٍ يأتي من بعدي اسمه أحمد﴾[1]۔

اور اپنے بعد ایک رسول کی آمد کی خوشخبری سنانے والا ہوں جن کا نام احمد ہے۔

چنانچہ جب آپ کی بعثت ہوئی تو اس سے اُن دونوں کی باتوں کی تصدیق ہوگئی، نبی کریم ﷺ کے بارے میں ارشاد باری ہے:

﴿بل جاء بالحق وصدق المرسلين﴾[2]۔

---

(۱) سورۃ الصّف:۶۔

(۲) سورۃ الصافات:۳۷۔

بلکہ وہ حق لے کر آئے اور رسولوں کی تصدیق کی۔

چنانچہ آپ کی آمد دو اعتبار سے اُن کی تصدیق ہے: ایک اس اعتبار سے کہ انہوں نے آپ کی آمد اور بعثت کی خبر دی تھی اور دوسرے اس اعتبار سے کہ آپ نے بھی بعینہ وہی خبریں دیں جو انہوں نے دی تھی اور آپ نے ان کی نبوت کی شہادت بھی دی، اگر (نعوذ باللہ) جھوٹے ہوتے تو اپنے سے پہلے کی باتوں کی تصدیق نہ کرتے جیسا کہ انبیاء علیہم السلام کے دشمن کرتے رہے ہیں[1]۔

آپ کی صداقت کی ایک عظیم ترین دلیل یہ ہے کہ جب یہودیوں نے آپ کو جھٹلایا تو آپ نے اُن سے کہا:

﴿فتمنوا الموت إن كنتم صادقين﴾[2]۔

اگر واقعی تم سچے ہو تو موت کی تمنا کرو۔

لیکن آپ کی تکذیب وعداوت پر متفق ہونے کے باوجود اُن میں سے کسی نے بھی اس بات کی جرأت نہ کی، کیونکہ آپ نے انہیں اس بات کی خبر دی تھی

---

(۱) دیکھئے: درء تعارض العقل والنقل، ۵/ ۷۸ تا ۸۳ ودقائق التفسیر از شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ ۳۴/۴، واغاثۃ اللھفان از ابن قیم ۲/ ۳۵۰، ۳۵۱ وہدایۃ الحیاریٰ از ابن قیم ص ۶۳۵۔

(۲) سورۃ البقرۃ: ۹۴۔

کہ اگر انہوں نے موت کی تمنا کی تو یقیناً اُنہیں موت آ دبوچے گی۔ لہٰذا اگر انہیں اپنی کتابوں کے ذریعہ نبی کریم ﷺ کے اوصاف اور باتوں میں آپ کی صداقت کا علم نہ ہوتا تو وہ مباہلہ کے طور پر اپنے اور مسلمانوں میں سے جھوٹے فریق کی موت کی تمنا ضرور کرتے[1]، اسی طرح اللہ عزوجل کا یہ فرمان بھی ہے:

﴿قل يا أيها الذين هادوا إن زعمتم أنكم أولياء لله من دون الناس فتمنوا الموت إن كنتم صادقين، ولا يتمنونه أبداً بما قدمت أيديهم والله عليم بالظالمين﴾[2]۔

کہہ دیجئے اے یہودیو! اگر تمہارا خیال یہ ہے کہ لوگوں میں صرف تم ہی اللہ کے ولی اور محبوب ہو، اگر تم اپنے اس دعوے میں سچے ہو تو موت کی تمنا کرو۔ یہ اپنے کالے کرتوت کے سبب کبھی موت کی تمنا نہیں کر سکتے، اور اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہے۔

---

(۱) دیکھئے: درء تعارض العقل والنقل، از شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ ۷/ ۹۹، وتفسیر ابن کثیر ۱/ ۱۲۸، ۱۲۹ وتفسیر سعدی ۱/ ۱۱۴۔

(۲) سورۃ الجمعہ: ۶، ۷۔

اس کے علاوہ نبی کریم ﷺ کی صداقت کے دیگر بیشمار دلائل ہیں (۱) جنہیں

(۱) نبی کریم ﷺ کی صداقت کے دلائل میں سے موجودہ زمانہ کا وہ واقعہ بھی ہے جو ''سعودی اخبار'' کے شمارہ نمبر ۹۴۲۲ میں مورخہ ۱۵/ ۸/ ۱۴۱۰ھ مطابق ۱۲/ مارچ ۱۹۹۰ء کو شائع ہوا اور اس کے سبب نائیجیریا کے چار گاؤں کے لوگ مشرف بہ اسلام ہوئے! واقعہ من وعن حسب ذیل ہے:

ایک گمراہ اور اسلام کا کھلا استہزا و مذاق کرنے والا شخص اس وقت ہلاک و برباد ہو گیا جب اس نے اسلام اور قرآن کریم میں تشکیک پیدا کی اور لوگوں کے سامنے اعلان کیا کہ: اگر قرآن اور اسلام واقعی حق ہیں تو میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ اپنے گھر زندہ نہ لوٹوں! اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ یہ کافر سچ مچ اپنے گھر واپس ہونے سے پہلے ہی موت کے گھاٹ اتر گیا!

یہ واقعہ شمالی نائیجیریا' صوبہ گونگپولی کے پوپ نامی ایک گاؤں میں پیش آیا اور اس کے بعد ہی پورے گاؤں اور آس پاس کے مزید تین گاؤں کے لوگ مسلمان ہو گئے۔

واقعہ کے عینی شاہدین کا بیان ہے کہ: عمر غیمو نامی اسلام اور قرآن کو جھٹلانے والا یہ شخص جو کہ پوپ گاؤں میں کنیسہ باتیسی کا پادری تھا' کنیسہ میں تقریر کرتے ہوئے اسلام اور قرآن کریم کے بارے میں زبان درازی کرنے لگا اور اس دوران اس نے اسلام اور قرآن کریم پر کئی بے بنیاد الزامات لگائے اور جھوٹی باتیں منسوب کیں' اور تقریر کے اخیر میں کہا: ''اگر قرآن اور اسلام واقعی حق ہیں تو میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ اپنے گھر زندہ نہ لوٹوں!''۔ پادری مکمل یقین اور اعتماد کے ساتھ کنیسہ سے نکلا کہ وہ بخیر و عافیت اپنے گھر پہنچے گا' اسے ہرگز کوئی نقصان نہ ہوگا' اور پھر وہ اس چیلنج کو اسلام اور قرآن کے بارے میں اپنی تمام تر افترا پردازیوں پر دلیل بنا سکے گا۔ لیکن اللہ کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ پادری کے گھر کے راستے میں کوئی ایسی چیز نہ تھی جس سے انسانی جان کو کسی قسم کا خطرہ لاحق ہو سکے! لیکن اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ پانی کی ایک چھوٹی سی نالی پار کرتے ہوئے اس کا قدم پھسلا' وہ گرا اور مر گیا۔ ==

ان شاء اللہ میں ذکر کروں گا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ نبی کریم ﷺ کی نبوت اور آپ کی رسالت کے عموم پر واضح دلائل و براہین بکثرت اور مختلف النوع ہیں' جو دیگر انبیاء کرام کی نشانیوں سے بہت زیادہ اور عظیم تر ہیں' اس قسم کے تمام دلائل و براہین دو چیزوں میں محصور ہیں:

الف- کچھ دلائل و براہین ایسے ہیں جو موسیٰ وعیسیٰ علیہما السلام کے معجزات کے مثل گزر چکے ہیں اور صحیح احادیث کی روشنی میں معلوم ومشہور ہیں۔

ب- اور کچھ ایسے ہیں جو آج تک باقی ہیں' جیسے قرآن کریم اور علم وایمان

== انتہائی خوف ودہشت اور بے چینی کی حالت میں فوری طور پر کچھ کرسچنوں نے اسے ہسپتال میں منتقل کیا' جہاں اسے مردہ ہونے کے سبب لینے سے انکار کر دیا گیا، لوگ اسے دوسرے تیسرے ہسپتال میں بھی لے گئے لیکن سبھی جگہوں پر یقینی طور سے اسے مردہ قرار دیا گیا اور بتایا گیا کہ بلا کسی ظاہری چوٹ یا زخم کے اس شخص کی موت واقع ہو گئی ہے۔

اس سے بھی تعجب کی بات یہ ہے کہ جب اس دشمن اسلام کا پاؤں پھسلا تو ایک راہ گیر نے اسے بچانے کی کوشش کی' اور وہ بھی موت کے گھاٹ اتر گیا۔

یہاں یہ بتا دینا مناسب ہوگا کہ یہ پادری پہلے کرسچن تھا' پھر اسلام قبول کیا اور ایک مدت تک مسلمانوں کے درمیان رہا' اور اس کے ساتھ مسلمانوں جیسا سلوک کیا جاتا رہا' لیکن پھر خفیہ طور پر اسلام سے مرتد ہو گیا اور اللہ کے دین کا دشمن بن گیا' یہاں کہ (اللہ کی مشیت سے) اپنے کیفر کردار کو پہنچ گیا۔

جس پر آپ کے متبعین قائم و دائم ہیں، یہ آپ کے نبوت کی نشانیوں میں سے ہے۔ اسی طرح آپ کی لائی ہوئی شریعت اور وہ نشانیاں جنہیں اللہ تعالیٰ وقتاً فوقتاً آپ کی امت کے صالحین کے ہاتھوں کرامات کی شکل میں ظاہر فرماتا ہے، حجت و برہان کے ذریعہ آپ کے دین کا غلبہ، گزشتہ انبیاء کرام کی کتابوں میں موجود آپ کے اوصاف وغیرہ[1]۔ یہ ایک وسیع باب ہے جس کا میں احاطہ نہیں کرسکتا البتہ نبی کریم ﷺ کی نبوت کے اثبات کے سلسلہ میں حسب ذیل دو مطالب پر اکتفا کروں گا۔

پہلا مطلب: قرآن کریم کے معجزات

معجزہ کی لغوی تعریف: عربی زبان میں معجزہ اسے کہتے ہیں جس کے ذریعہ چیلنج کے وقت فریق مخالف کو عاجز کردیا جائے[2]۔

معجزہ کی اصطلاحی تعریف: معجزہ ایک ایسی خلاف عادت چیز کا نام ہے، جو بشر کو -خواہ فرداً فرداً ہوں یا متفق ہوکر- اپنے مثل چیز لانے سے عاجز کردے،

(۱) دیکھئے: الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح، ۴/ ۶۷ تا ۷۱۔

(۲) دیکھئے: القاموس المحیط، باب زاء، فصل عین، ص ۶۶۳۔

اسے اللہ تعالیٰ اس شخص پر ظاہر کرتا ہے جسے نبوت کے لئے منتخب فرماتا ہے، تاکہ اس کی صداقت اور اس کی رسالت کے حق ہونے پر دلیل بن سکے[1]۔

قرآن کریم محمد ﷺ پر نازل کردہ کلام الٰہی سب سے عظیم معجزہ ہے جو

(۱) دیکھئے: مناہل العرفان فی علوم القرآن، از امام زرقانی ۱/ ۶۶، والمعجم الوسیط، مادۃ عجز، ۲/ ۵۸۵ والارشاد إلى صحیح الاعتقاد، از شیخ صالح فوزان الفوزان ۲/ ۱۵۷۔

معجزہ اور کرامت کے درمیان فرق: یہ ہے کہ ''معجزہ'' ایک ایسی خلاف عادت شے کا نام ہے جس میں دعوائے نبوت اور بندوں کے لئے چیلنج شامل ہوتا ہے، جبکہ ''کرامت'' وہ خلاف عادت امر ہے جس میں دعوائے نبوت اور بندوں کے لئے چیلنج شامل نہیں ہوتا۔ البتہ کرامت اسی بندہ پر ظاہر ہوسکتی ہے جو ظاہر میں صالح اور نیک ہو، ساتھ ہی ساتھ صحیح عقیدہ وعمل کا حامل ہو۔ اب اگر منحرف اور عقیدہ وعمل میں گمراہ لوگوں کے ہاتھوں پر خلاف عادت امور ظاہر ہوں تو وہ (کرامت نہیں بلکہ) شیطانی شعبدہ بازیاں ہیں۔ اسی طرح اگر کسی ایسے انسان پر خلاف عادت امر ظاہر ہو جس کے عقیدہ وعمل کے بارے میں کوئی پتہ نہیں، تو اس کی حالت کو کتاب وسنت پر پیش کیا جائے گا، جیسا کہ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"إذا رأيتم الرجل يمشي على الماء ويطير في الهواء فلا تغتروا به حتى تعرضوا أمره على الكتاب والسنة".

کسی آدمی کو پانی پر چلتے ہوئے یا ہوا میں پرواز کرتے ہوئے دیکھ کر اس سے دھوکہ نہ کھاؤ، یہاں تک کہ اس کے معاملہ کو کتاب وسنت کی کسوٹی پر پرکھ لو۔

دیکھئے: شرح العقیدۃ الطحاویہ، ص ۵۱۰، وسیر اعلام النبلاء، ۱۰/ ۲۳، والاجوبۃ الاصولیۃ علی العقیدہ الواسطیہ، از شیخ السلمان، ص ۳۱۱۔

صدیوں اور زمانوں سے باقی ہے، قیامت تک تمام اگلوں پچھلوں کے لئے زندہ جاوید معجزہ ہے[1]، نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

"ما من الأنبياء نبي إلا أعطي من الآيات ما مثله آمن عليه البشر، وإنما كان الذي أوتيته وحياً أوحاه الله إلي، فأرجو أن أكون أكثرهم تابعاً يوم القيامة"[2]۔

ہر نبی کو ایسی (ظاہری) نشانیاں عطا کی جاتی تھیں جسے دیکھ کر لوگ ایمان لائیں، لیکن مجھے جو نشانی عطا کی گئی وہ ایک وحی ہے جسے اللہ میری طرف کرتا ہے، لہٰذا مجھے امید ہے کہ قیامت کے دن سب سے زیادہ امتی میرے ہوں گے۔

حدیث کا مفہوم یہ نہیں ہے کہ نبی کریم ﷺ کے معجزات قرآن کریم میں محصور ہیں، نہ ہی یہ مطلب ہے کہ آپ کو پچھلے انبیاء کی طرح حسی (ظاہری) معجزات نہیں دیئے گئے، بلکہ حدیث کا معنیٰ یہ ہے کہ قرآن کریم جیسا عظیم ترین

(۱) دیکھئے: الداعی إلی الاسلام، ازانباری، ص۳۹۳۔

(۲) صحیح بخاری مع فتح الباری، کتاب فضائل القرآن، باب کیف نزل الوحی، ۹/۳، وصحیح مسلم، کتاب الایمان، باب وجوب الایمان برسالۃ نبینا محمد ﷺ إلی جمیع الناس، ۱/۱۳۴۔

معجزہ آپ ﷺ کے ساتھ خاص ہے، کسی دوسرے نبی کو ایسا معجزہ نہیں دیا گیا؛ کیونکہ ہر نبی کو ایک خاص معجزہ دیا جاتا تھا جس سے اُس کی قوم کو چیلنج ہوتا تھا، اسی طرح ہر نبی کا معجزہ اس کی قوم کی حالت کے اعتبار سے ہوا کرتا تھا؛ اسی لئے چونکہ فرعون کی قوم میں جادو عام تھا اس لئے موسیٰ علیہ السلام جادوگروں کی صورت میں عصا لے کر آئے، لیکن وہ عصا جادوگروں کے سارے کرتبوں کو نگل جاتا تھا، بعینہ اسی طرح کسی اور نبی کا معجزہ نہ تھا۔

عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں طبابت اور اطباء کا بڑا زور اور چرچا تھا اس لئے وہ اسی قبیل کا ایسا معجزہ لیکر آئے جس سے اطباء حیران و ششدر رہ گئے، جیسے مردوں کو زندہ کرنا، پیدائشی اندھوں اور برص کی بیماری والوں کو شفایاب کرنا وغیرہ، یہ ساری چیزیں طبابت ہی کی جنس سے تھیں لیکن اس حد تک ان کی رسائی نہ ہوئی تھی۔

اسی طرح چونکہ اہل عرب فصاحت و بلاغت اور زبان دانی کے ماہر تھے، اس لئے اللہ نے ہمارے نبی ﷺ کو قرآن کریم جیسا عظیم معجزہ عطا فرمایا[1]، جس

(۱) دیکھئے: فتح الباری، ۹/۶، ۷ وشرح نووی علی صحیح مسلم، ۲/۱۸۸، واعلام النبوۃ، ازعلامہ ماوردی ص۵۳، واظہار الحق، ۲/۱۰۱۔

کے بارے میں ارشاد باری ہے:

﴿لا یأتیه الباطل من بین یدیه ولا من خلفه تنزیل من حکیم حمید﴾[1]۔

اس (قرآن کریم) کے پاس باطل پھٹک بھی نہیں سکتا، نہ اس کے آگے سے نہ اس کے پیچھے سے، یہ حکمتوں والے خوبیوں والے اللہ کی طرف سے نازل کردہ ہے۔

لیکن تمام معجزات میں قرآن کریم کے معجزہ کی ایک نمایاں امتیازی شان ہے، کیونکہ وہ صدیوں سے ایک زندہ جاوید دائمی حجت وبرہان کی شکل میں قائم ودائم ہے، جبکہ دیگر انبیاء کے معجزات کی تاثیر ان کی زندگیوں ہی میں ختم ہوگئی، اب صرف اُن کی خبریں باقی ہیں، لیکن قرآن کریم ہمیشہ ہمیش ٹھوس دلیل وبرہان کی شکل میں قائم رہے گا جیسے سننے والا رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے سن رہا ہو، اُس کی اِسی پیہمی وپائیداری کی بنا پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"فأرجو أن أكون أكثرهم تابعاً يوم القيامة"[2]۔

---

(۱) سورۃ فصلت:۴۲۔

(۲) دیکھئے: البدایۃ والنہایہ، ۶/۶۹، حدیث کی تخریج گزر چکی ہے۔

مجھے امید ہے کہ قیامت کے دن سب سے زیادہ امتی میرے ہوں گے۔

قرآن کریم ایک روشن معجزہ ہے جو کئی اعتبار سے اعجازی پہلوؤں پر مشتمل ہے، جیسے لفظ کے اعتبار سے، نظم ونسق کے اعتبار سے، معنیٰ پر لفظ کی دلالت میں بلاغت کے اعتبار سے، جن معانی کا وہ حکم دیتا ہے اسی طرح اللہ، اس کے اسماء وصفات اور اس کے فرشتوں وغیرہ کے تعلق سے جن معانی کی خبر دیتا ہے اس کے اعتبار سے، ان کے علاوہ دیگر بیشمار اعتبارات سے جسے ہر صاحب علم نے حسب توفیق واستطاعت ذکر کیا ہے[1]، میں اگلی سطور میں بطور مثال صرف چار پہلوؤں کے ذکر پر اکتفا کروں گا۔

پہلا پہلو: زبان وبیان میں بلاغی اعجاز

قرآن کریم کا ایک اعجازی پہلو اس کی زبان وبیان میں بلاغت اور غیر معمولی ترکیب ہے جس کے ذریعہ اس نے تمام جن وانس کو چیلنج کیا، اور وہ اس جیسا کلام لانے سے عاجز ودرماندہ رہ گئے، ارشاد باری ہے:

---

(۱) دیکھئے: الجواب الصحیح ۴/۷۴، ۷۵ واعلام النبوۃ از ماوردی، ص۵۳ تا ۷۰، والبدایۃ والنہایہ ۶/۵۴، ۶۵، والبرہان فی علوم القرآن، از امام زرکشی ۲/۹۰ تا ۱۲۴ ومناہل العرفان از زرقانی، ۲/۲۷۷ تا ۳۰۸۔

﴿قل لئن اجتمعت الإنس والجن على أن يأتوا بمثل هذا القرآن لا يأتون بمثله ولو كان بعضهم لبعض ظهيراً﴾[1]۔

کہہ دیجئے کہ اگر تمام انسان اور جنات مل کر اس قرآن کے مثل لانا چاہیں تو ان سب سے اس کے مثل لانا ناممکن ہے گو وہ آپس میں ایک دوسرے کے مددگار بھی بن جائیں۔

نیز ارشاد ہے:

﴿أم يقولون تقوله بل لا يؤمنون، فليأتوا بحديث مثله إن كانوا صادقين﴾[2]۔

کیا وہ یہ کہتے ہیں کہ اس نبی نے اس قرآن کو خود گھڑ لیا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ وہ ایمان نہیں لاتے ہیں۔ اگر وہ اس دعوے میں سچے ہیں تو ذرا اس جیسا کلام لا کر دکھائیں۔

اس چیلنج کے بعد سب عاجز ہو کر رہ گئے کسی نے چیلنج قبول کرنے کی ہمت نہ کی،

(۱) سورۃ الاسراء:۸۸۔

(۲) سورۃ الطّور:۳۳،۳۴۔

اللہ نے رسی کو ذرا ڈھیلا کرتے ہوئے دس سورتیں پیش کرنے کا چیلنج کیا، فرمایا:

﴿أم يقولون افتراه قل فأتوا بعشر سور مثله مفتريات وادعوا من استطعتم من دون الله إن كنتم صادقين﴾[1]۔

کیا یہ کہتے ہیں کہ اس قرآن کو اسی نے گھڑا ہے، کہہ دیجئے کہ پھر تم بھی اسی کے مثل دس سورتیں گھڑی ہوئی لے آؤ اور اللہ کے سوا جسے چاہو اپنے ساتھ بلا بھی لو اگر تم سچے ہو۔

لیکن وہ اس سے بھی عاجز ودرماندہ رہے، اللہ نے رسی کو مزید ڈھیلا کرتے ہوئے اُس کے مثل صرف ایک سورت پیش کرنے کا چیلنج کیا، فرمایا:

﴿أم يقولون افتراه قل فأتوا بسورة مثله وادعوا من استطعتم من دون الله إن كنتم صادقين﴾[2]۔

کیا یہ لوگ یوں کہتے ہیں آپ نے اس کو گھڑ لیا ہے؟ آپ کہہ دیجئے کہ تو پھر تم اس کے مثل ایک ہی سورت لے آؤ اور اللہ کے علاوہ جسے چاہو بلا لو، اگر تم سچے ہو۔

(۱) سورۃ ہود:۱۳۔

(۲) سورۃ یونس:۳۸۔

اس چیلنج کو اللہ نے ہجرت کے بعد مدینہ میں پھر دہرایا، چنانچہ فرمایا:

﴿وإن كنتم في ريب مما نزلنا على عبدنا فأتوا بسورة من مثله وادعوا شهداء كم من دون الله إن كنتم صادقين، فإن لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التي وقودها الناس والحجارة أعدت للكافرين﴾[۱]۔

ہم نے جو کچھ اپنے بندے پر اتارا ہے اس میں اگر تمہیں شک ہو اور تم سچے ہو تو اس جیسی ایک سورت تو بنا لاؤ، تمہیں اختیار ہے کہ اللہ کے سوا اپنے مددگاروں کو بھی بلا لو۔ اور اگر تم نے نہ کیا اور تم ہرگز نہیں کر سکتے تو جہنم کی اس آگ سے بچو جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں، جو کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔

فرمان باری **﴿فإن لم تفعلوا ولن تفعلوا﴾** کا مطلب یہ ہے کہ اگر تم ماضی میں یہ چیلنج قبول نہ کر سکے تو مستقبل میں بھی ہرگز اس کا جواب نہیں دے سکتے، اس طرح قرآن کا یہ چیلنج تا قیامت باقی رہے گا، مستقبل میں بھی کبھی یہ قرآن کے مثل ایک سورت لا کر پیش نہیں کر سکتے، جیسا کہ اللہ نے خبر دی اور مکہ

---

(۱) سورۃ البقرۃ: ۲۳، ۲۴۔

میں نبی کریم ﷺ کی زبانی یہ اعلان کروایا:

﴿قل لئن اجتمعت الإنس والجن على أن يأتوا بمثل هذا القرآن لا يأتون بمثله ولو كان بعضهم لبعض ظهيراً﴾[۱]۔

کہہ دیجئے کہ اگر تمام انسان اور جنات مل کر اس قرآن کے مثل لانا چاہیں تو ان سب سے اس کے مثل لانا ناممکن ہے گو وہ آپس میں ایک دوسرے کے مددگار بھی بن جائیں۔

اللہ عزوجل نے نبی کریم ﷺ کو حکم دے کر پوری مخلوق کے لئے یہ معجزانہ اعلان کروایا کہ سب کے سب متفق ہو کر اس جیسا قرآن نہیں لا سکتے خواہ ایک دوسرے کے معاون اور مددگار کیوں نہ ہو جائیں، یہ چیلنج پوری مخلوق کے لئے تھا اور قرآن سننے والے ہر شخص نے اس چیلنج کو سنا، ہر خاص وعام نے جانا، لیکن اس کا جواب نہ دے سکے، نہ ہی نبی کریم ﷺ کی بعثت لے کر آج تک ایک سورت لا سکے، قرآن کریم کا چیلنج ہنوز اسی طرح قائم ودائم ہے[۲]۔

---

(۱) سورۃ الاسراء: ۸۸۔

(۲) دیکھئے: الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح ۴/۷۱تا۷۷ والبدایۃ والنہایۃ ۶/۹۵۔

قرآن کریم ہزاروں معجزات پر مشتمل ہے کیونکہ اس میں ایک سو چودہ سورتیں ہیں اور کم سے کم ایک سورت لانے کے لئے چیلنج کیا گیا ہے، قرآن کریم کی سب سے چھوٹی سورت سورۃ الکوثر ہے جو چھوٹی چھوٹی تین آیات پر مشتمل ہے، قرآن کریم میں متفقہ طور پر چھ ہزار دوسو سے زیادہ آیات ہیں، اور چند آیات یا ایک لمبی آیت کے اعتبار سے الفاظ کی ترتیب کے مطابق سورۃ الکوثر ایک مکمل سورت ہے، معلوم ہوا کہ قرآن کریم نے صرف اتنی ہی مقدار سے پوری مخلوق کو چیلنج کیا ہے اور انہیں عاجز کر کے رکھ دیا ہے[1]۔

اس اعتبار سے قرآن کریم تمام ظاہری ومعنوی معجزات سے بے نیاز اور ان پر بھاری ہے، بشرطیکہ انسان کے پاس بابصیرت دل ہو یا کان لگائے اور دل و دماغ سے حاضر ہو۔

دوسرا پہلو: غیب کی خبروں کا اعجاز

قرآن کریم کا ایک اعجازی پہلو یہ ہے کہ وہ بیشمار غیب کی خبروں پر مشتمل ہے جس کے بارے میں محمد ﷺ کو کوئی علم نہ تھا، نہ ہی آپ کی طرح کسی فرد بشر

(۱) دیکھئے: استخراج الجدال من القرآن الکریم، از ابن نجم ص ۱۰۰، وفتح الباری ۶/۵۸۲، ومناہل العرفان از زرقانی ۱/۳۳۶، ۱/۲۳۱، ۲۳۲۔

کے لئے اس تک رسائی ممکن ہے، یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ قرآن کریم اس اللہ کا کلام ہے جس سے کوئی چیز مخفی و پوشیدہ نہیں، ارشاد ہے:

﴿وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ، وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ إِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِي ظُلُمَاتِ الْأَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِيْنٍ﴾[1]۔

اور اللہ تعالیٰ ہی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں انہیں اللہ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا، اور وہ تمام چیزوں کو جانتا ہے جو کچھ خشکی میں ہیں اور جو کچھ دریاؤں میں ہیں، اور کوئی پتہ نہیں گرتا مگر وہ اس کو بھی جانتا ہے، اور کوئی دانہ زمین کے تاریک حصوں میں نہیں پڑتا اور نہ کوئی تر اور نہ کوئی خشک چیز گرتی ہے مگر یہ سب کتاب مبین میں ہیں۔

غیب کی خبروں کی کئی قسمیں ہیں:

پہلی قسم: گزشتہ زمانہ کا غیب: جیسے (پچھلی قوموں کے) دل افروز واقعات اسی طرح گزشتہ زمانوں سے متعلق اللہ کی بتائی ہوئی تمام باتیں وغیرہ۔

(۱) سورۃ الانعام: ۵۹۔

دوسری قسم: موجودہ زمانہ کا غیب: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو موجودہ زمانہ کی بعض پوشیدہ چیزیں بتائیں جیسے منافقین کی نقاب کشائی' بعض غلطیاں جو بعض مسلمانوں سے سرزد ہوئیں اسی طرح دیگر باتیں جن کا علم صرف اللہ کو ہے اور اُس نے اپنے رسول کو اُن سے مطلع فرمایا۔

تیسری قسم: مستقبل کا غیب: اللہ نے اپنے رسول ﷺ کو بعض ایسی باتوں سے مطلع فرمایا جو ابھی واقع نہ ہوئی تھیں' پھر بعد میں بعینہ اسی طرح واقع ہوئیں جس طرح آپ نے خبر دی، یہ اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ قرآن اللہ کا کلام ہے اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں[1]۔

تیسرا پہلو: قوانین شریعت کا اعجاز

قرآن کریم ایسے مکمل اور جامع ہدایات لیکر آیا ہے جو ہر وقت اور ہر جگہ انسانیت کی تمام تر ضروریات کے لئے کافی وشافی ہیں' کیونکہ اسے نازل کرنے والی وہ ذات ہے جسے ہر چیز کا علم ہے' وہ انسانیت کا خالق اور ان کے

(۱) دیکھئے: الداعی الی الاسلام' از انباری ص ۴۲۴ تا ۴۲۸، واظہار الحق ۶۵ تا ۱۰۷، ومناہل العرفان ۲/۲۶۳، ومعالم الدعوۃ' از دیلمی ۱/۳۶۳ ۴۔ درحقیقت نبی کریم ﷺ نے بہت زیادہ غیبی امور کی خبریں دی ہیں، ملاحظہ فرمائیں: جامع الاصول' از علامہ ابن الاثیر ۱۱/ ۳۱۱ تا ۳۳۱۔

حق میں اچھے بُرے اور مفید ومضر کا خبر رکھنے والا ہے' اسی لئے جب کسی چیز کا حکم دیتا ہے تو وہ علم وحکمت کے اعلیٰ مرتبہ کا آئینہ دار ہوتی ہے' ارشاد ہے:

﴿ألا يعلم من خلق وهو اللطيف الخبير﴾[1]۔

کیا خود وہی نہیں جانتا جس نے پیدا کیا؟ پھر وہ باریک بین اور باخبر بھی ہے۔

اس کی مزید وضاحت اس وقت ہوتی ہے جب انسانی اصول وقوانین پر غور کیا جائے کہ یہ اصول وقوانین انسانی مشکلات کے حل اور حالات وظروف اور زمانہ کے شانہ بشانہ چلنے سے قاصر ہوتے ہیں' جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اُن کے وضع کرنے والے ہمیشہ ان میں تبدیلی اور کمی بیشی کرنے پر مجبور ہوتے ہیں' آج ایک قانون یا اصول بناتے ہیں کل اسے فرسودہ قرار دیتے ہیں' کیونکہ بلاشبہ انسان غلطی اور کمی کا مجموعہ ہے' نفوس انسانی کی گیرائیوں سے ناآشنا ہے' اسی طرح کل انسان کے حالات وظروف کیسے ہوں گے اور کونسی چیز ہر زمان و مکان میں پوری بشریت کے لئے موزوں اور مناسب ہوگی ان تمام باتوں کا اسے کوئی علم نہیں۔

(۱) سورۃ الملک:۱۴۔

یہ اس بات کی ظاہری اور عینی دلیل ہے کہ انسانیت ایسے اصول وقوانین لانے سے قاصر ہے جو پوری مخلوق کے لئے موزوں ہوں اور ان کی اخلاقی اصلاح کرسکیں، نیز یہ کہ قرآن کریم اللہ کا کلام ہے جو ہر عیب سے پاک، بندوں کی مصلحتوں کا ضامن اور دنیا وآخرت میں ان کے حالات کی بہتری کی ہر راہ کی رہنمائی کرنے والا ہے بشرطیکہ اس پر مضبوطی سے قائم رہیں اور اسی سے روشنی حاصل کریں[۱]، ارشاد باری ہے:

﴿إن هـذا الـقـرآن يهـدي للتي هي أقوم ويبشر المؤمنين الذين يعلمون الصالحات أن لهم أجراً كبيراً﴾[۲]۔

یقیناً یہ قرآن وہ راستہ دکھاتا ہے جو بہت ہی سیدھا ہے اور ایمان والوں کو جو نیک اعمال کرتے ہیں اس بات کی خوشخبری دیتا ہے کہ ان کے لئے بہت بڑا اجر ہے۔

(۱) دیکھئے: مناہل العرفان از زرقانی ۲/ ۲۴۷، واثر تطبیق الحدود فی المجتمع الاسلامی (امام محمد بن سعود یونیورسٹی کے زیر اہتمام اسلامی فقہ کانفرنس میں پیش کردہ مقالات کے ضمن) ص ۱۱۷، ومعالم الدعوۃ از دیلمی ۱/ ۴۲۶۔

(۲) سورۃ الاسراء: ۹۔

مجموعی طور پر قرآن کریم کی لائی ہوئی شریعت (اس کی تعلیمات) کا دار ومدار تین مصلحتوں پر ہے:

پہلی مصلحت: چھ چیزوں سے فساد و برائی کو دور کرنا[۱]: یعنی دین، جان، عقل، نسب، عزت وآبرو اور مال کی حفاظت کرنا۔

دوسری مصلحت: اچھائیوں اور بھلائیوں کا حصول[۲]: چنانچہ قرآن کریم نے ہر میدان میں بھلائیوں کے حصول کے دریچے کھولے ہیں اور ضرر رسانی کے ہر چور دروازہ کو بند کیا ہے۔

تیسری مصلحت: عمدہ اور اچھے اخلاق و عادات کا چلن: چنانچہ قرآن کریم نے تمام عالمی مشکلات کا ایسا اطمینان بخش حل پیش کیا، جس سے انسانیت عاجز ودرماندہ ہے اور دنیا وآخرت میں نوع انسانی کو مطلوب ہر ہر گوشہ میں مناسب قوانین وضع کئے اور نہایت سیدھے اور معتدل طریقہ سے اس کی رہنمائی فرمائی[۳]۔

(۱) یہ چیز اصولیوں کے یہاں ضروریات کے نام سے معروف ہے، دیکھئے: اضواء البیان ۳/ ۴۴۸۔

(۲) یہ چیز اصولیوں کے یہاں حاجیات کے نام سے معروف ہے، دیکھئے: اضواء البیان ۳/ ۴۴۸۔

(۳) دیکھئے: اضواء البیان ۳/ ۴۰۹ تا ۴۵۷، اس پہلو کو علامہ موصوف نے عقلی ونقلی دلائل سے واضح کیا ہے، جزاہ اللہ خیرا وغفرلہ۔

چوتھا پہلو: جدید سائنسی اعجاز

مستقبل کی غیب کی خبروں سے متعلق قرآنی اعجاز کی ایک جدید قسم بھی ہے جس کا انکشاف سائنس نے درج ذیل فرمان الٰہی کے مصداق موجودہ دور میں کیا ہے، ارشاد باری ہے:

﴿سنريهم آياتنا في الآفاق وفي أنفسهم حتى يتبين لهم أنه الحق أولم يكف بربك أنه على كل شيء شهيد﴾(۱)۔

عنقریب ہم انہیں اپنی نشانیاں آفاق عالم میں بھی دکھائیں گے اور خود ان کی اپنی ذات میں بھی، یہاں تک کہ ان پر کھل جائے کہ حق یہی ہے، کیا آپ کے رب کا ہر چیز سے واقف وآگاہ ہونا کافی نہیں۔

یقیناً ہمارے رب کا یہ وعدہ بعد کے زمانہ میں ثابت ہوا چنانچہ لوگوں نے اللہ کی نشانیوں کو آفاق عالم میں نہایت دقیق اور محیر العقول آلات اور مشینریوں کی شکل میں دیکھا، جیسے ہوائی جہاز، زمین دوز کشتیاں اور اس کے علاوہ دیگر جدید آلات ووسائل جسے انسان نے عصر حاضر میں دیکھا اور اس کا مالک ہوا...

(۱) سورۃ فصلت:۵۳۔

آخر آج سے چودہ سو پندرہ سال (۱) پہلے یہ غیب کی باتیں محمد ﷺ کو کس نے بتائیں؟ یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ قرآن کریم اللہ کا کلام ہے اور محمد ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں۔

اس سائنسی اعجاز کا انکشاف زمین، آسمان، سمندر، صحراء، انسان، حیوان، نباتات، درخت کیڑوں مکوڑوں وغیرہ سب میں ہوا، یہاں اس سلسلہ کی متعدد مثالیں ذکر کرنے کی گنجائش نہیں (۲)۔

دوسرا مطلب: نبی کریم ﷺ کے حسّی معجزات

نبی کریم ﷺ کے خارق عادت حسی وظاہری معجزات بہت زیادہ ہیں (۳)،

(۱) یہ تاریخ مولف حفظہ اللہ نے اصل کتاب کی تالیف کے وقت لکھی تھی۔ (مترجم)

(۲) قرآن کریم کے سائنسی اعجاز کی بکثرت مثالوں کے لئے ملاحظہ فرمائیں: مناہل العرفان فی علوم القرآن از زرقانی ۲/۲۷۸ تا ۲۸۴، وکتاب الایمان، از عبد المجید زندانی ص ۵۵ تا ۵۹، نیز کتاب التوحید از زندانی ۱/۴۷ تا ۷۷۔

(۳) شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''میں نے تقریباً ایک ہزار معجزات اکٹھا کئے ہیں''، دیکھئے: الفرقان بین اولیاء الرحمٰن واولیاء الشیطان، از ابن تیمیہ ص ۱۵۸۔
نبی کریم ﷺ کے معجزات بارہ سو سے زیادہ ہیں، ان کی تعداد تین ہزار بھی بتائی گئی ہے، دیکھئے: فتح الباری ۶/۵۸۳۔

میں ان کا احاطہ تو نہیں کرسکتا، البتہ ان میں سے بطور مثال مختصراً حسب ذیل نو قسموں کے ذکر پر اکتفا کروں گا۔

پہلی قسم: آسمانی معجزات:

۱- معجزۂ شق القمر: یہ نبی کریم ﷺ کی صداقت پر دلالت کرنے والے بنیادی معجزات میں سے ہے، چنانچہ جب اہل مکہ نے رسول اللہ ﷺ سے اس بات کا مطالبہ کیا کہ آپ انہیں کوئی نشانی (معجزہ) دکھائیں، تو آپ نے انہیں چاند کے دوٹکڑے کرکے دکھایا، یہاں تک کہ لوگوں نے کوہ حرا کو اُن دونوں ٹکڑوں کے درمیان دیکھا(۱)، ارشاد باری ہے:

﴿اقتربت الساعة وانشق القمر، وإن يروا آية يعرضوا ويقولوا سحر مستمر﴾(۲)۔

قیامت قریب آگئی اور چاند پھٹ گیا۔ یہ اگر کوئی معجزہ دیکھتے ہیں تو منہ پھیر لیتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ یہ پہلے سے چلا آتا ہوا جادو ہے۔

(۱) صحیح بخاری مع فتح الباری، کتاب مناقب الانصار، باب انشقاق القمر ۷/۱۸۲، ۶/۶۳۱، ۸/ ۶۱۷ وصحیح مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب انشقاق القمر ۴/ ۲۱۵۹۔

(۲) سورۃ القمر: ۱، ۲۔

۲- معجزۂ اسراء ومعراج: یعنی اسراء ومعراج کی شب نبی کریم ﷺ آسمانوں پر تشریف لے گئے، اس بارے میں قرآن کریم نے خبر دی ہے اور متواتر حدیثیں بھی وارد ہیں، ارشاد باری ہے:

﴿سبحا ن الذي أسرى بعبده ليلاً من المسجد الحرام إلى المسجد الأقصى الذي باركنا حوله لنريه من آياتنا إنه هو السميع البصير﴾(۱)۔

پاک ہے وہ اللہ جس نے اپنے بندے کو راتو رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ کی سیر کرائی، جس کے آس پاس ہم نے برکت عطا فرمائی ہے، تاکہ ہم انہیں اپنی قدرت کی بعض نشانیوں کا مشاہدہ کرائیں، یقیناً اللہ تعالیٰ خوب سننے والا، دیکھنے والا ہے۔

یہ آیت کریمہ نبی کریم ﷺ کے عظیم معجزات میں سے ہے کیونکہ آپ کو راتو رات بیت المقدس لیجایا گیا، آپ نے محدود وقت میں ایک لمبی مسافت طے کی، پھر وہاں سے آسمانوں کی سیر کرائی گئی، آپ ایک ایسی جگہ تک تشریف لے گئے جہاں آپ نے قلم کی آواز سنی، آپ نے جنت دیکھی، آپ پر نمازیں فرض

(۱) سورۃ الاسراء: ۱۔

کی گئیں اور پھر آپ صبح ہونے سے پہلے مکہ واپس آ گئے، واقعہ سن کر قریش نے آپ کو جھٹلایا اور آپ کی سچائی کو آزمانے کے لئے آپ سے نشانیاں طلب کیں، ان میں سے بیت المقدس کی نشانیاں بھی تھیں کیونکہ وہ جانتے تھے کہ آپ نے بیت المقدس پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو کھول کر آپ کی نگاہوں کے سامنے رکھ دیا، آپ نے انہیں بیت المقدس کی نشانیاں بتائیں اور اُن کے تمام سوالات کے جوابات دیدیئے(۱)۔

ان کے علاوہ دیگر آسمانی معجزات ہیں، جیسے آپ کی بعثت کے وقت ستاروں کے ذریعہ آسمان کی پہرہ داری وغیرہ۔

دوسری قسم: فضائی معجزات:

۱- اس سلسلہ کا ایک معجزہ یہ تھا کہ اللہ کے حکم سے بادل نبی کریم ﷺ کا تابع فرمان ہوجاتا تھا، چنانچہ آپ کی دعاء سے بادل آتا، بارش ہوتی اور پھر واپس چلا جاتا(۲)۔

(۱) صحیح بخاری مع فتح الباری، کتاب مناقب الانصار، باب حدیث الاسراء ۷/۱۹۶، وصحیح مسلم کتاب الایمان، باب ذکر المسیح ابن مریم والمسیح الدجال ۱/۱۵۶۔

(۲) صحیح بخاری مع فتح الباری، کتاب الجمعۃ، باب الاستسقاء فی الخطبۃ یوم الجمعۃ ۲/۴۱۳، ==

۲- اللہ تعالیٰ ہوا کے ذریعہ نبی کریم ﷺ کی مدد فرماتا تھا، جیسا کہ ارشاد باری ہے:

﴿إذ جاء تكم جنود فأرسلنا عليهم ريحاً وجنوداً لم تروها﴾(۱)۔

جب تمہارے پاس لشکر آئے تو ہم نے ان پر ہوا اور ایسی فوج بھیج دی جنہیں تم نے نہیں دیکھا۔

لشکروں پر اللہ نے جو ہوا بھیجی وہ بادصبا (پوربی ہوا) تھی، جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

"نصرت بالصبا وأهلكت عاد بالدبور"(۲)۔

بادصبا (پوربی ہوا) کے ذریعہ میری مدد کی گئی اور قوم عاد پچھمی ہوا سے ہلاک ہوئی۔ وغیرہ

== وصحیح مسلم کتاب الاستسقا، باب الدعاء فی الاستسقاء ۲/۶۱۴۔

(۱) سورۃ الاحزاب: ۹۔

(۲) صحیح مسلم، کتاب الاستسقاء، باب التعوذ عند رؤیۃ الریح والغیم والفرح بالمطر ۱/۶۱۶۔

تیسری قسم: جن وانس اور مویشیوں میں آپ کا تصرف:

یہ بڑا وسیع موضوع ہے، چند مثالیں حسب ذیل ہیں:

الف- انسانوں میں آپ کا تصرف:

۱- علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اپنی آنکھوں میں درد کے سبب سخت تکلیف سے دوچار تھے، رسول اللہ ﷺ نے ان کی آنکھوں میں تھوکا اور دعا فرمائی، جس سے آپ اس طرح شفایاب ہوگئے جیسے آنکھوں میں کوئی درد ہی نہ تھا(۱)۔

۲- عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ کی پنڈلی ٹوٹ گئی، رسول اللہ ﷺ نے اس پر ہاتھ پھیرا، تکلیف اس طرح جاتی رہی جیسے پنڈلی کبھی ٹوٹی ہی نہ تھی(۲)۔

۳- خیبر کے روز سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کی پنڈلی میں سخت چوٹ آئی، رسول اللہ ﷺ نے اس میں تین بار پھونکا، سلمہ رضی اللہ عنہ نے اس کے بعد کبھی تکلیف محسوس نہ کی(۳)۔

---

(۱) دیکھئے: صحیح بخاری، کتاب الجہاد، باب فضل من اسلم علی یدیہ رجل ۶/۱۴۴، وصحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب فضائل علی رضی اللہ عنہ ۴/۱۸۷۲۔

(۲) دیکھئے: صحیح بخاری مع فتح الباری کتاب المغازی، باب قتل ابی رافع ۷/۳۴۰۔

(۳) دیکھئے: حوالہ سابق کتاب المغازی، باب غزوۃ خیبر ۷/۴۷۵۔

ب- جن وشیاطین میں آپ کا تصرف:

۱- رسول اللہ ﷺ انسان پر سوار جن وشیاطین کو محض گفتگو کے ذریعہ نکال (اتار) دیتے تھے، چنانچہ فرماتے تھے:

"اخرج عدو الله، أنا رسول الله"(۱)۔

اللہ کے دشمن نکل! میں اللہ کا رسول ہوں۔

۲- رسول اللہ ﷺ نے عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کے سینے سے شیطان کو نکالا، چنانچہ آپ نے عثمان رضی اللہ عنہ کے سینہ پر تین مرتبہ اپنا ہاتھ مارا اور ان کے منہ میں تھوکا، اور فرمایا: "اخرج عدو الله" اللہ کے دشمن نکل! آپ نے تین بار اسی طرح کیا، اس کے بعد عثمان رضی اللہ عنہ کو کبھی شیطان نہ لگا(۲)۔

ج- مویشیوں میں آپ کا تصرف:

یہ چیز رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کئی بار پیش آئی، ایک بار ایک اونٹ آیا اور

---

(۱) مسند احمد ۴/۱۷۰ تا ۱۷۲، امام ہیثمی مجمع الزوائد (۹/۶) میں فرماتے ہیں: مسند احمد کی اس حدیث کے تمام راوی صحیح کے راوی ہیں۔

(۲) سنن ابن ماجہ، کتاب الطب، باب الفزع والارق وما یتعوذ منہ، (بسند حسن) ۲/۱۱۷۴، نیز دیکھئے: صحیح سنن ابن ماجہ ۲/۲۷۳۔

رسول اللہ ﷺ کا سجدہ کرنے لگا، یہ دیکھ کر آپ کے صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! جب مویشی اور درخت آپ کا سجدہ کرتے ہیں تو ہم اس بات کے زیادہ مستحق ہیں کہ آپ کا سجدہ کریں، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اعبدوا ربكم وأكرموا أخاكم، ولو كنت آمراً أحداً أن يسجد لأحدٍ لأمرت المرأة أن تسجد لزوجها..."[1]۔

اپنے رب کی عبادت کرو، اپنے بھائی کا احترام کرو، اگر میں کسی کو کسی کے سجدہ کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ اپنے شوہر کا سجدہ کرے۔

چوتھی قسم: درختوں، پھلوں اور لکڑیوں میں آپ کی تاثیر:

الف- درختوں میں آپ کی تاثیر:

۱- ایک دیہاتی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا دراں حالیکہ آپ سفر میں تھے، آپ نے اسے اسلام کی دعوت پیش کی، تو اُس دیہاتی نے کہا: جو آپ کہہ رہے ہیں اُس کی گواہی کون دے گا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "هذه السلمة"[2] یہ

---

(۱) مسند احمد ۶/۷۶، امام ہیثمی مجمع الزوائد (۹/۹) میں فرماتے ہیں: اس کی سند جید ہے، اس قسم کے دیگر معجزات کے لئے ملاحظہ فرمائیں: مسند احمد ۴/۱۷۰ تا ۱۷۲ و مجمع الزوائد از امام ہیثمی ۹/۳ تا ۱۲۔

(۲) "سلمہ" ایک صحرائی درخت کا نام ہے، دیکھئے: المصباح المنیر، مادہ "سلم" ۱/۲۸۶، ==

درخت! پھر رسول اللہ ﷺ نے وادی کے کنارہ پر واقع اُس درخت کو بلایا، وہ درخت زمین کو چیرتا پھاڑتا ہوا وہاں سے چل پڑا، اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ ﷺ نے اس سے تین مرتبہ گواہی طلب کی، اُس سے تین مرتبہ گواہی دی کہ آپ اپنی بات میں سچے ہیں، اور پھر اپنی جگہ پر واپس ہو گیا[1]۔

۲- رسول اللہ ﷺ ایک سفر میں تھے، آپ کو قضائے حاجت کی ضرورت پیش آئی، کوئی چیز نہ ملی جس سے پردہ پوشی ہو سکے، آپ نے درخت کی ایک ٹہنی پکڑی اور اس سے فرمایا: "انقادي علي بإذن الله" اللہ کے حکم میرے تابع ہو جا، وہ درخت نکیل زدہ اونٹ کی مانند آپ کے تابع ہو گیا، پھر آپ دوسرے درخت کے پاس آئے، اس کے ساتھ بھی اسی طرح کیا اور کہا، پھر آپ نے ان دونوں کو ایک ساتھ مل جانے کا حکم دیا، دونوں درخت مل کر ایک ہو گئے، پھر قضائے حاجت کے بعد دونوں درخت اپنی اصلی حالت پر پلٹ کر اپنی اپنی جگہ جا کھڑے ہوئے[2]۔

== ومختار الصحاح، مادہ "سلم" ص ۱۳۱۔

(۱) سنن دارمی (مقدمہ) باب ما اکرم اللہ نبیہ من ایمان الشجر بہ والبھائم والجن، ۱/۱۷، اور اس کی سند صحیح ہے، نیز دیکھئے: مشکاۃ المصابیح، ۳/۱۶۶۶ حدیث (۵۹۲۵)۔

(۲) دیکھئے: صحیح مسلم، کتاب الزہد والرقائق، باب حدیث جابر الطّویل وقصۃ ابی الیسر ۴/۲۳۰۶۔

ب- پھلوں میں آپ کی تاثیر:

ایک دیہاتی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: میں کیسے یقین کروں کہ واقعی آپ اللہ کے نبی ہیں؟ آپ نے فرمایا: "**إن دعوت هذا العذق من النخلة أ تشهد أني رسول الله؟**" اگر میں کھجور کے اِس خوشہ کو یہاں بلالوں، تو کیا تم گواہی دو گے کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ پھر آپ نے اسے بلایا، چنانچہ کھجور کا وہ خوشہ درخت سے اتر کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گیا، پھر آپ نے اس سے کہا: "ارجع" واپس ہو جاؤ، تو وہ اپنی جگہ پر واپس چلا گیا، یہ منظر دیکھ کر دیہاتی مسلمان ہو گیا[1]۔

ج- لکڑیوں میں آپ کی تاثیر:

رسول اللہ ﷺ مدینہ میں جمعہ کے روز کھجور کے ایک تنہ کے سہارے خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے، پھر جب آپ کے لئے منبر بنا دیا گیا اور آپ اُس پر چڑھ کر خطبہ دینے لگے، تو وہ کھجور کا وہ تنہ ایسے چیخنے لگا جیسے چھوٹا بچہ چیختا ہے، {اور رسول اللہ ﷺ کے فراق کے غم سے ایسے بلبلانے لگا جیسے گائے آواز نکالتی ہے،

(۱) جامع ترمذی، کتاب المناقب، باب حدثنا عباد، ۵/۵۹۴، ومسند احمد ۱/۱۲۳ ومستدرک حاکم، اور انہوں نے اسے امام مسلم کی شرط پر صحیح قرار دیا ہے، اور امام ذہبی نے ان کی موافقت فرمائی ہے ۲/۶۲۰۔

تو رسول اللہ ﷺ نے اسے اپنے سینہ سے لگایا- وہ کراہ رہا تھا- اور اسے سہلاتے رہے، یہاں تک کہ وہ خاموش ہو گیا}[1]۔

پانچویں قسم: پہاڑوں اور پتھروں وغیرہ میں آپ کی تاثیر:

الف- پہاڑوں میں آپ کی تاثیر:

رسول اللہ ﷺ کوہ اُحد پر چڑھے، آپ کے ساتھ ابوبکر صدیق، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم بھی تھے، کوہ اُحد لرزنے لگا، رسول اللہ ﷺ نے اُس پر اپنا پیر مارا اور فرمایا:

"اثبت أحد فإنما عليك نبي وصديق وشهيدان"[2]۔

اُحد ٹھہر جا! کیونکہ تیرے اوپر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔

(۱) صحیح بخاری مع فتح الباری، کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ فی الاسلام ۶/۶۰۲، بین القوسین کے الفاظ مسند احمد کے ہیں، ۲/۱۰۹۔

(۲) صحیح بخاری مع فتح الباری، کتاب فضائل الصحابۃ، باب قولہ ﷺ: لوکنت متخذاً خليلاً.. ۷/۲۲، ۴۰، ۷/۵۳۔

ب- پتھروں میں آپ کی تاثیر:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"إني لأعرف حجراً بمكة كان يسلم علي قبل أن أبعث، إني لأعرفه الآن"(۱)۔

میں مکہ کے ایک پتھر کو جانتا ہوں جو بعثت سے پہلے مجھے سلام کیا کرتا تھا، میں اب بھی اسے جانتا ہوں۔

ج- زمین کی مٹی میں آپ کی تاثیر:

جب رسول اللہ ﷺ جنگ حنین میں تھے اور گھمسان کی جنگ ہونے لگی، تو آپ اپنے خچر سے اترے اور ایک مٹھی مٹی لی، اور اسے کفار کے چہروں کی طرف پھینکتے ہوئے فرمایا: "شاهت الوجوه" چہرے بگڑ جائیں، چنانچہ وہ ایک مٹھی مٹی اُن میں سے ہر شخص کے آنکھوں میں بھر گئی، آخر اللہ نے انہیں شکست دی اور رسول اللہ ﷺ نے اُن کا مال غنیمت مسلمانوں میں تقسیم فرمایا(۲)۔

---

(۱) صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب فضل نسب النبی ﷺ وتسلیم الحجر علیہ قبل النبوۃ، ۴/۱۷۸۲۔

(۲) صحیح مسلم، کتاب الجہاد والسیر باب غزوۃ حنین، ۳/۱۴۰۲، اس قسم کی چیز بدر میں بھی پیش آئیں۔

چھٹی قسم: پانی کا چشمہ بہانا اور کھانے، پینے اور پھلوں میں اضافہ:

الف- پانی کا ابل پڑنا اور پینے کی اشیاء میں برکت:

اس قسم کا معجزہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بہت زیادہ پیش آیا(۱)، چند مثالیں حسب ذیل ہیں:

۱- حدیبیہ میں کو لوگوں کو پیاس کی شدت محسوس ہوئی، رسول اللہ ﷺ نے پیالہ میں اپنا دست مبارک رکھا، آپ کی انگلیوں کے درمیان سے چشمہ کے مثل پانی ابلنے لگا، لوگوں نے پیا اور وضو کیا، جابر سے کسی نے پوچھا: آپ کتنے لوگ تھے؟ انہوں نے جواب دیا: ویسے تو ہم پندرہ سو لوگ تھے، لیکن اگر ایک لاکھ بھی ہوتے تو پانی ہمارے لئے کافی ہوتا(۲)۔

۲- رسول اللہ ﷺ تبوک تشریف لائے، آپ نے دیکھا کہ اس کا چشمہ

---

(۱) دیکھئے: صحیح بخاری مع فتح الباری، کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ فی الاسلام ۶/۵۸۰، حدیث (۳۵۷۱ تا ۳۵۷۷)، وصحیح مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ، باب قضاء الصلاۃ الفائتۃ واستحباب تعجیل قضائھا، ۱/۴۷۱ تا ۴۷۷، وجامع الاصول از ابن الاثیر ۱۱/۳۳۴ تا ۳۵۱۔

(۲) صحیح بخاری مع فتح الباری، کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ ۶/۵۸۱، ۷/۴۴۱، ۴۴۳، ۱۰/۱۰۱، وصحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب استحباب مبایعۃ الامام الجیش عند ارادۃ القتال ۳/۱۴۸۴۔

جوتے کے تسمہ کی مانند ہے (یعنی اس سے بہت تھوڑا تھوڑا پانی بہہ رہا ہے) بہر حال آپ کے لئے چلو کے ذریعہ تھوڑا تھوڑا پانی جمع کیا گیا' آپ نے اس میں اپنا دونوں ہاتھ اور چہرۂ مبارک دھویا' پھر اُس پانی کو اُسی چشمہ میں ڈال دیا' یکا یک چشمہ سے زوردار پانی ابلنے لگا' اور وہ چشمہ آج تک باقی ہے [(۱)]۔

۳- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور دودھ کے پیالہ کا واقعہ' کہ ایک پیالہ دودھ میں اتنی برکت ہوئی کہ مسلمانوں کے تمام مہمانوں (یعنی اصحاب صفہ) کے لئے کافی ہو گیا اور سبھی شکم سیر ہو گئے [(۲)]۔

ب- رسول اللہ ﷺ کی برکت سے کھانے میں بے پناہ اضافہ:

۱- رسول اللہ ﷺ اپنے چودہ سو صحابۂ کرام کیساتھ کسی غزوہ میں تھے' بھوک کے سبب سب بڑی مشقت سے دوچار ہو گئے' چنانچہ نبی کریم ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ اُن کے پاس جو کچھ بھی ہے ایک جگہ جمع کریں اور دسترخوان بچھائیں' کھانا بہت تھوڑا تھا لیکن اللہ نے اُس میں اس قدر برکت دی کہ سبھوں

---

(۱) صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب معجزات النبی ﷺ، ۱۷۸۴/۴۔

(۲) صحیح بخاری مع فتح الباری، کتاب الرقاق، باب کیف کان یعیش النبی ﷺ واصحابہ و تخلیهم عن الدنیا، ۲۸۱/۱۱۔

نے آسودہ ہو کر کھایا اور باقی ماندہ حصہ اپنے برتنوں میں محفوظ بھی کر لیا [(۱)]۔

۲- غزوۂ خندق میں نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابۂ کرام نے مسلسل تین روز تک کوئی چیز نہ چکھی' یہاں تک کہ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے ایک بکری ذبح کی' اور ان کی بیوی نے ایک صاع جو کا آٹا گوندھا' پھر جابر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کو دعوت دی' نبی کریم ﷺ نے اس تھوڑے سے کھانے پر تمام اہل خندق کو بلا لیا' پھر آپ ﷺ تشریف لائے اور گوندھے ہوئے آٹے میں تھوکا اور برکت کی دعا فرمائی' اسی طرح گوشت کی ہانڈی میں بھی تھوکا اور برکت کی دعا کی، جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اہل خندق کی تعداد ایک ہزار تھی، اللہ کی قسم سبھوں نے شکم سیر ہو کر کھایا اور باقی بھی چھوڑ گئے، ہماری ہانڈی اسی طرح کھولتی رہی اور گوندھے ہوئے آٹے سے روٹی اسی طرح پکائی جاتی رہی [(۲)]۔ یہ بڑا وسیع باب ہے جس کا شمار ممکن نہیں۔

---

(۱) صحیح بخاری مع فتح الباری کتاب الجہاد، باب حمل الزاد فی الغزو، ۱۲۹/۶ و صحیح مسلم، کتاب اللقطہ، باب استحباب خلط الازواد إذا قلت ۱۳۵۴/۳۔

(۲) صحیح بخاری مع فتح الباری، کتاب المغازی، باب غزوة الخندق، ۳۹۵/۷، ۳۹۶ و صحیح مسلم، کتاب الاشربہ، باب جواز استتباع غیرہ إلی دار من یثق برضاہ بذلک، ۱۶۱۰/۳۔

ج- پھلوں اور غلوں میں برکت:

۱- ایک شخص کھانے کی چیز مانگنے کے لئے نبی کریم ﷺ کی خدمت حاضر ہوا، آپ نے اسے آدھا وسق جو عطا فرمایا، وہ شخص اسے لے گیا اور وہ اس کے اہل خانہ کچھ دنوں تک اسے کھاتے رہے، یہاں تک کہ ایک دن اُس نے اسے تولا (جس سے وہ ختم ہوگیا)، اس نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آکر واقعہ بیان کیا، تو آپ نے فرمایا:

"لو لم تكله لأكلتم منه ولقام لكم"(۱)۔

اگر تم نے اسے تولا نہ ہوتا تو اُسے کھاتے رہتے اور وہ بدستور باقی رہتا۔

۲- جابر رضی اللہ عنہ کے والد قرض کے بوجھ سے گراں بار تھے، اور ان کے کھجور کے درختوں پر جو پھل تھے اس سے سالوں قرض ادا نہ ہوسکتا تھا، چنانچہ جابر رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کو بلانے آئے تاکہ آپ تولنے کے وقت حاضر رہیں، آپ ﷺ تشریف لائے اور کھلیان کے گرد ایک چکر لگایا، پھر جابر رضی اللہ عنہ کو تولنے کا حکم دیا، جابر رضی اللہ عنہ کھجوریں تولتے رہے یہاں تک کہ تمام قرض خواہوں کا حق ادا ہوگیا، جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میرا کھجور ایسے ہی

---

(۱) صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب معجزات النبی ﷺ، ۴/۱۷۸۴۔

باقی رہا جیسے اس میں کوئی کمی واقع نہ ہوئی ہو(۱)۔

ساتویں قسم: فرشتوں کے ذریعہ آپ کی تائید ونصرت:

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی اور اپنے دین کی نصرت کے لئے کئی مواقع پر رسول اللہ ﷺ کی فرشتوں کی ذریعہ مدد فرمائی، چند مثالیں حسب ذیل ہیں:

۱- ہجرت کے موقع پر: ارشاد باری ہے:

﴿فأنزل الله سكينته عليه وأيده بجنود لم تروها وجعل كلمة الذين كفروا السفلى وكلمة الله هي العليا﴾(۲)۔

اللہ تعالیٰ نے اُن پر اپنا سکون نازل فرمایا اور ایسے لشکروں سے ان کی مدد کی جنہیں تم نے دیکھا ہی نہیں، اور اللہ نے کافروں کے کلمہ کو پست کردیا اور بلند وبالا تو اللہ ہی کا کلمہ ہے۔

۲- غزوۂ بدر میں: ارشاد باری ہے:

﴿إِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ أَنِّي مُمِدُّكُمْ بِأَلْفٍ

---

(۱) صحیح بخاری مع فتح الباری، کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ، ۶/ ۵۸۷، ۷/ ۳۵۷، نیز روایات حدیث کی شرح ملاحظہ کیجئے: فتح الباری ۶/۵۹۳۔

(۲) سورۃ التوبہ: ۴۰۔

مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُرْدِفِيْنَ﴾(۱)۔

اس وقت کو یاد کرو جب تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے، پھر اللہ نے تمہاری فریاد سن لی کہ میں تم کو ایک ہزار فرشتوں سے مدد دوں گا، جو لگاتار چلے آئیں گے۔

۳- غزوۂ احد میں: غزوۂ احد میں جبریل ومکائیل علیہما السلام نے نبی کریم ﷺ کے دائیں اور بائیں جانب سے کافروں سے مقابلہ کیا(۲)۔

۴- غزوۂ خندق میں: اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿إِذْ جَاءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحاً وَّجُنُوْداً لَّمْ تَرَوْهَا﴾(۳)۔

جب تمہارے مقابلہ کو فوجیں آئیں تو ہم نے ان کے اوپر تیز وتند آندھی اور ایسے لشکر بھیجے جنھیں تم نے دیکھا ہی نہیں (یعنی فرشتے)۔

---

(۱) سورۃ الانفال:۹۔

(۲) صحیح بخاری مع فتح الباری، کتاب المغازی، باب اذا ہمت طائفتان..، ۷/۳۵۸ وصحیح مسلم کتاب الفضائل، باب قتال جبریل ومیکائیل علیہما السلام عن النبی ﷺ یوم احد، ۴/۱۸۰۲۔

(۳) سورۃ الانفال:۹

۵- غزوۂ بنی قریظہ میں: جب غزوۂ خندق سے واپس آکر رسول اللہ ﷺ نے ہتھیار اتار دیئے اور غسل فرمایا، تو جبریل امین علیہ السلام تشریف لائے اور آپ سے فرمایا: اے اللہ کے رسول! آپ نے ہتھیار اتار دیئے؟ اللہ کی قسم ابھی ہم نے ہتھیار نہیں اتارے! آئیے چلیں، آپ ﷺ نے پوچھا: کہاں کا رخ ہے! جبریل علیہ السلام نے اشارہ کرتے ہوئے بتایا: بنوقریظہ کا، چنانچہ نبی کریم ﷺ اُن کی سرکوبی کے لئے نکلے اور اللہ نے اُن کے خلاف آپ کی مدد فرمائی(۱)۔

۶- غزوۂ حنین میں: ارشاد باری ہے:

﴿ثم أنزل الله سكينته على رسوله وعلى المؤمنين وأنزل جنوداً لم تروها وعذب الذين كفروا وذلك جزاء الكافرين﴾(۲)۔

پھر اللہ نے اپنے رسول اور مومنوں پر اپنا سکون نازل فرمایا اور ایسے

---

(۱) صحیح بخاری مع فتح الباری، کتاب المغازی، باب مرجع النبی ﷺ من الاحزاب، ۷/۴۰۷ وصحیح مسلم، کتاب الجہاد باب جواز قتال من نقض العہد ۳/۱۳۸۹۔

(۲) سورۃ التوبہ:۲۶۔

لشکر اتارے جنہیں تم نے نہیں دیکھا اور کافروں کو عذاب دیا، اور کافروں کا یہی بدلہ ہے۔

آٹھویں قسم: آپ کے دشمنوں کے خلاف اللہ کی کفایت اور لوگوں کے شر سے آپ کی حفاظت:

یہ قسم محمد ﷺ کی صداقت کے عظیم دلائل میں سے ہے، چند مثالیں حسب ذیل ہیں:

۱- مشرکین اور مذاق اڑانے والوں کے شر سے اللہ کی کفایت، چنانچہ وہ آپ ﷺ کو کسی قسم کا نقصان نہ پہنچا سکے، ارشاد باری ہے:

﴿فاصدع بما تؤمر وأعرض عن المشركين، إنا كفيناك المستهزئين﴾[1]۔

پس آپ اس حکم کو جو آپ کو کیا جا رہا ہے کھول کر سنا دیجئے اور مشرکوں سے منہ پھیر لیجئے۔ جو لوگ آپ کا مذاق اڑاتے ہیں اُن کی سزا کے لئے ہم کافی ہیں۔

(۱) سورۃ الحجر:۹۴،۹۵۔

۲- اہل کتاب کے شر سے اللہ کی کفایت، ارشاد ہے:

﴿فإن آمنوا بمثل ما آمنتم به فقد اهتدوا وإن تولوا فإنما هم في شقاق فسيكفيكهم الله وهو السميع العليم﴾[1]۔

اگر وہ تم جیسا ایمان لائیں تو ہدایت پائیں، اور اگر منہ موڑیں تو وہ صریح اختلاف میں ہیں، اللہ تعالیٰ ان سے عنقریب آپ کی کفایت کرے گا، اور وہ خوب سننے اور جاننے والا ہے۔

۳- اللہ تعالیٰ نے تمام لوگوں کے شر سے آپ کی حفاظت فرمائی، ارشاد ہے:

﴿يا أيها الرسول بلغ ما أنزل إليك من ربك وإن لم تفعل فما بلغت رسالته والله يعصمك من الناس﴾[2]۔

اے رسول! آپ کے رب کی جانب سے جو چیز آپ پر تاری گئی ہے، اسے لوگوں تک پہنچائیے، اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے اللہ کا پیغام نہ پہنچایا، اور اللہ تعالیٰ تمام لوگوں سے آپ کی حفاظت فرمائے گا۔

یہ عمومی اعلان ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام لوگوں سے آپ کی حفاظت فرمائے گا،

(۱) سورۃ البقرۃ:۱۳۷۔

(۲) سورۃ المائدۃ:۶۷۔

اور آیت میں مذکور تینوں باتیں اللہ کے وعدے کے مطابق من وعن ثابت ہوئیں، چنانچہ آپ کے دشمنوں کے خلاف اللہ نے خلاف معمول عجیب وغریب طریقوں سے آپ کی کفایت کی، دشمنوں کی کثرت وقوت اور غلبہ کے باوجود اُن کے خلاف آپ کی مدد فرمائی اور اُن سے ناقابل فراموش انتقام لیا۔

اس سلسلہ کا ایک واقعہ یہ ہے کہ ایک عیسائی شخص مسلمان ہوا اور سورۂ بقرہ و سورۂ آل عمران پڑھا، وہ آپ ﷺ کے خطوط وغیرہ بھی لکھتا تھا، پھر مرتد ہو کر عیسائی ہو گیا، اور وہ یہ کہتا تھا کہ میں جو لکھتا ہوں اس کے علاوہ محمد ﷺ کو کچھ بھی پتہ نہیں چلتا، بہر حال پھر اس کی موت ہوئی، اس کی قوم کے لوگوں نے اسے دفنایا، لیکن ہوا یہ کہ زمین نے اسے باہر نکال دیا، لوگوں نے گہری قبر کھودی اور دوبارہ دفنایا، زمین نے پھر اسے باہر نکال پھینکا، لوگوں نے اور گہری قبر کھودی اور پھر دفنایا، زمین نے پھر اسے باہر نکال پھینکا، اب لوگوں نے جان لیا کہ یہ کوئی انسانی کام نہیں ہے (بلکہ اللہ کا عذاب ہے) لہٰذا اسے یونہی قبر سے باہر پڑا چھوڑ دیا[۱]۔

(۱) صحیح بخاری مع فتح الباری، کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ ۶/۶۲۴، وصحیح مسلم کتاب صفات المنافقین ۴/۲۱۴۵ حدیث (۲۷۸۱)۔

نویں قسم: آپ ﷺ کی دعاؤں کی قبولیت:

رسول اللہ ﷺ نے جو دعائیں فرمائیں اور ان کی قبولیت کا مشاہدہ روز روشن کی طرح کیا گیا، بے شمار ہیں، یہاں ان میں سے اکثر کے ذکر کرنے کی گنجائش نہیں، چند دعائیں بطور مثال درج ذیل ہیں:

۱- نبی کریم ﷺ نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے لئے دعاء کرتے ہوئے فرمایا:

"اللهم أكثر ماله، وولده، وبارك له فيما أعطيته [۱]، {وأطل حياته، واغفر له} [۲]۔

اے اللہ انہیں زیادہ مال اور خوب اولاد عطا فرما، اور انہیں جو کچھ عطا کر اس میں برکت دے، انہیں لمبی زندگی دے، اور ان کی بخشش فرما۔

انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں (نبی کریم ﷺ کی دعاء کے نتیجے میں) اللہ کی

(۱) صحیح بخاری مع فتح الباری، کتاب الصیام، باب من زار قوماً فلم یفطر عندھم ۴/ ۲۲۸، ۱۱/۱۴۴ وصحیح مسلم فضائل الصحابہ، باب فضل انس رضی اللہ عنہ ۴/ ۱۹۲۸۔

(۲) الادب المفرد، از امام بخاری، حدیث (۶۵۳) نیز دیکھئے: فتح الباری ۱۱/۱۵۴، وسیر اعلام النبلاء، از امام ذہبی ۲/۲۱۹۔

قسم! میرے پاس بہت زیادہ مال ہے، اور میری اولاد اور اُن کے بچوں کی تعداد آج تقریباً سو کے قریب ہے (۱)۔

اور میری بیٹی امینہ نے مجھے بتایا کہ حجاج کے بصرہ آنے کے وقت تک میری ایک سو بیس سے زائد صلبی اولاد دفن ہو چکی تھی (۲)۔

اور انس رضی اللہ عنہ کے پاس ایک ایسا باغ تھا جس میں سال میں دو مرتبہ پھل لگتا تھا، اور اس میں ایک پھول تھا جس سے مشک کی خوشبو آتی تھی (۳)۔

۲- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی والدہ کی ہدایت کے لئے آپ نے دعاء فرمائی تو اللہ نے انہیں فوراً ہدایت عطا فرمائی اور وہ مسلمان ہو گئیں (۴)۔

۳- عروہ بن ابو الجعد بارقی رضی اللہ عنہ کے لئے دعاء کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

---

(۱) صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابہ، باب فضل انس رضی اللہ عنہ ۴/ ۱۹۲۹۔

(۲) صحیح بخاری مع فتح الباری، کتاب الصیام، باب من زار قوما فلم یفطر عندھم ۴/ ۲۲۸۔

(۳) جامع ترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب انس رضی اللہ عنہ ۵/ ۶۸۳، نیز دیکھئے: صحیح سنن ترمذی ۳/ ۳۳۴۔

(۴) صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابہ، باب فضل ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ ۴/ ۱۹۳۸۔

"اللهم بارك له في صفقة يمينه".

اے اللہ! انہیں ان کے ہاتھ کے سودے میں برکت عطا فرما۔

چنانچہ وہ کوفہ میں کھڑے ہوتے اور اپنے گھر واپس ہونے سے پہلے چالیس ہزار کا نفع کما لیتے (۱) اور اگر وہ مٹی خریدتے تو انہیں اس میں بھی نفع ہوتا (۲)۔

۴- نبی کریم ﷺ نے اپنے بعض دشمنوں کے لئے بددعا فرمائی تو فوراً قبول ہوئی، جیسے ابو جہل، امیہ، عقبہ اور عتبہ وغیرہ (۳)۔

۵- اسی طرح آپ ﷺ نے غزوۂ بدر کے موقع پر، غزوۂ حنین کے موقع پر اور سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ وغیرہ کے لئے بددعا فرمائی (جو فوراً قبول ہوئی) اور اس طرح کی مثالیں بے شمار ہیں (۴)۔

---

(۱) مسند احمد بن حنبل ۴/ ۳۷۶۔

(۲) صحیح بخاری مع فتح الباری، کتاب المناقب، باب حدثنا محمد بن المثنی ۶/ ۶۳۲۔

(۳) دیکھئے: فتح الباری مع صحیح بخاری ۱/ ۳۴۹، وصحیح مسلم ۳/ ۱۴۱۸۔

(۴) دیکھئے: یوم بدر کی دعاء: صحیح مسلم، کتاب الجہاد والسیر، باب الامداد بالملائکہ فی غزوۃ بدر، ۳/ ۱۳۸۴۔ یوم حنین کی دعاء: صحیح مسلم، کتاب الجہاد والسیر، باب غزوۃ الطائف، ۳/ ۱۴۰۲۔ ==

حقیقت یہ ہے کہ ایک عقلمند اور انصاف پسند شخص ان معجزات اور روشن دلائل کے سامنے حیرت زدہ اور مبہوت ہوکر رہ جائے گا، اور اس کے پاس اس کے علاوہ کوئی چارۂ کار نہ ہوگا کہ ''أشهد أن لا إله إلا الله وأن محمداً رسول الله ﷺ'' کہہ کر حلقہ بگوش اسلام ہوجائے۔

مبحث چہارم: امت پر نبی کریم ﷺ کے حقوق

۱- رسول اللہ ﷺ پر سچا ایمان اور آپ کی لائی ہوئی شریعت میں آپ کی تصدیق، ارشاد باری ہے:

﴿فآمنوا بالله ورسوله والنور الذي أنزلنا والله بما تعملون خبير﴾(۱)۔

تو تم اللہ پر، اس کے رسول پر اور اس نور پر ایمان لاؤ جسے ہم نے نازل فرمایا ہے، اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے باخبر ہے۔

== سراقہ بن مالک کا واقعہ: صحیح بخاری مع فتح الباری، کتاب مناقب الانصار، باب ہجرۃ النبی ﷺ وأصحابہ إلی المدینۃ، ۷/ ۲۳۸، نیز دیکھئے: ص ۱۷۵، ۱۷۹۔

(۱) سورۃ التغابن: ۸۔

نیز ارشاد ہے:

﴿فآمنوا بالله ورسوله النبي الأمي الذي يؤمن بالله وكلماته واتبعوه لعلكم تهتدون﴾(۱)۔

تو تم اللہ پر اور اس کے اُس رسول پر ایمان لاؤ جو امی نبی ہیں، جو اللہ اور اس کے کلمات پر ایمان رکھتے ہیں، اور انہی کی اتباع کرو تا کہ تم ہدایت یاب ہوجاؤ۔

نیز ارشاد ہے:

﴿يا أيها الذين آمنوا اتقوا الله وآمنوا برسوله يؤتكم كفلين من رحمته ويجعل لكم نوراً تمشون به ويغفر لكم والله غفور رحيم﴾(۲)۔

اے مومنو! اللہ سے ڈرتے رہا کرو اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اللہ تمہیں اپنی رحمت کا دوہرا حصہ دے گا اور تمہیں نور دے گا جس کی روشنی میں چلو پھرو گے اور تمہارے گناہ بھی معاف فرمادے گا، اللہ

(۱) سورۃ الاعراف: ۱۵۸۔

(۲) سورۃ الحدید: ۲۸۔

بخشنے والا مہربان ہے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿ومن لم يؤمن بالله ورسوله فإنا أعتدنا للكافرين سعيراً﴾(۱)۔

جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان نہ لائے تو بیشک ہم نے کافروں کے لئے بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے۔

اور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

"أمرت أن أقاتل الناس حتىٰ يشهدوا أن لا إله إلا الله ويؤمنوا بي وبما جئت به"(۲)۔

مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے لڑتا رہوں یہاں تک کہ وہ اس بات کی شہادت دیدیں کہ اللہ کے سوا کوئی حقیقی معبود نہیں، اور مجھ پر اور میری لائی ہوئی شریعت پر ایمان لے آئیں۔

نبی کریم ﷺ پر ایمان لانے کا مفہوم یہ ہے کہ آپ کی نبوت کی تصدیق کی

(۱) سورۃ الفتح:۱۳۔

(۲) صحیح مسلم ۱/۲۵۔

جائے، اور یہ کہ اللہ نے آپ کو تمام جن وانس کے لئے مبعوث فرمایا ہے، آپ جو کچھ لائے ہیں اور جو کچھ آپ نے فرمایا ہے اُس کی تصدیق کی جائے، اور دل کی تصدیق کے ساتھ زبانی شہادت سے اس کی مطابقت بھی ہونی چاہئے کہ وہ اللہ کے رسول ہیں، اس طرح جب دل کی تصدیق، زبانی شہادت اور آپ کی لائی ہوئی شریعت پر عمل آوری، تینوں چیزیں اکٹھا ہوں گی تب آپ ﷺ پر ایمان مکمل ہوگا(۱)۔

۲- رسول اللہ ﷺ کی اطاعت، اور آپ کی نافرمانی سے بچنے کا وجوب، کیونکہ جب آپ پر ایمان لانا اور آپ کی لائی ہوئی شریعت کی تصدیق کرنا واجب ہے تو آپ کی اطاعت بھی واجب ہے، کیونکہ وہ بھی آپ کی شریعت کا حصہ ہے، ارشاد باری ہے:

﴿يا أيها الذين آمنوا أطيعوا الله ورسوله ولا تولوا عنه وأنتم تسمعون﴾(۲)۔

اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور اُن سے منہ

(۱) دیکھئے: الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ ﷺ، از علامہ قاضی عیاض، ۲/۵۳۹۔

(۲) سورۃ الانفال:۲۰۔

نہ پھیرو دراں حالیکہ تم سن رہے ہو۔

نیز ارشاد ہے:

﴿وما آتاکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا واتقوا اللہ إن اللہ شدید العقاب﴾[۱]۔

اور تمہیں جو کچھ رسول دیں اسے لے لو، اور جس سے روکیں رک جاؤ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، یقیناً اللہ تعالیٰ سخت عذاب والا ہے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿قل أطیعوا اللہ وأطیعوا الرسول فإن تولوا فإنما علیہ ماحمل وعلیکم ما حملتم وإن تطیعوہ تھتدوا﴾[۲]۔

آپ کہہ دیجئے! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو، اور اگر تم اعراض کروگے تو رسول صرف اس چیز کا ذمہ دار ہے جو اسے سونپا گیا ہے اور تم اس چیز کے جوابدہ ہو جو تم پر لازم کیا گیا ہے، اور اگر تم اُس کی اطاعت کروگے ہدایت یاب ہوگے۔

---

(۱) سورۃ الحشر: ۷۔

(۲) سورۃ النور: ۵۴۔

نیز ارشاد ہے:

﴿فلیحذر الذین یخالفون عن أمرہ أن تصیبھم فتنۃ أو یصیبھم عذاب ألیم﴾[۱]۔

سنو جو لوگ حکم رسول ﷺ کی مخالفت کرتے ہیں انہیں ڈرتے رہنا چاہیے کہ کہیں ان پر زبردست آفت نہ آپڑے یا انہیں دردناک عذاب نہ پہونچے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿ومن یطع اللہ ورسولہ فقد فاز فوزاً عظیماً﴾[۲]۔

اور جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرے وہ بڑی عظیم کامیابی سے ہمکنار ہوگیا۔

نیز ارشاد ہے:

﴿ومن یعص اللہ ورسولہ فقد ضل ضلالاً مبیناً﴾[۳]۔

---

(۱) سورۃ النور: ۶۳۔

(۲) سورۃ الاحزاب: ۷۱۔

(۳) سورۃ الاحزاب: ۳۶۔

یاد رکھو! اللہ اور اس کے رسول کی جو بھی نافرمانی کرے گا وہ صریح گمراہی میں پڑے گا۔

نیز ارشاد ہے:

﴿ومن يطع الله ورسوله يدخله جنات تجري من تحتها الأنهار خالدين فيها وذلك الفوز العظيم، ومن يعص الله ورسوله ويتعد حدوده يدخله ناراً خالداً فيها وله عذاب مهين﴾[1]۔

جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا، اللہ اسے ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، وہ ان میں ہمیشہ رہے گا، اور یہی سب سے بڑی کامیابی ہے۔ اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرے اور اس کی مقررہ حدوں سے آگے نکلے اللہ اسے جہنم میں ڈال دے گا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا، ایسوں ہی کے لئے رسوا کن عذاب ہے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(۱) سورۃ النساء:۱۳،۱۴۔

"من أطاعني فقد أطاع الله، و من عصاني فقد عصا الله"[1]۔

جس نے میری اطاعت کی درحقیقت اس نے اللہ کی اطاعت کی، اور جس میری نافرمانی کی، حقیقت میں اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔

نیز انہی سے مروی ہے، بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"كل الناس يدخل الجنة إلا من أبى، قالوا: يا رسول الله ﷺ! ومن يأبى؟ قال: من أطاعني دخل الجنة ومن عصاني فقد أبى"[2]۔

سارے لوگ جنت میں جائیں گے سوائے اس کے جو انکار کرے، صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ کون انکار کرے گا؟ آپ نے فرمایا: جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس نے میری نافرمانی کی اُس نے انکار کیا۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(۱) صحیح بخاری مع فتح الباری،۱۳/ ۱۱۱ حدیث (۷۱۳۷)۔

(۲) صحیح بخاری مع فتح الباری،۱۳/ ۲۴۹ حدیث (۷۲۸۰)۔

"بعثت بين يدي الساعة بالسيف حتى يعبد الله وحده لا شريك لـه، وجعل رزقي تحت ظل رمحي، وجعل الذل والصغار على من خالف أمري، ومن تشبه بقومٍ فهو منهم"[۱]۔

قیامت سے پہلے پہلے میں تلوار کے ساتھ مبعوث ہوا ہوں تا کہ اللہ وحدہ لاشریک کے سوا اور کسی کی عبادت وپرستش نہ ہو، میری روزی میرے نیزے کے سائے میں رکھی گئی ہے، اور ذلت وخواری اس شخص کا مقدر بنادی گئی ہے جو میرے حکم کی مخالفت کرے، اور جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی وہ انہیں میں شمار ہوگا۔

۳- نبی کریم ﷺ کی اتباع اور دین کے تمام امور میں آپ کو نمونہ اور آئیڈیل سمجھنا، اور آپ کے طریقہ کی پیروی کرنا، ارشاد باری ہے:

﴿قل إن كنتم تحبون الله فاتبعوني يحببكم الله ويغفر لكم ذنوبكم والله غفور رحيم﴾[۲]۔

(۱) مسند احمد، ۹۲/۱ وصحیح بخاری مع فتح الباری تعلیقاً ۹۸/٦، علامہ ابن باز نے اسے حسن قرار دیا ہے، نیز دیکھئے: صحیح الجامع الصغیر ۸/۳۔

(۲) سورۃ آل عمران: ۳۱۔

آپ (ﷺ) کہہ دیجئے کہ اگر تمہیں اللہ سے محبت ہے تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت فرمائے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا۔

نیز ارشاد ہے:

﴿لقد كان لكم في رسول الله أسوة حسنة لمن كان يرجو الله واليوم الآخر وذكر الله كثيراً﴾[۱]۔

یقیناً تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ میں عمدہ نمونہ موجود ہے، ہر اس شخص کے لئے جو اللہ تعالیٰ کی اور قیامت کے دن کی توقع رکھتا ہے، اور کثرت سے اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿واتبعوه لعلكم تهتدون﴾[۲]۔

اور تم انہی کی اتباع کرو تا کہ ہدایت یاب ہو جاؤ۔

لہٰذا آپ کے طریقہ پر چلنا، آپ کی سنت کو لازم پکڑنا اور آپ کی مخالفت سے بچنا واجب ہے، نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

(۱) سورۃ الاحزاب: ۲۱۔

(۲) سورۃ الاعراف: ۱۵۸۔

"فمن رغب عن سنتي فليس مني"(۱)۔

جس نے میری سنت سے منہ موڑا وہ مجھ سے نہیں۔

۴- نبی کریم ﷺ سے اہل وعیال، بال بچوں، باپ اور تمام لوگوں سے زیادہ محبت کرنا، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿قل إن كان آباؤكم وأبناؤكم وإخوانكم وأزواجكم وعشيرتكم وأموال اقترفتموها وتجارة تخشون كسادها ومساكن ترضونها أحب إليكم من الله ورسوله وجهاد في سبيله فتربصوا حتى يأتي الله بأمره والله لايهدي القوم الفاسقين﴾(۲)۔

آپ کہہ دیجئے کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے لڑکے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارے کنبے قبیلے اور تمہارے کمائے ہوئے مال اور وہ تجارت جس کی کمی سے تم ڈرتے ہو اور وہ حویلیاں جنہیں تم پسند کرتے ہو، تمہیں اللہ سے اور اس کے رسول سے اور اللہ

(۱) صحیح بخاری مع فتح الباری ۹/۱۰۴ حدیث (۵۰۶۳)۔

(۲) سورۃ التوبہ:۲۴۔

کی راہ میں جہاد سے زیادہ عزیز ہیں، تو تم انتظار کرو کہ اللہ اپنا عذاب لے آئے اللہ تعالیٰ فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"لا يؤمن أحدكم حتى أكون أحب إليه من ولده ووالده والناس أجمعين"(۱)۔

تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا، جب تک کہ میں اس کے نزدیک اُس کی اولاد اور اس کے باپ اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوجاؤں۔

حدیث میں ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ سے محبت کا ثواب جنت میں آپ کی رفاقت ہے، چنانچہ ایک شخص نے آپ ﷺ سے قیامت کے بارے میں سوال کیا، تو آپ نے اس سے پوچھا: تم نے قیامت کے لئے کیا تیاری کر رکھی ہے؟ اُس نے جواب دیا: اے اللہ کے رسول! میں نے اس کے لئے کوئی بہت زیادہ روزہ، نماز اور صدقہ وغیرہ تو نہیں اکٹھا کیا ہے، البتہ اتنا ضرور ہے کہ میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے بڑی محبت کرتا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا:

(۱) صحیح بخاری مع فتح الباری ۱/۵۸ حدیث، (۱۵) وصحیح مسلم ۱/۶۷۔

"فأنت مع من أحببت"، تب تو تم اپنے محبوب کے ساتھ ہوگے[1]۔

انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اسلام کے بعد ہمیں نبی کریم ﷺ کی اس بات سے کہ "تب تو تم اپنے محبوب کے ساتھ ہوگے" سے زیادہ خوشی کسی اور چیز سے نہیں ہوئی! کیونکہ میں بھی اللہ، اس کے رسول، ابوبکر صدیق اور عمر رضی اللہ عنہما سے محبت کرتا ہوں، اس لئے مجھے بھی امید ہے کہ میں اُن کے ساتھ ہوں گا، گرچہ میں نے اُن جیسا عمل نہیں کیا ہے[2]۔

اور جب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ مجھے اپنی جان کے سوا دنیا کی ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "لا والذي نفسي بيده حتى أكون أحب إليك من نفسك" نہیں! اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، (ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہوسکتا) جب تک کہ میں تمہیں اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز نہ ہو جاؤں! عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! اللہ کی قسم اب آپ مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہیں! نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "الآن يا عمر" اے عمر!

(۱) صحیح بخاری مع فتح الباری ۱۰/ ۵۵۷ و ۱۳/ ۱۳۱، وصحیح مسلم ۴/ ۲۰۳۲۔
(۲) صحیح مسلم ۴/ ۲۰۳۲۔

محبت کا حق اب ادا ہوا[1]۔

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ اس شخص کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جو کچھ لوگوں سے محبت کرتا ہو اور اُن سے نہ مل سکے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"المرء مع من أحب"[2]۔

آدمی اُن لوگوں کے ساتھ ہوگا جن سے وہ محبت کرتا ہے۔

عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

"ذاق طعم الإيمان من رضي بالله رباً، وبالإسلام ديناً، وبمحمد رسولاً"[3]۔

جو شخص اللہ کو رب مان کر، اسلام کو دین مان کر اور محمد ﷺ کو رسول مان

(۱) صحیح بخاری مع فتح الباری ۱۱/ ۵۲۳۔
(۲) صحیح بخاری مع فتح الباری ۱۰/ ۵۵۷۔
(۳) صحیح مسلم ۱/ ۶۲۔

کر راضی وخوش ہوگیا اسے ایمان کی چاشنی مل گئی۔

نیز آپ ﷺ نے فرمایا:

" ثلاث من كن فيه وجد بهن حلاوة الإيمان : من كان الله ورسوله أحب إليه مما سواهما، وأن يحب المرء لا يحبه إلا لله، وأن يكره أن يعود في الكفر بعد أن أنقذه الله منه كما يكره أن يقذف في النار"(۱)۔

تین خصلتیں جس شخص میں ہوں گی وہ ان کے سبب ایمان کی چاشنی پالے گا: جس شخص کے نزدیک اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہوجائیں اور یہ کہ وہ کسی شخص سے محض اللہ کے لئے محبت کرے، اور یہ کہ وہ کفر میں پلٹ کر جانا - جبکہ اللہ نے اسے اس سے نجات دیدی ہے- ایسے ہی ناپسند کرے جیسے اسے جہنم کی آگ میں ڈالا جانا ناپسند ہے۔

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ جسے ان باتوں کی توفیق دے گا اسے ایمان کی لذت اور چاشنی ملے گی، چنانچہ اسے اطاعت میں لذت ملے گی، وہ

(۱) صحیح بخاری مع فتح الباری ۱/۷۲، وصحیح مسلم ۱/۶۶، اس کی تخریج ص (۸۸) میں گزر چکی ہے۔

اللہ عزوجل اور اس کے رسول کی رضا کی راہ میں مشقتیں برداشت کرے گا اور شریعت محمدیہ کے مطابق ہی زندگی گزارے گا، کیونکہ اس نے بخوشی آپ کو رسول تسلیم کیا ہے اور آپ سے محبت کی ہے، اور یقیناً جو صدق دل سے نبی کریم ﷺ سے محبت کرے گا وہ آپ کی اطاعت وفرمانبرداری بھی کرے گا، کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

تعصي الإله وأنت تظهر حبه ‏ ‏ ‏ هذا لعمري في القياس بديع

لو كان حبك صادقاً لأطعته ‏ ‏ ‏ إن المحب لمن يحب مطيع(۱).

اللہ سے محبت کا دم بھرتے ہو اور اس کی نافرمانی بھی کرتے رہتے ہو، یہ تو بڑی انوکھی اور تعجب خیز بات ہے۔ اگر واقعی تمہاری محبت سچی ہوتی تو تم اُس کی اطاعت کرتے، کیونکہ جو کسی سے محبت کرتا ہے اس کا مطیع وفرمانبردار ہوتا ہے۔

نبی کریم ﷺ سے محبت کی علامتوں کا حقیقی مظہر آپ کی تابعداری، آپ کی سنتوں کی پیروی، آپ کے اوامر کی بجا آوری، آپ کے منع کردہ امور سے اجتناب اور آپ کے آداب واخلاق کی عملی تعبیر وغیرہ ہیں، خواہ تنگی کی حالت ہو یا سکون واطمینان، آسانی ہو یا پریشانی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ جو کسی چیز

(۱) الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ ﷺ ۲/۵۴۹، ۲/۵۶۳۔

سے محبت کرتا ہے اسے ترجیح دیتا ہے اور اس کی موافقت کو ہر چیز پر مقدم رکھتا ہے، اگر ایسا نہ کرے تو اپنی محبت کا محض جھوٹا دعویدار ہوگا[1]۔

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ نبی کریم ﷺ سے محبت کی ایک علامت آپ کے لئے خیر خواہی ہے، کیونکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

"الدين النصيحة، قلنا لمن؟ قال: لله، ولكتابه، ولرسوله، ولأئمة المسلمين وعامتهم"[2]۔

دین خیر خواہی کا نام ہے: ہم نے عرض کیا: کس کے لئے؟ فرمایا: اللہ کے لئے، اس کی کتاب کے لئے، اس کے رسول کے لئے، مسلمانوں کے ائمہ اور عام لوگوں کے لئے۔

رسول اللہ ﷺ کے لئے خیر خواہی یہ ہے کہ آپ کی نبوت کی تصدیق کی جائے، آپ کے اوامر کی بجا آوری اور منع کردہ امور سے اجتناب کیا جائے، آپ کی زندگی میں اور وفات کے بعد آپ کی نصرت و تائید اور حمایت کی جائے، آپ کی سنت کو زندہ کیا جائے اور اس پر عمل کیا جائے، اُسے سیکھا، سکھایا،

(۱) دیکھئے: الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ ﷺ، ۲/۵۷۱ تا ۵۸۲۔
(۲) صحیح مسلم ۱/۷۴۔

اس کا دفاع اور اُس کی نشر واشاعت کی جائے، آپ کے اخلاق کریمانہ اور عمدہ سیرت وکردار کو عملی زندگی میں اپنایا جائے[1]۔

۵- آپ ﷺ کی عزت وتوقیر، احترام اور مدد کرنا، ارشاد باری ہے:

﴿لتؤمنوا بالله ورسوله وتعزروه وتوقروه﴾[2]۔

تا کہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ، اور اُن کی مدد اور عزت و توقیر کرو۔

نیز ارشاد ہے:

﴿يا أيها الذين آمنوا لا تقدموا بين يدي الله و رسوله واتقوا الله إن الله سميع عليم﴾[3]۔

اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرتے رہا کرو، بیشک اللہ خوب سننے اور جاننے والا ہے۔

نیز ارشاد ہے:

(۱) الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ ﷺ، ۲/۵۸۲ تا ۵۸۴۔
(۲) سورۃ الفتح: ۹۔
(۳) سورۃ الحجرات: ۱۔

﴿لا تجعلوا دعاء الرسول كدعاء بعضكم بعضاً﴾[1]۔

تم رسول اللہ ﷺ کو ایسے نہ بلایا کرو جس طرح آپس میں ایک دوسرے کو بلاتے ہو۔

نبی کریم ﷺ کی عزت وتوقیر وفات کے بعد بھی ایسے ہی لازم ہے جیسے آپ کی زندگی میں لازم تھی، یعنی آپ کی حدیث یا سنت کا ذکر آنے پر، آپ کا اسم گرامی یا سیرت طیبہ سننے پر، اسی طرح آپ کی سنت کو سیکھنا، اس کی دعوت دینا اور اس کی مدد کرنا[2]۔

۶- نبی کریم ﷺ پر درود (وسلام) بھیجنا، اللہ وعز جل کا ارشاد ہے:

﴿إن الله وملائكته يصلون على النبي يا أيها الذين آمنوا صلوا عليه وسلموا تسليماً﴾[3]۔

اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی ﷺ پر رحمت بھیجتے ہیں، مومنو! تم بھی اُن پر درود بھیجو اور خوب سلام بھیجو۔

(۱) سورۃ النور: ۶۳۔

(۲) الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ ﷺ، ۲/ ۵۹۵، ۶۱۲۔

(۳) سورۃ الاحزاب: ۵۶۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

''.. من صلى علي صلاة صلى الله عليه بها عشراً''[1]۔

جو مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے اللہ اس کے بدلہ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔

نیز ارشاد ہے:

''لا تجعلوا بيوتكم قبوراً ولا تجعلوا قبري عيداً، وصلّوا علي فإن صلاتكم تَبْلُغُني حيث كنتم''[2]۔

اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ اور میری قبر کو عید (میلا) نہ بناؤ، اور مجھ پر درود بھیجتے رہو کیونکہ تمہارا درود مجھے پہنچتا ہے تم جہاں کہیں بھی ہو۔

نیز ارشاد فرمایا:

''البخيل من ذكرت عنده فلم يصل علي''[3]۔

بخیل درحقیقت وہ شخص ہے جس کے پاس میرا ذکر ہوا اور وہ مجھ پر درود

(۱) صحیح مسلم، بروایت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما، ۱/ ۲۸۸۔

(۲) سنن ابوداود، ۲/ ۲۱۸، مسند احمد ۲/ ۳۶۷، نیز دیکھئے: صحیح سنن ابوداود، ۱/ ۳۸۳۔

(۳) جامع ترمذی، ۵/ ۵۵۱، اور دیگر ائمہ حدیث، نیز دیکھئے: صحیح ترمذی ۳/ ۱۷۷۔

نہ بھیجے۔

نیز رشاد فرمایا:

"ما جلس قوم مجلساً لم يذكروا الله فيه ولم يصلوا على نبيهم إلا كان عليهم ترة، فإن شاء عذبهم وإن شاء غفر لهم"[1]۔

جو لوگ بھی کسی کام کے لئے بیٹھیں، اور اس میں اللہ کا ذکر نہ کریں نہ ہی اپنے نبی ﷺ پر درود بھیجیں، یقیناً وہ کسی نہ کسی نقصان کا شکار ہوں گے، اب اللہ چاہے تو انہیں عذاب دے اور چاہے تو بخش دے۔

نیز ارشاد فرمایا:

"إن لله ملائكة سياحين في الأرض يبلغوني من أمتي السلام"[2]۔

بے شک اللہ کے کچھ فرشتے زمین میں گشت کرتے رہتے ہیں، جو میری امت کا سلام مجھ تک پہنچاتے ہیں۔

جبریل علیہ السلام نے نبی کریم ﷺ سے فرمایا:

---

(۱) جامع ترمذی، دیکھئے: صحیح ترمذی ۳/۱۴۰۔

(۲) سنن نسائی، شیخ البانی نے صحیح سنن نسائی (۱/۲۷۱) میں اسے صحیح قرار دیا ہے۔

"رغم أنف عبد -أو بعد- ذكرت عنده فلم يصل عليك، فقال ﷺ: آمين"[1]۔

اُس شخص کی ناک خاک آلود ہو- یا وہ اللہ کی رحمت سے دور ہو- جس کے پاس آپ کا ذکر ہوا اور وہ آپ پر درود نہ بھیجے! رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آمین۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"ما من أحد يسلم علي إلا رد الله علي روحي حتى أرد عليه السلام"[2]۔

جو شخص بھی مجھے سلام بھیجتا ہے، اللہ مجھ پر میری روح لوٹا دیتا ہے، یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔

نبی کریم ﷺ پر درود بھیجنے کے بہت سے خاص مواقع ہیں، جن میں سے

---

(۱) صحیح ابن خزیمہ ۳/۱۹۲، ومسند احمد ۲/۲۵۴، شیخ ارنؤوط نے جلاء الافہام کی تحقیق میں اسے صحیح قرار دیا ہے۔

(۲) سنن ابو داود ۲/۲۱۸، حدیث (۲۰۴۱)، شیخ البانی نے اسے صحیح ابو داود (۱/۳۸۳) میں حسن قرار دیا ہے۔

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے اکتالیس مواقع ذکر فرمائے ہیں، بطور مثال چند مواقع درج ذیل ہیں:

مسجد میں داخل ہوتے ہوئے، اس سے نکلتے ہوئے، اذان کے جواب کے بعد، اقامت کے وقت، دعاء کے وقت، نماز کی حالت تشہد میں، نماز جنازہ میں، صبح وشام، جمعہ کے دن، مجلس اکٹھا ہونے کے وقت جدا ہونے سے پہلے، خطبوں میں جیسے جمعہ کے دونوں خطبے، آپ ﷺ کا نام مبارک لکھتے وقت، عیدین کی نماز میں تکبیرات کے دوران، دعاء قنوت کے آخر میں، صفا ومروہ پر، آپ کی قبر کے پاس کھڑے ہوکر، حزن وغم، مصائب اور اللہ سے مغفرت مانگتے وقت، گناہ کی معافی وقت۔ اور ان کے علاوہ دیگر مواقع ہیں جنہیں ابن قیم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے(۱)۔

اگر نبی کریم ﷺ پر درود کی فضیلت میں انس رضی اللہ عنہ کی صرف یہ حدیث ہی ہوتی تو کافی تھا:

"من صلى علي صلاة صلى الله عليه بها عشر صلوات،

(۱) ملاحظہ فرمائیں: کتاب ''جلاء الافہام فی الصلاۃ والسلام علی خیر الانام ﷺ'' از امام ابن قیم الجوزیہ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

{وكتب الله له بها عشر حسنات}(۱) وحط عنه بها عشر سيئات، ورفعه بها عشر درجات"(۲)۔

جو مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے اللہ اس کے بدلہ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے، اس کے نامۂ اعمال میں دس نیکیاں لکھتا ہے، اس کے دس گناہ مٹاتا ہے اور دس درجات بلند فرماتا ہے۔

۷- لازمی طور پر نبی کریم ﷺ سے فیصلہ لینا اور آپ کے حکم وفیصلہ سے راضی وخوش ہونا، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿فإن تنازعتم في شيء فردوه إلى الله والرسول إن كنتم تؤمنون بالله واليوم الآخر ذلك خير وأحسن تأويلا﴾(۳)۔

اور اگر کسی چیز میں اختلاف کر بیٹھو تو اسے اللہ عزوجل اور رسول ﷺ کی

(۱) یہ اضافہ مسند احمد میں مروی طلحہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے، ۴/۲۹۔

(۲) مسند احمد ۳/۲۶۱، وصحیح ابن حبان بحوالہ موارد، حدیث (۲۳۹۰) ومستدرک حاکم ۱/۵۵۱، علامہ ارنؤوط نے جلاء الافہام کی تحقیق میں اسے صحیح قرار دیا ہے، ص ۶۵۔

(۳) سورۃ النساء: ۵۹۔

طرف لوٹا دو، اگر تمہیں اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان ہے، یہ بہت بہتر ہے اور باعتبار انجام کے بہت اچھا ہے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿فلا وربک لا یؤمنون حتی یحکموک فیما شجر بینهم ثم لا یجدوا في أنفسهم حرجاً مما قضيت ويسلموا تسليماً﴾(1)۔

تمہارے رب کی قسم یہ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک اپنے اختلافی مسائل میں آپ کو اپنا حکم (فیصل اور جج) نہ مان لیں، اور پھر آپ کے فیصلہ سے اپنے دلوں میں کوئی حرج اور تنگی محسوس نہ کریں اور پوری طور پر سر تسلیم خم کر دیں۔

اور اب آپ ﷺ کی وفات کے بعد آپ کی سنت وشریعت سے فیصلہ لیا جائے گا۔

۸- افراط وتفریط اور غلو پسندی وحق تلفی کے بغیر نبی کریم ﷺ کو اپنے حقیقی مقام ومرتبہ پر فائز کرنا، چنانچہ آپ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں،

(۱) سورۃ النساء:۶۵۔

انبیاء ورسل میں سب سے افضل ہیں، تمام اولین وآخرین کے امام وپیشوا ہیں، آپ ہی مقام محمود اور حوض کوثر سے سرفراز ہوں گے، لیکن اس کے باوجود آپ بشر ہیں، اللہ کی مشیت کے بغیر خود اپنی ذات کے لئے بھی کسی نفع ونقصان کے مالک نہیں، جیسا کہ ارشاد باری ہے:

﴿قل لا أقول لكم عندي خزائن الله ولا أعلم الغيب ولا أقول لكم إني ملك إن أتبع إلا ما يوحى إلي﴾(1)۔

آپ کہہ دیجئے کہ نہ تو میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں، اور نہ میں غیب جانتا ہوں اور نہ میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں، میں تو صرف جو کچھ میرے پاس وحی آتی ہے اس کی اتباع کرتا ہوں۔

نیز ارشاد ہے:

﴿قل لا أملك لنفسي نفعاً ولا ضراً إلا ما شاء الله ولو كنت أعلم الغيب لا ستكثرت من الخير وما

(۱) سورۃ الانعام:۵۰۔

مسني السوء إن أنا إلا نذير و بشير لقوم يؤمنون﴾(۱)۔

آپ فرما دیجئے کہ میں خود اپنی ذات خاص کے لئے کسی نفع ونقصان کا اختیار نہیں رکھتا، مگر اتنا ہی کہ جتنا اللہ چاہے، اور اگر میں غیب کی باتیں جانتا ہوتا میں بہت سے منافع حاصل کر لیتا اور کوئی نقصان مجھ کو نہ پہنچتا، میں تو محض ڈرانے والا اور بشارت دینے والا ہوں ان لوگوں کو جو ایمان رکھتے ہیں۔

نیز ارشاد ہے:

﴿قل إني لا أملك لكم ضراً ولا رشداً، قل إني لن يجيرني من الله أحد ولن أجد من دونه ملتحداً﴾(۲)۔

کہہ دیجئے کہ مجھے تمہارے کسی نفع ونقصان کا اختیار نہیں۔ کہہ دیجئے کہ مجھے ہرگز کوئی اللہ سے بچا نہیں سکتا اور میں ہرگز اس کے سوا کوئی جائے پناہ بھی پا نہیں سکتا۔

دیگر انبیاء کرام کی طرح آپ ﷺ کی بھی وفات ہوگئی، لیکن آپ کا دین

(۱) سورۃ الاعراف:۱۸۸۔

(۲) سورۃ الجن:۲۱،۲۲۔

قیامت تک کے لئے باقی ہے، ارشاد ہے:

﴿إنك ميت وإنهم ميتون﴾(۱)۔

بیشک آپ کو بھی موت آئے گی اور یقیناً انہیں بھی مرنا ہے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿وما جعلنا لبشر من قبلك الخلد أفإن مت فهم الخالدون، كل نفس ذائقة الموت﴾(۲)۔

آپ سے پہلے کسی انسان کو بھی ہم نے ہمیشگی نہیں دی، کیا اگر آپ مر گئے تو وہ ہمیشہ کے لئے رہ جائیں گے؟ ہر جاندار کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عبادت کی مستحق صرف اللہ واحد کی ذات ہے جس کا کوئی شریک نہیں، ارشاد ہے:

﴿ قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، لَا شَرِيْكَ لَهُ وَبِذٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ

(۱) سورۃ الزمر:۳۰۔

(۲) سورۃ الانبیاء:۳۴،۳۵۔

الْمُسْلِمِيْنَ﴾[1]۔

آپ کہہ دیجئے کہ بیشک میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت اس اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جو سارے جہان کا رب ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اور اسی بات کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور میں پہلا مسلمان (تابع فرمان) ہوں۔

مبحث پنجم:

نبی کریم ﷺ کی رسالت کا عموم اور تمام نبوتوں کا خاتمہ

سب سے بنیادی چیز محمد ﷺ کے لائے ہوئے دین پر حقیقی اور سچا ایمان ہے اور یہ کہ آپ انس وجن، عرب وعجم، اہل کتاب وآتش پرست اور حاکم ومحکوم پر مشتمل پوری مخلوق کی طرف اللہ کے رسول ہیں، آپ کی ظاہری وباطنی اتباع کئے بغیر دنیا کے کسی بھی شخص کے لئے اللہ تک رسائی ممکن نہیں، حتی کہ اگر موسیٰ وعیسیٰ اور دیگر انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام کو بھی آپ ﷺ کا زمانہ ملتا تو ان پر

(1) سورۃ الانعام:۱۶۲،۱۶۳۔

بھی آپ کی اتباع کرنا واجب ہوتا، جیسا کہ اللہ عز وجل کا ارشاد ہے:

﴿وإذ أخذ الله ميثاق النبيين لما آتيتكم من كتاب و حكمة ثم جاء كم رسول مصدق لما معكم لتؤمنن به ولتنصرنه قال أأقررتم وأخذتم على ذلكم إصري قالوا أقررنا قال فاشهدوا وأنا معكم من الشاهدين، فمن تولى بعد ذلک فأولئک هم الفاسقون﴾[1]۔

جب اللہ تعالیٰ نے تمام نبیوں سے عہد لیا کہ جو کچھ میں تمہیں کتاب وحکمت دوں پھر تمہارے پاس وہ رسول آئے جو تمہارے پاس کی چیز کو سچ بتائے تو تمہارے لئے اس پر ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا ضروری ہے، فرمایا کہ تم اس کے اقراری ہو اور اس پر میرا ذمہ لے رہے ہو؟ سب نے کہا کہ ہمیں اقرار ہے، فرمایا تو اب گواہ رہو اور میں خود بھی تمہارے ساتھ گواہی دینے والوں میں ہوں۔ پس اس کے بعد بھی جو پلٹ جائیں وہ یقیناً پورے نافرمان ہیں۔

عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ''اللہ نے جو بھی نبی بھیجا اُس

(1) سورۃ آل عمران:۸۱،۸۲۔

سے یہ عہد ضرور لیا کہ اگر اُس کی زندگی میں محمد ﷺ کی بعثت ہو جائے تو اُسے آپ پر ایمان لانا اور آپ کی مدد کرنا ضروری ہے، اور اُس نبی کو حکم دیا کہ وہ اپنی امت سے بھی یہ عہد و پیمان لے کہ اگر ان کے زندہ رہتے ہوئے محمد ﷺ کی بعثت ہو گئی تو انہیں آپ ﷺ پر ایمان لانا اور آپ کی مدد کرنا ضروری ہے"(۱)۔

اسی لئے حدیث میں آیا ہے:

"لو كان موسى حياً بين أظهركم ما حل له إلا أن يتبعني"(۲)۔

کہ اگر موسیٰ علیہ السلام بھی تمہارے درمیان ہوتے تو انہیں بھی میری اتباع کئے بغیر کوئی چارہ نہ ہوتا۔

جو نبی کریم ﷺ کی رسالت کے عموم کی مخالفت کرے وہ دو صورتوں سے

---

(۱) دیکھئے: الفرقان بین اولیاء الرحمٰن وأولیاء الشیطان، از شیخ الاسلام ابن تیمیہ ص ۷۷، ۱۹۱ تا ۲۰۰، وفتاویٰ ابن تیمیہ ۱۹/ ۹ تا ۶۵ بعنوان: ایضاح الدلالۃ فی عموم الرسالۃ للثقلین، والجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح، ۱/ ۳۱ تا ۱۷۶، وتفسیر ابن کثیر ۱/ ۳۷۸، وأضواء البیان فی ایضاح القرآن بالقرآن، ۲/ ۳۳۴، ومعالم الدعوۃ از دیلمی ۱/ ۴۵۴ تا ۴۵۶، والمناظرۃ بین الاسلام والنصرانیہ، ص ۳۰۳ تا ۳۰۹۔

(۲) مسند احمد ۳/ ۳۳۸، اس حدیث کے کئی شواہد اور مختلف سندیں ہیں جنہیں علامہ ہیثمی نے مجمع الزوائد میں ذکر فرمایا ہے، ۱/ ۱۷۳ تا ۱۷۴۔ نیز دیکھئے: مشکاۃ المصابیح بتحقیق علامہ البانی ۱/ ۶۳، ۶۸۔

خالی نہ ہوگا:

۱- یا تو اس کا اس بات پر ایمان ہوگا کہ آپ ﷺ اللہ کی طرف سے مبعوث ہیں، البتہ وہ یہ کہتا ہوگا کہ آپ کی رسالت خاص عرب کے لئے تھی۔

۲- اور یا تو وہ اجمالی و تفصیلی ہر طور پر رسالت کا منکر ہوگا۔

☆ اب رہا وہ شخص جو اجمالی طور پر رسالت کا اقراری ہے، لیکن اسے عرب کے لئے خاص سمجھتا ہے اس پر لازم ہے کہ اللہ کی طرف سے لائی ہوئی تمام باتوں میں نبی کریم ﷺ کی تصدیق کرے، اور اسی میں آپ کی رسالت کا عموم اور پچھلی تمام شریعتوں کا خاتمہ بھی ہے، چنانچہ نبی کریم ﷺ نے بیان فرمایا ہے کہ آپ پوری انسانیت کی طرف اللہ کے رسول ہیں، اسی طرح آپ ﷺ نے اپنے قاصدین اور اسلام کی دعوت کے لئے کسریٰ، قیصر، نجاشی، اور دنیا کے دیگر بادشاہوں کے نام خطوط بھیجے، اور پھر جو مشرکین اسلام میں داخل نہ ہوئے ان سے جنگ کی، اہل کتاب سے جنگ کی، ان کی عورتوں کو غلام بنایا، ان پر جزیہ (ٹیکس) متعین کیا، اور یہ تمام باتیں محض اسلام میں نہ داخل ہونے سبب پیش آئیں۔ لیکن اگر وہ شخص ایک رسول پر ایمان رکھتا ہے اور اُس کی لائی ہوئی تمام باتوں کو سچ نہیں سمجھتا، تو یہ کھلا تضاد اور سراسر ہٹ دھرمی ہے۔

☆ رہی بات اس شخص کی جو ہمارے نبی محمد ﷺ کی رسالت کا سرے سے منکر ہے، تو معلوم ہونا چاہئے کہ آپ ﷺ کی رسالت کی صداقت پر قطعی دلائل ثابت ہیں اور قرآن کریم کے معجزات تمام جن وانس کو کھلا چیلنج کر رہے ہیں۔ اب یا تو وہ اس تشنۂ جواب چیلنج کا کوئی توڑ پیش کرے یا پھر لازمی طور پر اس کے پیغام کو تسلیم کرلے۔ اگر وہ رسالت کا اقرار کرتا ہے تو اس پر رسول اللہ ﷺ کی بتائی ہوئی تمام باتوں کی تصدیق کرنا لازم ہے، اور اگر عناد وہٹ دھرمی پر آمادہ ہو کر محمد ﷺ کے لائے ہوئے قرآن کے مثل قرآن پیش کرنے پر مصر ہے تو لامحالہ اسے عاجز و درماندہ ہونا اور اپنی ذلت کے دن دیکھنا ضروری ہے، کیونکہ جب فصاحت و بلاغت کے ماہرین اس سے عاجز رہے ہیں، تو بلاشبہ دیگر لوگ ان سے بھی زیادہ عاجز ہوں گے؛ کیونکہ قرآن کریم ایک ٹھوس، پائیدار اور زندہ جاوید معجزہ ہے[۱]۔

ایسی صورت میں پوری مخلوق پر لازم ہوتا ہے کہ قرآنی تعلیمات پر عمل کریں اور اسی سے فیصلہ لیں۔

(۱) دیکھئے: الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح، ۱/۱۴۴، ۱۶۶، ومناہج الجدل فی القرآن الکریم ص ۳۰۳، والارشاد إلی صحیح الاعتقاد، از ڈاکٹر صالح فوزان، ۲/۱۸۲۔

قرآن کریم نے صراحت کی ہے کہ محمد ﷺ تمام لوگوں کی طرف اللہ کے رسول اور سلسلۂ نبوت کی آخری کڑی ہیں، ارشاد باری ہے:

﴿قل يا أيها الناس إني رسول الله إليكم جميعاً الذي له ملك السماوات والأرض لا إلٰه إلا هو يحيي ويميت فآمنوا بالله ورسوله النبي الأمي الذي يؤمن بالله وكلماته واتبعوه لعلكم تهتدون﴾[۱]۔

آپ کہہ دیجئے کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں، جس کے لئے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے، اس کے سوا کوئی سچا لائق عبادت نہیں، وہی زندگی دیتا اور مارتا ہے، تو تم اللہ پر اور اس کے اُس رسول پر ایمان لاؤ جو امی نبی ہیں، جو اللہ اور اس کے کلمات پر ایمان رکھتے ہیں، اور انہی کی اتباع کرو تاکہ تم ہدایت یاب ہو جاؤ۔

نیز ارشاد ہے:

﴿تبارك الذي نزل الفرقان على عبده ليكون للعالمين

(۱) سورۃ الاعراف: ۱۵۸۔

نذیراً﴾[1]۔

بابرکت ہے وہ اللہ تعالیٰ جس نے اپنے بندے پر فرقان اتارا تاکہ وہ تمام لوگوں کے لئے آگاہ کرنے والا بن جائے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿وأوحي إلي هذا القرآن لأنذركم به ومن بلغ﴾[2]۔

اور میری طرف اس قرآن کی وحی کی گئی ہے تاکہ میں اس کے ذریعہ تم کو اور جس جس کو یہ قرآن پہنچے ان سب کو ڈراؤں۔

قرآن کریم جس تک بھی پہنچا اس کے لئے نبی کریم ﷺ کی عمومی رسالت کا یہ کھلا پیغام ہے۔

اسی طرح اللہ عزوجل نے اہل کتاب (یہود ونصاریٰ) کے لئے بھی رسالت محمدیہ کی شمولیت کی صراحت کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وقل للذين أوتوا الكتاب والأميين أأسلمتم فإن أسلموا فقد اهتدوا وإن تولوا فإنما عليك البلاغ والله بصير

(۱) سورۃ الفرقان:۱۔

(۲) سورۃ الانعام:۱۹۔

بالعباد﴾[1]۔

اور اہل کتاب اور ان پڑھ لوگوں سے کہہ دیجئے! کہ کیا تم بھی اطاعت کرتے ہو؟ پس اگر یہ بھی تابعدار بن جائیں تو یقیناً ہدایت والے ہیں اور اگر یہ روگردانی کریں، تو آپ پر صرف پہنچا دینا ہے اور اللہ بندوں کو خوب دیکھ رہا ہے۔

نیز ارشاد فرمایا:

﴿ما كان محمد أبا أحد من رجاكم ولكن رسول الله وخاتم النبيين﴾[2]۔

محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں، بلکہ وہ اللہ کے رسول اور تمام نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں۔

نیز فرمایا:

﴿وما أرسلناك إلا رحمة للعالمين﴾[3]۔

(۱) سورۃ آل عمران:۲۰۔

(۲) سورۃ الاحزاب:۴۰۔

(۳) سورۃ الانبیاء:۱۰۷۔

ہم نے آپ کو تمام جہان والوں کے لئے سراپا رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

نیز فرمایا:

﴿وما أرسلناك إلا كافة للناس بشيراً و نذيراً ولكن أكثر الناس لا يعلمون﴾[1]۔

ہم نے آپ کو تمام لوگوں کے لئے خوشخبریاں سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے، مگر لوگوں کی اکثریت بے علم ہے۔

اور نبی کریم ﷺ نے تمام لوگوں تک یہ پیغام پہنچا دیا کہ آپ خاتم الانبیاء ہیں اور آپ کی رسالت (سب کے لئے) عام ہے، ارشاد ہے:

"أعطيت خمساً لم يعطهن أحد من الأنبياء قبلي" وذكر منها: "وكان النبي يبعث إلى قومه خاصة، وبعثت إلى الناس عامة" الحديث[2]۔

مجھے پانچ چیزیں ایسی دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئی،

---

(۱) سورۃ سبأ: ۲۸۔

(۲) صحیح بخاری مع فتح الباری، کتاب الصلاۃ، باب قول النبی ﷺ: جعلت لی الارض مسجداً وطہوراً ۱/۵۳۳، وصحیح مسلم، کتاب المساجد، ۱/۳۷۰، حدیث (۵۲۱)۔

اور ان میں سے ایک چیز یہ ذکر فرمائی کہ: مجھ سے پہلے ہر نبی خاص اپنی قوم کے لئے بھیجا جاتا تھا اور میں دنیا کے تمام لوگوں کے لئے مبعوث ہوا ہوں۔

نیز ارشاد ہے:

"مثلي ومثل الأنبياء من قبلي كمثل رجل بنى بيتاً فأحسنه وأجمله إلا موضع لبنة من زاوية، فجعل الناس يطوفون به ويعجبون له، ويقولون: هلا وضعت هذه اللبنة؟ قال: فأنا اللبنة وأنا خاتم النبيين"[1]۔

میری اور مجھ سے پہلے نبیوں کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کوئی شخص ایک گھر بنائے اور اس کی خوب تزئین وآرائش کرے لیکن ایک گوشہ میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دے! اب لوگ آکر اس کا چکر لگائیں (دیکھیں) اور تعجب سے کہیں کہ آخر یہ اینٹ کیوں نہیں لگائی گئی؟ آپ نے فرمایا: تو وہ اینٹ میں ہی ہوں اور میں سلسلۂ نبوت کو ختم

---

(۱) صحیح بخاری مع فتح الباری، کتاب المناقب، باب خاتم النبیین ۶/۵۵۸، وصحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب ذکر کونہ ﷺ خاتم النبیین ۴/۱۷۹۰۔

کرنے والا ہوں۔

بعثت سے لیکر قیامت تک، ہر وقت و ہر جگہ، تمام انس وجن کے لئے آپ کی رسالت کا عموم اور دیگر رسالتوں کا خاتمہ، یہ تمام امور اس بات کے متقاضی اور قطعی دلالت کناں ہیں کہ آپ ﷺ کے بعد سلسلۂ وحی منقطع ہونے کے سبب نبوت کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے، اور اب کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کے علاوہ شریعت سازی اور عبادت کا کوئی مصدر ومنبع نہیں ہے، اور اس کا لازمی تقاضہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کی عمومی رسالت پر ایمان رکھا جائے اور آپ کی لائی ہوئی تمام باتوں کی اتباع کی جائے، ارشاد گرامی ہے:

"والذي نفس محمد بيده لا يسمع بي أحد من هذه الأمة يهودي ولا نصراني ثم يموت ولم يؤمن بالذي أرسلت به إلا كان من أصحاب النار"[۱]۔

اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے، اس امت کا جو بھی یہودی یا نصرانی میرے بارے میں سنے اور پھر میری لائی ہوئی شریعت (قرآن

(۱) صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب وجوب الایمان برسالۃ نبینا محمد ﷺ إلی جمیع الناس ونسخ الملل بملتہ، ۱/۱۳۴۔

کریم) پر ایمان لائے بغیر مر جائے، وہ جہنمی ہوگا۔

اس سے حجت قائم ہو جاتی ہے اور قیامت تک، ہر وقت و ہر جگہ، تمام انس و جن کے لئے آپ کی رسالت کا عموم وشمول ثابت ہو جاتا ہے، ارشاد ہے:

﴿قد جاء كم بصائر من ربكم فمن أبصر فلنفسه ومن عمي فعليها وما أنا عليكم بحفيظ﴾[۱]۔

بلاشبہ تمہارے پاس تمہارے رب کی جانب سے حق بینی کے ذرائع پہنچ چکے ہیں سو جو شخص دیکھ لے گا وہ اپنا فائدہ کرے گا اور جو شخص اندھا رہے گا وہ اپنا نقصان کرے گا، اور میں تمہارا نگراں نہیں ہوں۔

نیز ارشاد ہے:

﴿وقل الحق من ربكم فمن شاء فليؤمن ومن شاء فليكفر﴾[۲]۔

اور آپ کہہ دیجئے کہ حق تمہارے رب کی جانب سے (موجود) ہے، اب جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے۔

(۱) سورۃ الانعام: ۱۰۴۔

(۲) سورۃ الکہف: ۲۹۔

مبحث ششم:

نبی کریم ﷺ کی ذات میں غلو اور مبالغہ کی حرمت

ا- صالحین کے بارے میں غلو: اللہ عز وجل کے ساتھ شرک کا ذریعہ ہے، چنانچہ آدم علیہ الصلاۃ والسلام کے زمین پر اتارے جانے کے بعد سے لوگ اسلام پر گامزن تھے، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

"كَانَ بَيْنَ آدَمَ وَنُوْحٍ عَشَرَةُ قُرُوْنٍ كُلُّهُمْ عَلَى الإِسْلَامِ"[۱]۔

آدم اور نوح علیہما السلام کے درمیان دس صدیاں گذری ہیں یہ سب کے سب اسلام (توحید) پر گامزن تھے۔

اس کے بعد لوگ نیک لوگوں سے تعلق قائم کرنے لگے اور آہستہ آہستہ دنیا میں شرک داخل ہوا، تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا،

---

(۱) مستدرک حاکم، کتاب التاریخ، ۲/ ۵۴۶، اور امام حاکم نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث امام بخاری کی شرط پر صحیح ہے، لیکن شیخین نے اسے روایت نہیں کیا ہے، اور امام ذہبی نے ان کی موافقت فرمائی ہے۔ نیز امام ابن کثیر نے اسے بخاری کے حوالہ سے البدایۃ والنہایہ میں ذکر فرمایا ہے، ۱/ ۱۰۱، دیکھئے: فتح الباری ۶/ ۳۷۲۔

تاکہ وہ لوگوں کو اللہ واحد کی عبادت کی دعوت دیں اور غیر اللہ کی عبادت سے منع فرمائیں[۱]، اور نوح علیہ السلام کی قوم نے انہیں جواب دیتے ہوئے کہا:

﴿ وَقَالُوْا لَا تَذَرُنَّ آلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَداًّ وَّلَا سُوَاعاً وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْراً ﴾[۲]۔

اور انھوں نے کہا اپنے معبودوں کو ہرگز نہ چھوڑنا، اور نہ ہی ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر کو چھوڑنا۔

یہ نوح علیہ السلام کی قوم کے نیک لوگوں کے نام ہیں، جب یہ فوت ہوگئے تو شیطان نے ان کے ماننے والوں کو یہ بات سمجھائی کہ جہاں وہ بیٹھا کرتے تھے وہاں ان کے مجسمے نصب کرلو، اور انہیں انہی کے ناموں سے موسوم کرو، انہوں نے ایسا ہی کیا، لیکن ان کی عبادت نہیں کی گئی، یہاں تک کہ جب یہ لوگ (مجسمے نصب کرنے والے) بھی مر گئے اور علم بھلا دیا گیا تو ان کی پرستش ہونے لگی[۳]۔

---

(۱) دیکھئے: البدایۃ والنہایہ، از امام ابن کثیر ۱/ ۱۰۶۔

(۲) سورۃ نوح: ۲۲۔

(۳) صحیح بخاری مع فتح الباری، کتاب التفسیر، سورۃ نوح، ۸/ ۶۶۷، حدیث (۴۹۲۰)۔

اس شرک کا سبب صالحین کی شان میں غلو کرنا ہے، کیونکہ شیطان صالحین کی شان میں غلو اور قبر پرستی کی دعوت دیتا ہے، اور لوگوں کے دلوں میں یہ بات ڈالتا ہے کہ ان قبروں پر عمارت کی تعمیر اور ان سے چمٹ کر بیٹھنا ان قبر والے انبیاء وصالحین سے محبت کی دلیل ہے، نیز یہ کہ ان قبروں کے پاس دعاء قبول ہوتی ہے، پھر انہیں اس درجہ سے ہٹا کر ان کے وسیلہ سے دعا کرنے اور ان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ پر قسم کھانے تک لے جاتا ہے، جب کہ اللہ کی شان اس سے عظیم تر ہے کہ اس کی مخلوق میں سے کسی کے واسطے سے اس سے سوال کیا جائے، پھر جب ان کے دلوں میں یہ بات راسخ ہو جاتی ہے تو انہیں صاحب قبر کو پکارنے، اس کی عبادت کرنے، اللہ کو چھوڑ کر اس سے شفاعت طلب کرنے اور اس کی قبر کو بت بنانے کی طرف لے جاتا ہے، جس پر پردے لٹکائے جائیں، اس کے گرد طواف کیا جائے، اسے چھوا جائے اور اس کا بوسہ لیا جائے اور اس کے پاس جانور ذبح کئے جائیں، اور پھر انہیں چوتھے درجے یعنی لوگوں کو اس کی عبادت کرنے اور اسے میلہ گاہ بنانے کی دعوت دینے کی طرف لے جاتا ہے، اور پھر انہیں اس بات کی دعوت دیتا ہے کہ جو ان چیزوں سے منع کرتا ہے وہ ان اونچے مقام ومرتبہ والے انبیاء وصالحین کی تنقیص وتوہین کرتا ہے اور

ایسا کرنے سے وہ ناراض اور غضبناک ہوتے ہیں(۱)۔

اسی لئے اللہ عز وجل نے اپنے بندوں کو دین میں غلو کرنے، قول، فعل یا اعتقاد سے کسی کی بہت زیادہ تعظیم کرنے اور مخلوق کو اس کے اپنے مرتبہ سے جس پر اللہ تعالیٰ نے اسے فائز کیا ہے بلند کرنے سے ڈرایا ہے، چنانچہ ارشاد ہے:

﴿يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ إِلَّا الْحَقَّ إِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلَى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ﴾(۲)۔

اے اہل کتاب اپنے دین کے بارے میں حد سے نہ گذر جاؤ، اور اللہ پر حق بات ہی کہو، مسیح عیسیٰ ابن مریم (علیہ السلام) تو صرف اللہ تعالیٰ کے رسول اور اس کے کلمہ (لفظ ''کن'' سے پیدا شدہ) ہیں جسے مریم (علیہا السلام) کی طرف ڈال دیا تھا، اور اس کے پاس کی روح ہیں۔

اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے کسی کو حد سے زیادہ بڑھانے سے منع فرمایا

(۱) دیکھئے: تفسیر طبری، ۲۹/۶۲، وفتح المجید شرح کتاب التوحید ص ۲۴۶۔

(۲) سورۃ النساء: ۱۷۱۔

ہے، ارشاد ہے:

" لا تطروني كما أطرت النصارىٰ ابن مريم فإني أنا عبده، فقولوا: عبد الله ورسوله"[1]۔

مجھے اس طرح حد سے نہ بڑھانا جس طرح عیسائیوں نے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو بڑھا دیا، میں تو صرف اللہ کا بندہ ہوں، لہٰذا تم مجھے اللہ کا بندہ اور رسول ہی کہنا۔

نیز ارشاد ہے:

"إياكم والغلو في الدين، فإنما أهلك من كان قبلكم الغلو في الدين" [2]۔

دین میں غلو کرنے سے بچنا، کیونکہ جو لوگ تم سے پہلے تھے انہیں دین میں غلو ہی نے ہلاک کیا تھا۔

---

(۱) صحیح بخاری مع فتح الباری، (الفاظ اسی کے ہیں) کتاب الانبیاء، باب قولی تعالیٰ: ﴿واذكر في الكتاب مريم..﴾، ۶/ ۴۷۸، ۱۲/ ۱۴۴، اس کی شرح کے لئے دیکھئے: فتح الباری ۱۲/ ۱۴۹۔

(۲) سنن نسائی، کتاب مناسک الحج، باب التقاط الحصیٰ، ۵/ ۲۶۸، وسنن ابن ماجہ کتاب المناسک باب قدر حصی الرمی، ۲/ ۱۰۰۸، ومسند احمد، ۱/ ۳۴۷۔

۲- نبی کریم ﷺ نے قبروں پر مساجد تعمیر کرنے اور قبروں کو سجدہ گاہ بنانے سے منع فرمایا ہے، کیونکہ صالحین کی قبروں کے پاس اللہ کی عبادت کرنا خود ان کی عبادت کرنے کا ذریعہ ہے۔ اور اسی لئے جب ام حبیبہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ ﷺ سے حبشہ کے ایک کنیسہ (گرجا گھر) کا تذکرہ کیا جس میں تصویریں تھیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"إن أولئك إذا كان فيهم الرجل الصالح فمات بنوا على قبره مسجداً وصوروا فيه تلك الصور، أولئك شرار الخلق عند الله يوم القيامة"[1]۔

بے شک یہ وہ لوگ ہیں کہ جب ان میں کا کوئی نیک آدمی مرجاتا تو یہ لوگ اس کی قبر پر مسجد تعمیر کر لیتے اور اس میں تصویریں نصب کر دیتے، یہ قیامت کے روز اللہ کے نزدیک سب سے بدترین لوگ ہوں گے۔

اور یہ نبی کریم ﷺ کی اپنی امت کے ساتھ خیر خواہی ہی تھی کہ جب آپ

---

(۱) بخاری مع فتح الباری، کتاب هل تنبش قبور مشركي الجاهلية ويتخذ مكانها مساجد، ۱/ ۵۲۳، ۳/ ۲۰۸، ۷/ ۱۸۷، ومسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاة، باب النهي عن بناء المساجد على القبور، ۱/ ۳۷۵۔

ﷺ کی موت کا وقت آیا تو آپ نے فرمایا:

”لعنة الله على اليهود والنصارىٰ اتخذوا قبور أنبيائهم مساجد“ قالت عائشة رضي الله عنها: يحذر ما صنعوا“(۱)۔

اللہ کی لعنت ہو یہود ونصاریٰ پر جنھوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا، عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ یہود ونصاریٰ کے عمل سے ڈرا رہے تھے۔

اور وفات سے پانچ روز قبل فرمایا:

”ألا و إن من كان قبلكم كانوا يتخذون قبور أنبيائهم و صالحيهم مساجد، ألا فلا تتخذوا القبور مساجد، فإني أنهاكم عن ذلك“ (۲)۔

سنو! جو لوگ تم سے پہلے تھے وہ اپنے انبیاء اور صالحین کی قبروں کو سجدہ

(۱) بخاری مع فتح الباری، کتاب الصلاۃ، باب: حدثنا ابو الیمان، ۱/۵۳۲، ۳/۲۰۰، ۶/۴۹۴، ۷/۱۸۶، ۸/۱۴۰، ۱۰/۲۷۷، ومسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ، باب النهي عن بناء المساجد على القبور واتخاذ الصور فيها، ۱/۳۳۷۔

(۲) مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ، باب النهي عن بناء المساجد على القبور، ۱/۳۷۷۔

گاہ بنالیتے تھے، خبردار! تم قبروں کو سجدہ گاہ نہ بنانا، میں تمھیں اس سے منع کررہا ہوں۔

۳- نبی کریم ﷺ نے اپنی امت کو اپنی قبر کو بت بنانے سے ڈرایا ہے کہ اللہ کو چھوڑ کر اس کی پرستش کی جائے، اور آپ کے علاوہ مخلوق کے دیگر افراد بدرجۂ اولیٰ اس تحذیر وتنبیہ کے مستحق ہیں، ارشاد ہے:

”اللهم لا تجعل قبري وثناً يعبد، اشتد غضب الله على قوم اتخذوا قبور أنبيائهم مساجد“ (۱)۔

اے اللہ میری قبر کو بت نہ بننے دینا کہ اس کی عبادت کی جائے، ایسے لوگوں پر اللہ کا غضب شدید تر ہو جنھوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا۔

اسی طرح آپ نے تنبیہ اور نفرت دلانے کے لئے قبروں کو سجدہ گاہ بنانے والوں پر لعنت فرمائی ہے، عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، وہ

(۱) مؤطا امام مالک، کتاب قصر الصلاۃ في السفر، باب جامع الصلاۃ، ۱/۱۷۲، یہ روایت امام مالک کے نزدیک مرسل ہے، اور مسند احمد (۲/۲۴۶) کے الفاظ یہ ہیں: ”اللهم لا تجعل قبري وثناً، ولعن الله قوماً اتخذوا قبور أنبيائهم مساجد“، والحلیۃ لابی نعیم، ۷/۳۱۷، نیز دیکھئے: فتح المجید، ص: ۱۵۰۔

فرماتے ہیں:

”لعن رسول الله ﷺ زائرات القبور والمتخذين عليها المساجد والسرج“[۱]۔

اللہ کے رسول ﷺ نے قبروں کی زیارت کرنے والیوں پر اور ان پر مساجد بنانے اور چراغاں کرنے والوں پر لعنت فرمائی ہے۔

نبی کریم ﷺ نے شرک تک پہنچنے کے تمام دروازوں کو بند کر دیا ہے[۲]، ارشاد ہے:

”لا تجلسوا على القبور ولا تصلوا إليها“ [۳]۔

قبروں پر نہ بیٹھو اور نہ ان کی طرف رخ کر کے نماز پڑھو۔

---

(۱) نسائی، کتاب الجنائز، باب التغليظ في اتخاذ السرج على القبور، ۴/۹۴، وابوداؤد، کتاب الجنائز، باب في زيارة النساء القبور، ۳/ ۲۱۸، وترمذي، کتاب الصلاة، باب كراهية أن يتخذ على القبر مسجداً، ۲/ ۱۳۶، وابن ماجه في الجنائز، باب النهي عن زيارة النساء للقبور، ۱/ ۵۰۲، واحمد، ۱/ ۲۲۹، ۲۸۷، ۳۲۴، ۲/ ۳۳۷، ۳/ ۴۴۲، ۴۴۳، وحاکم، ۱/ ۳۷۴، نیز حدیث کی تصحیح کے سلسلہ میں صاحب فتح المجید نے امام ابن تیمیہ سے جو بات نقل فرمائی ہے اسے ملاحظہ فرمائیں، ص: ۲۷۶۔

(۲) دیکھئے: فتح المجید، ص: ۲۸۱۔

(۳) مسلم، کتاب الجنائز، باب النهي عن الجلوس على القبر والصلاة عليه، ۲/ ۶۶۸۔

اور نبی کریم ﷺ نے واضح طور پر بیان فرمادیا ہے کہ قبریں نماز کی جگہ نہیں ہیں، نیز یہ کہ جو شخص بھی آپ ﷺ پر درود بھیجے گا اور آپ کو سلام عرض کرے گا وہ آپ تک پہنچ جائے گا، خواہ وہ آپ کی قبر سے دور ہو یا نزدیک، لہٰذا آپ کی قبر کو میلہ گاہ بنانے کی کوئی ضرورت نہیں، ارشاد ہے:

”لا تجعلوا بيوتكم قبوراً ولا تجعلوا قبري عيداً، وصلوا علي فإن صلاتكم تبلغني حيث كنتم“ [۱]۔

اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ، اور میری قبر کو میلہ گاہ نہ بناؤ، مجھ پر درود پڑھا کرو کیونکہ تمہارا درود مجھ تک پہنچ جائے گا تم جہاں کہیں بھی ہو۔

نیز ارشاد ہے:

”إن لله ملائكة سياحين يبلغون من أمتي السلام“[۲]۔

بے شک اللہ کے کچھ فرشتے زمین میں گشت کرتے رہتے ہیں، جو میری امت کا سلام مجھ تک پہنچاتے ہیں۔

---

(۱) ابوداؤد، کتاب المناسک، باب زيارة القبور، ۲/ ۲۱۸، (بسند حسن)، واحمد، ۲/ ۳۵۷، نیز دیکھئے: صحیح سنن ابوداؤد، ۱/ ۳۸۳۔

(۲) نسائی، ابواب السہو، باب السلام على النبي ﷺ، ۳/ ۴۳، واحمد، ۱/ ۴۵۲، وفضل الصلاة على النبي ﷺ لاسماعیل القاضی، حدیث نمبر (۲۱)، ص: ۲۴، اور اس کی سند صحیح ہے۔

جب نبی کریم ﷺ کی قبر کو جو کہ روئے زمین پر سب سے افضل قبر ہے، میلہ گاہ بنانے سے آپ نے منع فرمایا ہے تو آپ کے علاوہ کی قبر کو میلہ گاہ بنانا بدرجۂ اولیٰ منع ہوگا خواہ کوئی بھی ہو(۱)۔

نبی کریم ﷺ روئے زمین کو شرک باللہ کے وسائل سے پاک کر رہے تھے، چنانچہ آپ ﷺ اپنے بعض صحابہ کو قبروں پر بنے ہوئے قبوں (گنبدوں) کو گرانے اور تصویروں کو مٹانے اور مسخ کرنے کے لئے بھی بھیجا کرتے تھے۔ ابو الہیاج اسدی سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا میں تمہیں ایک ایسے کام کے لئے نہ بھیجوں جس کے لئے اللہ کے رسول ﷺ نے مجھے بھیجا تھا کہ:

"ألا تدع تمثالاً إلا طمسته ولا قبراً مشرفاً إلا سويته"(۲)۔

کوئی مجسمہ (اسٹیچو) نہ چھوڑنا مگر اسے مٹا کر رکھ دینا، اور نہ کوئی اونچی قبر چھوڑنا مگر اسے (توڑ کر) برابر کر دینا۔

۴- جہاں نبی کریم ﷺ نے شرک تک پہنچانے والے تمام دروازوں کو بند

(۱) دیکھئے: الدرر السنیۃ فی الأجوبۃ النجدیۃ لعبد الرحمن بن قاسم، ۶/ ۱۶۵ تا ۱۷۴۔

(۲) مسلم، کتاب الجنائز، باب الأمر بتسویۃ القبر، ۲/ ۶۶۶۔

کیا ہے وہیں شرک سے قریب کرنے والی اور توحید کو شرک اور اس کے اسباب سے خلط ملط کرنے والی تمام چیزوں سے توحید کی حفاظت بھی فرمائی ہے، چنانچہ ارشاد ہے:

"لا تشدوا الرحال إلا إلى ثلاثة مساجد: مسجدي هذا، والمسجد الحرام، والمسجد الأقصى"(۱)۔

تین مسجدوں کے علاوہ کہیں اور کے لئے کجاوے نہ کسو (سفر نہ کرو) میری یہ مسجد (مسجد نبوی)، مسجد حرام، اور مسجد اقصیٰ۔

چنانچہ اس ممانعت میں قبروں اور مزاروں کے لئے کجاوے کسنا بھی شامل ہے، نبی کریم ﷺ کے فرمان سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے یہی سمجھا ہے، اسی لئے جب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کوہ طور گئے اور (واپس آکر) بصرہ بن ابو بصرہ غفاری سے ان کی ملاقات ہوئی، تو انھوں نے ان سے پوچھا کہاں سے آرہے ہو؟ فرمایا: کوہ طور سے، انھوں نے کہا: اگر وہاں جانے سے پہلے تم سے میری ملاقات ہوئی ہوتی تو تمہیں وہاں جانے نہ دیتا!!، میں نے رسول اللہ

(۱) بخاری مع فتح الباری، کتاب فضل الصلاۃ في مسجد مکۃ والمدینۃ، ۳/ ۶۳، ومسلم (الفاظ اسی کے ہیں)، کتاب الحج، باب سفر المرأۃ مع محرم الی حج وغیرہ، ۲/ ۹۷۶۔

ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے:

"لا تعمل المطى إلا إلى ثلاثه مساجد..." (۱)۔

سفر صرف تین مسجدوں کے لئے ہی کیا جاسکتا ہے....

اسی لئے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ: "ائمہ اس بات پر متفق ہیں کہ اگر کوئی شخص نبی کریم ﷺ یا آپ کے علاوہ انبیاء وصالحین کی قبروں کی طرف سفر کرنے کی نذر مانے تو اس کے لئے اپنی نذر کا پورا کرنا ضروری نہ ہوگا، بلکہ اسے اس سے منع کیا جائے گا" (۲)۔

۵-زیارت قبور کی قسمیں: زیارت قبور کی دو قسمیں:

پہلی قسم: مشروع زیارت: جس کا مقصد اہل قبور کو سلام کرنا اور ان کے لئے دعا کرنا ہوتا ہے، جیسا کہ کسی کے مرنے پر نماز جنازہ کا مقصد ہوتا ہے، اور موت کی یاد کے لئے - بشرطیکہ اسی کے لئے خاص سفر نہ کیا جائے - نیز سنت

---

(۱) نسائی، کتاب الجمعة، باب الساعة التي يستجاب فيها الدعاء يوم الجمعة، ۳/۱۱۴، ومالک في الموطأ، کتاب الجمعة، باب الساعة التي في يوم الجمعة، ۱/۱۰۹، مسند احمد، ۶/۷، ۳۹۷، نیز دیکھئے: فتح المجید، ص: ۲۸۹، وصحیح النسائی، ۱/۳۰۹۔

(۲) دیکھئے: فتاوی ابن تیمیة، ۱/۲۳۴۔

نبوی کی اتباع کے لئے۔

دوسری قسم: مشرکانہ اور بدعی زیارت (۱)۔

اس قسم کی تین قسمیں ہیں:

۱- جو مردے سے اپنی حاجت کا سوال کرتے ہیں، ایسے لوگ بت پرستوں کے قبیل سے ہیں۔

۲- جو مردے کے وسیلہ سے اللہ سے سوال کرتے ہیں، مثلاً کوئی کہتا ہے کہ میں تیری طرف تیرے نبی یا فلاں شیخ کے حق کا وسیلہ قائم کرتا ہوں، یہ چیز دین اسلام میں ایجاد کردہ بدعات میں سے ہے، لیکن شرک اکبر تک نہیں پہنچتی، اور نہ ہی ایسا کہنے والے کو دین اسلام سے خارج کرتی ہے، جیسا کہ پہلی قسم خارج کر دیتی ہے۔

۳- جن کا عقیدہ یہ ہے کہ قبروں کے پاس دعائیں قبول ہوتی ہیں یا مسجد کی بہ نسبت وہاں دعا کرنا زیادہ افضل ہے، یہ چیز متفقہ طور پر عظیم گناہوں میں سے ہے (۲)۔

---

(۱) دیکھئے: فتاوی ابن تیمیہ، ۱/۲۳۳، والبدایة والنهایة، ۱۴/۱۲۳۔

(۲) دیکھئے: الدرر السنیة فی الأجوبة النجدیة، ۶/۱۶۵ تا ۱۷۴۔

فصل سوم:

کلمۂ شہادت کے نواقض (منافی امور)

مبحث اول: شریعت کی خلاف ورزیوں کی قسمیں

جو شخص اسلام کو توڑنے والے امور (نواقض) میں سے کسی امر کا مرتکب ہوگا اپنے حق میں کلمۂ توحید کو ضائع کر لے گا اور دین اسلام سے مرتد اور کافر ہو جائے گا، اور بلاشبہ حکم الٰہی کی مخالفت (خلاف ورزی) کی دو قسمیں ہیں:

پہلی قسم: وہ خلاف ورزیاں جو ارتداد کی موجب اور اسلام کو بالکلیہ باطل کر دیتی ہیں، اور اس کا مرتکب کفر اکبر کا مرتکب ہوتا ہے، یہ وہ شخص ہے جو دین اسلام کے منافی کسی امر کا مرتکب ہو۔

دوسری قسم: وہ خلاف ورزیاں جو اسلام کو ضائع نہیں کرتیں بلکہ اس میں نقص پیدا کرتیں اور اسے کمزور کر دیتی ہیں اور ان کا مرتکب اگر توبہ نہ کرے تو اللہ کے غضب وعذاب کے عظیم خطرہ میں ہوتا ہے، وہ عام معاصی ہیں جن کا

مرتکب جانتا ہے کہ وہ گناہ ہیں٬ جیسے زنا کاری، لیکن اسے حلال نہیں سمجھتا ہے تو ایسا شخص اللہ کی مشیت تلے ہوتا ہے، اگر چاہے تو اسے عذاب دے اور پھر اس کے ایمان اور عمل صالح کے سبب اسے جنت میں داخل کر دے اور اگر چاہے تو اسے (بلا عذاب) معاف کر دے[1]۔

مبحث دوم: خطرناک اور بکثرت ہونے والے نواقض

اسلام کو توڑنے والی چیزیں بے شمار ہیں٬ علماء کرام رحمہم اللہ نے مرتد کے حکم کے بیان میں ذکر کیا ہے کہ مسلمان کبھی کبھار دین اسلام کو توڑنے والی بہت سی چیزوں کے سبب دین اسلام سے مرتد ہو جاتا ہے جو اس کے خون اور مال کو حلال کر دیتی ہیں، اور ان کے سبب وہ شخص دین اسلام سے خارج ہو جاتا ہے، ان میں سب سے زیادہ خطرناک اور بکثرت واقع ہونے والی (درج ذیل) دس چیزیں ہیں[2]۔

---

(۱) دیکھئے: فتاویٰ سماحۃ العلامہ ابن باز، ۴/۲۰ و ۴۵۔

(۲) انہیں امام محمد بن عبد الوہاب رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے، میں انہیں باللفظ ذکر کروں گا پھر اس کے بعد اہل علم کی بعض توضیحات بھی قلمبند کروں گا۔ دیکھئے: مولفات محمد بن عبد الوہاب: پہلی قسم ==

اول: اللہ تعالیٰ کی عبادت میں شرک کرنا، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿**إِنَّ اللّٰهَ لا يَغْفِرُ أَنْ يُّشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاءُ**﴾[1]۔

یقیناً اللہ تعالیٰ اس چیز کو ہرگز نہیں معاف کرے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے، اور اس کے علاوہ گناہوں کو جس کے لئے چاہے بخش دے گا۔

نیز ارشاد ہے:

﴿**إِنَّـهُ مَـنْ يُّشْـرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ، وَمَا لِلظَّالِمِيْنَ مِنْ أَنْصَارٍ**﴾[2]۔

بے شک جو اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے اس پر اللہ نے جنت حرام کردی ہے اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے، اور ظالموں کے لئے کوئی مددگار نہ ہوگا۔

== عقیدہ اور اسلامی آداب، ص۳۸۵، مجموعۃ التوحید، از شیخ الاسلام ابن تیمیہ وشیخ محمد بن عبدالوہاب رحمہما اللہ، ص۲۷، ۲۸۔

(۱) سورۃ النساء:۱۱۶۔

(۲) سورۃ المائدۃ:۷۲۔

اور اسی میں سے غیر اللہ کے لئے ذبح کرنا بھی ہے، جیسے کوئی شخص جن یا قبر کے لئے ذبح کرے۔

دوم: جو اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان واسطے بنائے اور ان کی دہائی دے، ان سے شفاعت کا سوال کرے، ان پر توکل وبھروسہ کرے، تو ایسا شخص متفقہ طور پر کافر ہے۔

سوم: جو مشرکوں کو کافر نہ سمجھے یا ان کے کفر میں شک کرے، یا ان کے مذہب وعقیدہ کو صحیح جانے، وہ کافر ہے۔

چہارم: جو یہ عقیدہ رکھے کہ نبی کریم ﷺ کے علاوہ کسی کا طریقہ (ہدایت) آپ کی ہدایت سے زیادہ کامل ومکمل ہے، یا آپ کے علاوہ کسی کا حکم (فیصلہ) آپ کے فیصلہ سے بہتر ہے- جیسے کچھ لوگ طواغیت کے فیصلہ کو آپ ﷺ کے فیصلہ سے افضل سمجھتے ہیں- تو ایسا شخص کافر ہے۔

پنجم: جو رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی کسی چیز سے بغض ونفرت کرے، گرچہ اس پر عمل بھی کرے تو ایسا شخص متفقہ طور پر کافر ہے، کیونکہ ارشاد باری ہے:

﴿**ذلک بأنهم كرهوا ما أنزل الله فأحبط أعمالهم**﴾[1]۔

---

(۱) سورۃ محمد:۹۔

یہ اس لئے کہ انھوں نے اللہ عزوجل کی نازل کردہ چیز کو ناپسند کیا تو اللہ نے ان کے اعمال کو ضائع کردیا۔

ششم: جو شخص رسول اللہ ﷺ کے لائے ہوئے دین میں سے کسی چیز، یا اس کے ثواب، یا اس کے عذاب کا استہزاء و مذاق کرے تو ایسا شخص کافر ہے، اس کی دلیل اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا درج ذیل فرمان ہے:

﴿قل أبالله وآياته ورسوله كنتم تستهزءون، لا تعتذروا قد كفرتم بعد إيمانكم﴾[1]۔

آپ کہہ دیجئے کہ کیا تم اللہ، اس کی آیتوں اور اس کے رسول ﷺ کا مذاق اڑاتے ہو، بہانے نہ بناؤ تم اپنے ایمان کے بعد کافر ہو چکے ہو۔

ہفتم: جادو، اور اسی قبیل سے صرف[2] اور عطف[3] بھی ہے، جس نے ایسا کیا یا اس سے راضی وخوش ہوا وہ کافر ہے، اس کی دلیل اللہ عزوجل کا درج

---

(۱) سورۃ التوبہ: ٦٥، ٦٦۔

(۲) یہ ایک جادوئی عمل ہے جس سے انسان کی طبیعت کو بدلنا اور اس کی خواہش سے پھیرنا مقصود ہوتا ہے، جیسے آدمی کو اپنی بیوی کی محبت سے نفرت کی طرف پھیر دینا۔

(۳) یہ بھی ایک جادوئی عمل ہے جس سے آدمی کو کسی ایسی چیز کی رغبت دلانا مقصود ہوتا جسے وہ نہ چاہتا ہو، تو وہ شیطانی کرشموں کے ذریعہ اس مبغوض شے سے محبت کرنے لگتا ہے۔

ذیل فرمان ہے:

﴿وما يعلمان من أحد حتى يقولا إنما نحن فتنة فلا تكفر﴾[1]۔

وہ دونوں کسی کو بھی جادو نہ سکھاتے تھے یہاں تک کہ (پہلے ہی) کہہ دیتے تھے کہ دیکھو ہم آزمائش کے طور پر بھیجے گئے ہیں لہٰذا کفر نہ کرو۔

ہشتم: مشرکین کی حمایت اور مسلمانوں کے خلاف ان کی مدد کرنا، دلیل درج ذیل فرمان باری ہے:

﴿ومن يتولهم منكم فإنه منهم إن الله لا يهدي القوم الظالمين﴾[2]۔

اور تم میں سے جو بھی ان سے دوستانہ رویہ رکھے گا وہ انہی میں سے ہوگا، بیشک اللہ تعالیٰ ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔

نہم: جو یہ عقیدہ رکھے کہ بعض لوگوں کو محمد ﷺ کی شریعت سے نکلنے کا اختیار ہے، جیسا کہ خضر علیہ السلام کو موسیٰ علیہ السلام کی شریعت سے نکلنے کی گنجائش تھی

---

(۱) سورۃ البقرۃ: ۱۰۲۔

(۲) سورۃ المائدۃ: ۵۱۔

تو ایسا شخص کافر ہے۔

دہم: اللہ کے دین سے اعراض کرنا، بایں طور کہ نہ اسے سیکھے اور نہ ہی اس پر عمل کرے، دلیل درج ذیل فرمان باری ہے:

﴿ومن أظلم ممن ذكر بآيات ربه ثم أعرض عنها إنا من المجرمين منتقمون﴾(۱)۔

اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جسے اللہ کی آیتوں سے وعظ کیا گیا پھر بھی اس نے ان سے منہ پھیر لیا، بیشک ہم مجرموں سے انتقام لینے والے ہیں۔

ان تمام نواقض میں از راہ مذاق یا سنجیدگی سے یا ڈر کر ارتکاب کرنے والے کے درمیان کوئی فرق نہیں، سوائے مجبور کے (یعنی جس پر دباؤ ڈال کر کروایا گیا ہو) اور یہ تمام امور انتہائی خطرناک اور بکثرت واقع ہونے والے ہیں، لہٰذا مسلمان کو چاہئے کہ ان تمام امور سے چوکنا رہے اور اپنی ذات پر ان سے خطرہ محسوس کرے، ہم اللہ کے غیظ وغضب کو واجب کرنے والی چیزوں اور اس کے دردناک انجام سے اس کی پناہ چاہتے ہیں(۲)۔

---

(۱) سورۃ السجدۃ:۲۲۔

(۲) مجموعۂ توحید، از شیخ الاسلام ابن تیمیہ وشیخ محمد بن عبدالوہاب رحمہما اللہ، ص ۲۷، ۲۸ ==

مبحث سوم:

بعض نواقض کی وضاحت اور نفاق وبدعت کی قسمیں

۱- پہلے ناقض ''شرک'' کی وضاحت:

شرک: کہا جاتا ہے ''أشرك بالله'' یعنی اللہ کی بادشاہت یا اس کی عبادت میں اس کا شریک بنایا، لہٰذا ''شرک'' کا معنیٰ یہ ہے کہ آپ اللہ کا کوئی شریک ٹھہرائیں جب کہ اس نے آپ کو تنہا پیدا کیا ہے، شرک سب سے بڑا گناہ ہے، نیز اعمال کو ضائع وبرباد کرنے والا اور ثواب سے محروم کرنے والا جرم ہے، چنانچہ جس کسی نے محبت، عبادت یا تعظیم میں اللہ کے علاوہ کو اللہ کے برابر قرار دیا یا ملت ابراہیمی کے مخالف نقوش اور مبادی کی پیروی کی وہ مشرک ہے(۱)۔

شرک کی تین قسمیں:

پہلی قسم: شرک اکبر جو دین اسلام سے خارج کر دیتا ہے، ارشاد باری ہے:

== ومولفات محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ، پہلی قسم: عقیدہ اور اسلامی آداب، ص ۳۸۵، ۳۸۷، ومجموعہ فتاویٰ شیخ ابن باز، ۱/۱۳۵۔

(۱) دیکھئے: قضیۃ التکفیر از مولف کتاب، ص ۹۔

﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُّشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاءُ، وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالاً بَعِيْداً﴾(۱)۔

یقیناً اللہ تعالیٰ اس چیز کو ہرگز نہیں معاف کرے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے، اور اس کے علاوہ گناہوں کو جس کے لئے چاہے گا بخش دے گا، اور جو اللہ کے ساتھ شرک کرے وہ بہت دور کی گمراہی میں جا پڑا۔

اس (شرک اکبر) کی چار قسمیں ہیں:

۱-دعاء کا شرک:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَإِذَا رَكِبُوْا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ فَلَمَّا نَجَّاهُمْ إِلَى الْبَرِّ إِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ﴾(۲)۔

تو جب یہ لوگ کشتیوں میں سوار ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ہی کو پکارتے ہیں اس کے لئے عبادت کو خالص کر کے، پھر جب وہ انہیں خشکی کی

(۱) سورۃ النساء:۱۱۶۔

(۲) سورۃ العنکبوت:۶۵۔

طرف بچالاتا ہے تو اسی وقت شرک کرنے لگتے ہیں۔

۲- نیت، ارادہ اور قصد کا شرک:

ارشاد باری ہے:

﴿مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا نُوَفِّ إِلَيْهِمْ أَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ، أُولٰئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ إِلَّا النَّارُ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَبَاطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾(۱)۔

جو لوگ دنیوی زندگی اور اس کی رونق چاہتے ہیں، ہم انہیں ان کے سارے اعمال کا بدلہ یہیں بھرپور دیدیتے ہیں، اور یہاں انہیں کوئی کمی نہیں کی جاتی ہے، یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے آخرت میں سوائے آگ کے اور کچھ نہیں اور جو کچھ یہاں انہوں نے کیا ہوگا وہ سب اکارت ہے، اور ان کے سارے اعمال برباد ہونے والے ہیں۔

۳-اطاعت کا شرک:

یہ اللہ کی نافرمانی میں احبار ورہبان یعنی اپنے علماء اور عبادت گذاروں

(۱) سورۃ ہود: ۱۵،۱۶۔

وغیرہ کی اطاعت کرنا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اتَّخَذُوْا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَاباً مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَا أُمِرُوْا إِلَّا لِيَعْبُدُوْا إِلٰهاً وَّاحِداً لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ سُبْحَانَهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾(۱)۔

ان لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے عالموں اور درویشوں کو اپنا رب بنالیا ہے اور مریم کے بیٹے مسیح کو، حالانکہ انہیں صرف ایک تنہا اللہ کی عبادت کا حکم دیا گیا تھا جس کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں، وہ ان کے شرک سے منزہ اور پاک ہے۔

۴-محبت کا شرک:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ أَنْدَاداً يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ﴾(۲)۔

اور بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو اللہ کے علاوہ اوروں کو شریک ٹھہرا کر ان

(۱) سورۃ التوبۃ:۳۱۔

(۲) سورۃ البقرۃ:۱۶۵۔

سے ایسی محبت رکھتے ہیں جیسی محبت اللہ سے ہونی چاہئے۔

دوسری قسم: شرک اصغر جو مشرک کو دین اسلام سے خارج نہیں کرتا، معمولی ریاء ونمود اسی قبیل سے ہے، ہم اس سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں، ارشاد باری ہے:

﴿فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْ لِقَاءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلاً صَالِحاً وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖ أَحَداً﴾(۱)۔

تو جسے بھی اپنے پروردگار سے ملنے کی آرزو ہو اسے چاہئے کہ نیک اعمال کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔

اور اسی قبیل سے غیر اللہ کی قسم کھانا بھی ہے، ارشاد نبوی ہے:

"من حلف بغير الله فقد كفر أو أشرك"(۲)۔

جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی اس نے کفر کیا یا شرک کیا۔

اور اسی قبیل سے آدمی کا ''اگر اللہ نہ ہوتا اور آپ'' یا ''جو اللہ چاہے اور آپ''، وغیرہ کہنا بھی ہے۔

(۱) سورۃ الکہف:۱۱۰۔

(۲) جامع ترمذی بروایت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ۴/۱۱۰۔

تیسری قسم: شرک خفی:

"الشرك في هذه الأمة أخفىٰ من دبيب النملة السوداء علىٰ صفاةٍ سوداء في ظلمة الليل"[۱]۔

شرک اس امت میں رات کی تاریکی میں کالی چٹان پر کالی چیونٹی کی چال سے بھی پوشیدہ تر ہے۔

اوراس کا کفارہ یہ ہے کہ بندہ کہے:

"اللهم إني أعوذبك أن أشرك بك شيئاً و أنا أعلم، وأستغفرك من الذنب الذي لا أعلم"[۲]۔

اے اللہ میں تجھ سے اس بات کی پناہ چاہتا ہوں کہ میں تیرے ساتھ کچھ بھی شریک کروں دراں حالیکہ میں جانتا ہوں، اور میں تجھ سے اس گناہ کی بخشش چاہتا ہوں جو میں نہیں جانتا۔

---

(۱) اسے حکیم ترمذی نے روایت کیا ہے، دیکھئے: صحیح الجامع ۳/۲۳۳، وتخریج الطحاویہ از ارنووط، ص۸۳۔

(۲) اسے حکیم ترمذی نے روایت کیا ہے، دیکھئے: صحیح الجامع ۳/۲۳۳، ومجموعۂ توحید، از احمد بن تیمیہ ومحمد بن عبدالوہاب رحمہا اللہ، ص۶۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمان باری تعالیٰ:

﴿فَلا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ أَنْدَاداً وَّأَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾[۱]۔

اللہ تعالیٰ کے لئے شریک نہ بناؤ اس حال میں کہ تمہیں علم ہو۔

کے بارے میں فرماتے ہیں: ''انداد'' وہ شرک ہے جو رات کی تاریکی میں کالی چٹان پر چیونٹی کی چال سے بھی پوشیدہ ہے، اور وہ یہ ہے کہ کوئی کہے: اے فلاں! اللہ کی قسم اور تیری زندگی کی قسم اور میری زندگی کی قسم، یا کہے: اگر اسکی کتیا نہ ہوتی تو کل رات ہمارے یہاں چور آجاتے، اور اگر بطخ گھر میں نہ ہوتی تو چور آگھستے، اور آدمی کا اپنے ساتھی سے یہ کہنا کہ: جو اللہ چاہے اور آپ، یا یہ کہنا کہ: اگر اللہ نہ ہوتا اور فلاں[۲]۔

شرک کی دوسری قسم کی وضاحت کے ضمن میں ذکر کردہ حدیث:

"من حلف بغير الله فقد كفر أو أشرك"[۳]۔

---

(۱) سورۃ البقرۃ:۲۲۔

(۲) تیسیر العلی القدیر لاختصار تفسیر ابن کثیر ۱/۳۲۔

(۲) جامع ترمذی بروایت ابن عمر رضی اللہ عنہ، ۴/۱۱۰، امام ترمذی نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے، نیز دیکھئے صحیح سنن ترمذی (۲/۹۹)۔

جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی اس نے کفر کیا یا شرک کیا۔

کے بارے میں امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بعض اہل علم کے نزدیک نبی کے فرمان "فقد کفر أو أشرک" کی تفسیر یہ کی گئی ہے کہ یہ شدت اور تغلیظ پر محمول ہے (یعنی حقیقت مقصود نہیں ہے) اور اس کی دلیل عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ان کو "وأبي وأبي" (میرے باپ کی قسم، میرے باپ کی قسم) کہتے ہوئے سنا تو آپ نے فرمایا:

"ألا إن الله ينهاكم أن تحلفوا بآبائكم"[1]۔

سن لو! اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے باپ دادوں کی قسم کھانے سے منع فرماتا ہے۔

اور ابو ہریرہ رضی اللہ کی حدیث جو انھوں نے نبی کریم ﷺ سے روایت کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"من قال في حلفه باللات والعزىٰ فليقل: لا إله إلا الله"[2]۔

جس نے اپنی قسم میں کہا: "لات وعزیٰ کی قسم" تو اسے چاہئے کہ وہ

(۱) جامع ترمذی بروایت ابن عمر رضی اللہ عنہ، ۴/۱۱۰، نیز دیکھئے صحیح سنن ترمذی (۲/۹۹)۔

(۲) جامع ترمذی بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، ۴/۱۱۰، نیز دیکھئے صحیح سنن ترمذی (۲/۹۹)۔

"لا الہ الا اللہ" کہے۔

اور ممکن ہے کہ شرک خفی شرک اصغر میں داخل ہو، تو ایسی صورت میں شرک کی دو ہی قسمیں ہوں گی، شرک اکبر اور شرک اصغر، امام ابن قیم رحمہ اللہ نے اسی بات کی طرف اشارہ کیا ہے[1]۔

۴- چوتھے ناقض کی وضاحت:

اسلام کے چوتھے ناقض میں وہ شخص بھی داخل ہے جو یہ عقیدہ رکھے کہ لوگوں کے خود ساختہ قوانین وضوابط شریعت اسلامیہ سے افضل، یا اس کے برابر ہیں، یا یہ کہ ان خود ساختہ قوانین سے فیصلہ لینا جائز ہے گرچہ اس کا یہ عقیدہ بھی ہو کہ شریعت کا فیصلہ اس سے افضل ہے، یا یہ کہ بیسویں صدی میں اسلامی نظام کی عملی تطبیق صحیح نہیں، یا یہ کہ اسلامی نظام مسلمانوں کی پستی وپسماندگی کا سبب ہے، یا یہ کہ اسلامی نظام بندے اور اس کے رب کے تعلقات ہی میں محصور ہے، زندگی کے دیگر شعبوں میں اس کا کوئی دخل نہیں، اسی طرح اس (ناقض) میں وہ شخص بھی داخل ہے جس کا یہ خیال ہو کہ چور کے ہاتھ کاٹنے یا شادی شدہ زانی کے سنگسار کرنے وغیرہ میں اللہ کے حکم کا نفاذ عصر حاضر کے

(۱) دیکھئے: الجواب الکافی، از علامہ ابن القیم، ص ۲۳۳۔

مناسب نہیں ہے، اسی طرح اس میں ہر وہ شخص بھی داخل ہے جو یہ عقیدہ رکھے کہ معاملات یا حدود وغیرہ میں اللہ کی شریعت کے علاوہ سے فیصلہ لینا جائز ہے، گرچہ اس کا عقیدہ یہ نہ بھی ہو کہ وہ فیصلہ شریعت کے فیصلہ سے افضل ہے، کیونکہ ایسا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ متفقہ طور پر اللہ کی حرام کردہ چیز کو حلال سمجھتا ہے، اور ہر وہ شخص جو اللہ کی حرام کردہ کسی چیز کو جس کی حرمت دین اسلام میں بدیہی طور پر معلوم ہے، حلال سمجھے، جیسے زنا، شراب، سود اور اللہ کی شریعت کے علاوہ سے فیصلہ لینا وغیرہ تو ایسا شخص باتفاق مسلمین کافر ہے۔ ہم اللہ سے اس کے غیظ وغضب کو واجب کرنے والی چیزوں اور اس کے دردناک عذاب سے اس کی پناہ چاہتے ہیں[1]۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اللہ کی نازل کردہ شریعت کے علاوہ سے فیصلہ لینے یا کرنے کے مسئلہ میں تفصیل ہے، اس سلسلہ میں - ان شاء اللہ - درست منہج حسب ذیل ہے:

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿ومن لم يحكم بما أنزل الله فأولئك هم

(۱) دیکھئے: مجموعہ فتاویٰ ومقالات متنوعہ، از علامہ ابن باز، ۱/ ۱۳۷۔

الكافرون﴾[1]۔

اور جو لوگ اللہ کی نازل کردہ شریعت کے ذریعہ فیصلہ نہ کریں وہی لوگ کافر ہیں۔

نیز ارشاد ہے:

﴿ومن لم يحكم بما أنزل الله فأولئك هم الظالمون﴾[2]۔

اور جو لوگ اللہ کی نازل کردہ شریعت کے ذریعہ فیصلہ نہ کریں وہی لوگ ظالم ہیں۔

نیز ارشاد ہے:

﴿ومن لم يحكم بما أنزل الله فأولئك هم الفاسقون﴾[3]۔

اور جو لوگ اللہ کی نازل کردہ شریعت کے ذریعہ فیصلہ نہ کریں وہی لوگ فاسق ہیں۔

طاووس وعطاء رحمہما اللہ فرماتے ہیں: ''کفر سے کمتر کفر، ظلم سے کمتر ظلم اور

(۱) سورۃ المائدۃ:۴۴۔

(۲) سورۃ المائدۃ:۴۵۔

(۳) سورۃ المائدۃ:۴۷۔

فسق سے کمتر فسق (مراد ہے)''[1]۔

صحیح اور درست بات یہ ہے کہ اللہ کی نازل کردہ شریعت کے علاوہ سے فیصلہ کرنے والا کبھی تو مرتد (خارج از اسلام) ہو جاتا ہے اور کبھی مسلمان٬ گنہ گار٬ اور کبیرہ گناہوں میں سے ایک بڑے گناہ کا مرتکب ہوتا ہے، چنانچہ اسی بنیاد پر ہم دیکھتے ہیں کہ اہل علم نے درج ذیل الفاظ کی دو قسمیں کی ہیں:

ایک قسم یہ ہے: کافر٬ فاسق٬ ظالم٬ منافق اور مشرک، اور دوسری ہے: کفر سے کم تر کفر٬ ظلم سے کمتر ظلم٬ فسق سے کمتر فسق٬ نفاق سے کمتر نفاق اور شرک سے کمتر شرک ، چنانچہ بڑا (کفر وشرک وغیرہ) انسان کو دین اسلام سے خارج کر دیتا ہے، کیونکہ وہ کلی طور پر دین کی بنیادوں کے خلاف ہے، جبکہ چھوٹا ایمان میں کمی پیدا کرتا ہے اور اس کے کمال کے منافی ہے اور اس کے مرتکب کو اسلام سے خارج نہیں کرتا، اسی لئے علماء کرام نے اللہ کی نازل کردہ شریعت سے فیصلہ نہ کرنے والے کے حکم کے بارے میں تفصیلی گفتگو فرمائی ہے:

سماحۃ الشیخ علامہ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''جو اللہ کی نازل کردہ شریعت کے مطابق فیصلہ نہیں کرتا وہ (درج ذیل) چار قسموں

---

(۱) دیکھئے: تیسیر العلی القدیر لاختصار تفسیر ابن کثیر ۲/۵۵۔

میں سے کسی ایک قسم میں ہوگا:

۱- جو یہ کہے کہ میں اس (اللہ کی نازل کردہ شریعت کے علاوہ) سے فیصلہ اس لئے کرتا ہوں کہ وہ شریعت اسلامیہ سے افضل ہے، تو ایسا شخص کفر اکبر کا مرتکب ہے۔

۲- جو یہ کہے کہ میں اس سے فیصلہ اس لئے کرتا ہوں کہ وہ شریعت اسلامیہ ہی کی طرح ہے، لہٰذا اس سے اور شریعت اسلامیہ دونوں سے فیصلہ کرنا جائز ہے٬ تو ایسا شخص بھی کفر اکبر کا مرتکب ہے۔

۳- جو یہ کہے کہ میں اس سے فیصلہ کرتا ہوں٬ اور شریعت اسلامیہ کے ذریعہ فیصلہ کرنا افضل ہے لیکن اللہ کی نازل کردہ شریعت کے علاوہ سے فیصلہ کرنا بھی جائز ہے، تو ایسا شخص بھی کفر اکبر کا مرتکب ہے۔

۴- جو یہ کہے کہ میں اس سے فیصلہ کرتا ہوں، حالانکہ اس کا عقیدہ یہ ہو کہ اللہ کی نازل کردہ شریعت کے علاوہ سے فیصلہ کرنا جائز نہیں ہے، اور وہ یہ کہے کہ شریعت اسلامیہ کے ذریعہ فیصلہ کرنا ہی افضل ہے اس کے علاوہ سے فیصلہ کرنا جائز نہیں٬ لیکن وہ متساہل (کوتاہی کرنے والا) ہو یا ایسا اپنے حاکموں کے حکم کی تعمیل میں کر رہا ہو تو ایسا شخص کفر اصغر (چھوٹے کفر) کا مرتکب ہے جو

اسے دین اسلام سے خارج نہیں کرے گا، اور اسے کبیرہ گناہوں میں سے سمجھا جائے گا''[1]۔

عمل کو فسق یا اس کے مرتکب کو فاسق کا نام دینے اور اسے مسلمان کا نام دیکر اس پر مسلمانوں کے احکام جاری کئے جانے میں کوئی تعارض نہیں، کیونکہ ہر فسق کفر نہیں ہوتا اور نہ کفر، ظلم وغیرہ کے نام سے موسوم کیا جانے والا ہر عمل دین اسلام سے خارج کرنے والا ہی ہوتا ہے یہاں تک کہ اس کے لازم وملزوم میں غور کرلیا جائے، یہ اس لئے کہ کفر، شرک، ظلم، فسق اور نفاق وغیرہ الفاظ شرعی نصوص میں دو طرح وارد ہوئے ہیں:

(الف) اکبر (بڑا): جو انسان کو اسلام سے خارج کر دیتا ہے کیونکہ وہ دین کی بنیادوں کے خلاف ہے۔

(ب) اصغر (چھوٹا): جو ایمان میں نقص پیدا کرتا ہے اور اس کے کمال کے منافی ہے، اپنے مرتکب کو اسلام سے خارج نہیں کرتا۔

چنانچہ کفر سے کم تر کفر، شرک سے کم تر شرک، ظلم سے کمتر ظلم، فسق سے کمتر

(۱) یہ بات ہمیں شیخ عبد العزیز بن عبد اللہ بن باز رحمہ اللہ نے بیان فرمائی، جو میری پرسنل لائبریری میں ایک کیسٹ میں رکارڈ شدہ موجود ہے، نیز دیکھئے: فتاویٰ شیخ بن باز، ۱/ ۱۳۷۔

فسق اور نفاق سے کمتر نفاق (ہوتا ہے)۔

اور وہ فاسق جو ایسے گناہوں کا مرتکب ہو جو کفر کو مستلزم نہیں ہیں جہنم میں ہمیشہ ہمیش نہیں رہے گا، بلکہ اس کا مسئلہ اللہ کے سپرد ہے، اگر وہ چاہے تو اپنے فضل وکرم سے اسے معاف کر کے پہلے وہلہ ہی میں جنت میں داخل کردے اور اگر چاہے تو اس کے گناہوں کے بقدر جن کا ارتکاب کرتے ہوئے اس کی موت واقع ہوئی ہے اسے عذاب دے، اور اسے جہنم میں ہمیشہ ہمیش نہ رکھے بلکہ اگر اس کی موت ایمان کی حالت میں ہوئی ہے تو اپنی رحمت اور پھر سفارشیوں کی سفارش کے سبب اسے جہنم سے نکال دے[1]۔

۳- نفاق کی قسمیں:

نفاق اعتقادی کی تمام قسمیں ''لا إلٰہ إلا اللہ'' کے نواقض میں شامل ہیں۔

نفاق کی دو قسمیں ہیں:

الف: نفاق اعتقادی: اس کی چھ قسمیں ہیں:

۱- رسول اللہ ﷺ کی تکذیب۔

(۱) معارج القبول بشرح سلم الوصول إلی علم اصول التوحید ۲/ ۴۲۳۔

۲- رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی بعض چیزوں کی تکذیب۔

۳- رسول اللہ ﷺ سے بغض ونفرت۔

۴- رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی بعض چیزوں سے نفرت۔

۵- رسول اللہ ﷺ کے دین کی پستی سے خوشی۔

۶- رسول اللہ ﷺ کے دین کے غلبہ سے کراہت وناپسندیدگی۔

چنانچہ نفاق کی ان چھ قسموں کا مرتکب جہنم کی سب سے نچلی تہ میں ہوگا۔

ب: نفاق عملی: اس کی پانچ قسمیں ہیں:

۱- جب بات کرے تو جھوٹ بولے۔

۲- جب وعدہ کرے تو خلاف ورزی کرے۔

۳- جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے۔

۴- جب جھگڑا تکرار کرے تو بیہودہ گوئی سے کام لے۔

۵- جب معاہدہ کرے تو دھوکہ دے اور عہد پورا نہ کرے[1]۔

نفاق کی یہ قسم دین اسلام سے خارج نہیں کرتی، بلکہ یہ (اصل) نفاق سے کمتر نفاق ہے، عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے

(۱) مجموعہ توحید از شیخ الاسلام ابن تیمیہ وشیخ محمد بن عبدالوہاب رحمہما اللہ ص ۷۔

ارشاد فرمایا:

"أربع من كن فيه كان منافقاً خالصاً ومن كانت فيه خصلة منهن كانت فيه خصلة من النفاق حتى يدعها: إذا حدث كذب، و إذا عاهد غدر، و إذا وعد أخلف، و إذا خاصم فجر"[1]۔

چار خصلتیں ایسی ہیں کہ جس میں وہ پائی جائیں گی وہ خالص (پکا) منافق ہوگا، اور جس میں ان میں سے ایک خصلت ہوگی اس میں نفاق کی ایک خصلت ہوگی یہاں تک کہ وہ اسے چھوڑ دے: جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب معاہدہ کرے تو دھوکہ دے، جب وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے اور جب جھگڑا کرے تو بیہودہ گوئی کرے۔

اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"آية المنافق ثلاث: إذا حدث كذب، وإذا وعد أخلف، و إذا ائتمن خان"[2]۔

(۱) صحیح بخاری مع فتح الباری، ۱/۸۹، وصحیح مسلم، ۱/۷۸۔

(۲) صحیح بخاری مع فتح الباری، ۱/۸۹، وصحیح مسلم، ۱/۷۸۔

منافق کی تین نشانیاں ہیں: جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے اور جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے۔

۴- قبروں کے پاس انجام دیجانے والی بدعات کی کئی قسمیں ہیں:

پہلی قسم: میت (مردے) سے حاجت براری کا سوال کرنا، ایسا کرنے والے بت پرستوں کے زمرہ میں شامل ہیں، ارشاد باری ہے:

﴿قل ادعوا الذين زعمتم من دونه فلا يملكون كشف الضر عنكم ولا تحويلاً، أولئك الذين يدعون يبتغون إلى ربهم الوسيلة أيهم أقرب﴾[1]۔

آپ کہہ دیجئے کہ اللہ کے سوا جنہیں تم معبود سمجھ رہے ہو انہیں پکارو لیکن وہ کسی تکلیف کو نہ تو تم سے دور کر سکتے ہیں اور نہ ہی بدل سکتے ہیں، جنہیں یہ لوگ پکارتے ہیں وہ خود اپنے رب کے تقرب کی جستجو میں رہتے ہیں کہ ان میں سے کون زیادہ نزدیک ہو جائے۔

چنانچہ کسی بھی نبی، یا ولی، یا صالح (نیکوکار) کو پکارنے والا، اور ان میں

(۱) سورۃ الاسراء: ۵۶، ۵۷۔

الوہیت کا تصور رکھنے والا اس آیت کریمہ کے حکم میں شامل ہے، کیونکہ یہ آیت کریمہ ہر اس شخص کو عام ہے جو اللہ کے سوا کسی کو پکارے، حالانکہ وہ پکاری جانے والی ذات خود اللہ کے وسیلہ کی متلاشی، اس کی رحمت سے پُر امید، اور اس کے عذاب سے خائف ہو، لہٰذا جس کسی نے کسی مردہ، یا غائب نبی یا صالح (نیکوکار) کو استغاثہ (فریادرسی) یا کسی اور لفظ سے پکارا، تو اُس نے اُس شرک اکبر کا ارتکاب کیا جسے اللہ تعالیٰ توبہ کے بغیر معاف نہیں کرسکتا۔ جس کسی نے کسی نبی، یا صالح کی ذات میں غلو کیا، یا اس میں کسی بھی قسم کی عبادت کا تصور کیا، مثلاً یہ کہا کہ ''اے میرے فلاں سردار میری مدد کیجئے'' یا ''میری اعانت کیجئے'' یا ''میری فریاد سنئے'' یا ''مجھے روزی دیجئے'' یا ''میں آپ کی حفاظت میں ہوں'' وغیرہ، تو یہ ساری باتیں شرک باللہ اور ضلالت و گمراہی ہیں، اس کے مرتکب سے توبہ کروائی جائے گی، اگر توبہ کرلے تو ٹھیک ورنہ اسے قتل کردیا جائے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے رسول اسی لئے بھیجے ہیں اور کتابیں اسی لئے اتاری ہیں کہ دنیا میں صرف اسی کی عبادت کی جائے، اس کے ساتھ کسی اور کو شریک نہ کیا جائے۔

دوسری قسم: میت کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا، یہ دین اسلام میں

ایک نوایجاد بدعت ہے، البتہ یہ قسم پہلی قسم کی طرح نہیں ہے، کیونکہ یہ شرک اکبر تک نہیں پہنچتی، اور لوگ جو انبیاء وصالحین کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں، مثلاً کہتے ہیں: ''اے اللہ میں تجھ سے تیرے نبی، یا تیرے انبیاء، یا تیرے فرشتوں، یا تیرے نیک بندوں، یا فلاں شیخ کے حق یا اس کی حرمت کے وسیلہ سے، یا لوح وقلم کے واسطے سے تجھ سے دعا کرتا ہوں'' وغیرہ، تو یہ ساری باتیں بدترین قسم کی بدعات ہیں۔ سنت رسول ﷺ میں صرف اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات، اعمال صالحہ (جیسا کہ صحیحین میں غار والوں کے واقعہ میں وارد ہے) اور زندہ حاضر مومن ومتقی کی دعا کا وسیلہ جائز ہے۔

تیسری قسم: کوئی شخص یہ عقیدہ رکھے کہ قبروں کے پاس دعائیں زیادہ قبول ہوتی ہیں، یا مسجد میں دعا کرنے کی بہ نسبت وہاں دعا کرنا زیادہ افضل ہے، اور پھر اس غرض سے وہ قبروں کا قصد کرے، تو یہ ساری حرکتیں متفقہ طور پر حرام اور ناجائز ہیں، اس سلسلہ میں ائمہ اسلام میں کسی کا کوئی اختلاف ہمیں معلوم نہیں، چنانچہ یہ ایک ایسا عمل ہے جسے نہ تو اللہ تعالیٰ نے مشروع کیا ہے نہ اس کے رسول ﷺ نے، اور نہ ہی صحابۂ کرام، تابعین اور ائمہ اسلام میں سے کسی نے انجام دیا ہے، صحابۂ کرام عہد رسالت کے بعد کئی مرتبہ قحط سالی سے دوچار

ہوئے، مصائب کا شکار ہوئے لیکن کبھی بھی رسول ﷺ کی قبر کے پاس نہ آئے، بلکہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ (رسول اللہ ﷺ کے چچا) عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ نکلے اور ان سے طلبِ باراں کے لئے دعا کروائی، سلف صالحین رحمہم اللہ قبروں کے پاس دعا کرنے سے منع فرمایا کرتے تھے، چنانچہ علی بن الحسین رضی اللہ عنہما نے ایک شخص کو رسول اللہ ﷺ کی قبر کے پاس موجود ایک شگاف میں داخل ہوکر دعا کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: کیا میں تمہیں ایک حدیث نہ سناؤں جسے میں نے اپنے والد اپنے دادا کے واسطے سے اللہ کے رسول ﷺ سے سنی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"لا تجعلوا قبري عيداً، ولا تجعلوا بيوتكم قبوراً، وصلّوا علي وسلموا حيثما كنتم، فسيَبْلُغني سلامكم وصلاتكم"[1]۔

میری قبر کو عید (میلہ) نہ بناؤ، اور اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ، اور جہاں کہیں بھی رہو مجھ پر درود وسلام بھیجتے رہو کیونکہ تمہارا درود وسلام

---

(۱) فضل الصلاۃ علی النبی ﷺ، از امام اسماعیل قاضی، ص:۳۴، اور علامہ البانی نے اسے اسی کتاب میں صحیح قرار دیا ہے، اور اس کی بہت ساری سندیں ہیں جنھیں اپنی کتاب تحذیر الساجد من اتخاذ القبور مساجد (ص:۱۴۰) میں ذکر فرمایا ہے۔

مجھے پہنچ جائے گا۔

اس حدیث سے وجہ استدلال یہ ہے کہ جب نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک جو روئے زمین پر پائی جانے والی تمام قبروں سے افضل ہے، اسے اللہ کے رسول ﷺ نے عید (میلہ) بنانے سے منع فرمایا ہے، تو دیگر قبروں کے پاس اس غرض سے جانا بدرجۂ اولیٰ حرام اور ممنوع ہوگا، خواہ وہ کسی کی قبر ہو[۱]، نیز ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”لا تجعلوا بيوتكم قبوراً ولا تجعلوا قبري عيداً، وصلّوا علي فإن صلاتكم تَبْلُغُني حيثما كنتم“[۲]۔

اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ، اور میری قبر کو عید (میلہ) نہ بناؤ، اور مجھ پر درود بھیجتے رہو کیونکہ تمہارا درود مجھے پہنچتا ہے تم جہاں کہیں بھی ہو۔

---

(۱) الدرر السنیہ فی الاجوبۃ النجدیہ، از عبدالرحمٰن بن قاسم، ۶/۱۶۵-۱۷۴۔

(۲) سنن ابو داود، ۲/۲۱۸، ومسند احمد، ۲/۳۶۷، علامہ البانی نے اسے اپنی کتاب تحذیر الساجد من اتخاذ القبور مساجد (ص:۱۴۲) میں حسن قرار دیا ہے۔

مبحث سوم: کلمۂ شہادت کو توڑنے والے بنیادی امور

کلمۂ شہادت کو توڑنے والے بنیادی امور چار نواقض میں داخل ہیں: قول، یا فعل، یا اعتقاد، یا شک اور تردد۔ اس کی تفصیل مختصراً ملاحظہ فرمائیں:

امام العصر علامہ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز - اللہ ان پر رحم فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے - فرماتے ہیں: ''اسلامی عقیدہ کے کچھ قوادح (خراب کرنے والے امور) ہیں، ان کی دو قسمیں ہیں: ایک قسم تو وہ ہے جو اس عقیدہ کو توڑ دیتے اور اسے رائیگاں کر دیتے ہیں اور ان کا مرتکب کافر ہو جاتا ہے - ہم اللہ کی پناہ چاہتے ہیں - اور دوسری قسم وہ ہے جو اس عقیدہ میں نقص پیدا کرتے ہیں اور اسے کمزور کر دیتے ہیں:

پہلی قسم: جسے ناقض (توڑنے والا) کہا جاتا ہے، نواقض اسلام دین اسلام سے مرتد ہونے کا سبب ہیں، قول، عمل، عقیدہ اور شک سب ناقض ہو سکتا ہے۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

”من بدل دينه فاقتلوه“۔

جو اپنا دین بدل دے اسے قتل کر دو۔

اسے امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی ''صحیح'' میں روایت کیا ہے[1]۔

اس سے معلوم ہوا کہ دین اسلام سے مرتد ہونے والے سے توبہ کروائی جائے گی اگر وہ توبہ کرلے تو ٹھیک ورنہ اسے قتل کردیا جائے گا اور فوری طور پر کیفرکردار (جہنم) تک پہنچایا جائے گا۔

۱-قول کے سبب ارتداد:

جیسے اللہ تعالیٰ کو گالی دینا٬ رسول اللہ ﷺ کو گالی دینا، یا اللہ تعالیٰ پر عیب لگانا٬ مثال کے طور پر کوئی یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ فقیر ومحتاج ہے یا اللہ تعالیٰ ظالم ہے٬ یا اللہ تعالیٰ بخیل ہے، یا یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ بعض چیزوں کو نہیں جانتا ہے٬ یا یہ کہے کہ اللہ نے ہم پر نماز فرض نہیں کی ہے٬ اس قسم کی تمام باتوں سے انسان مرتد ہو جائے گا٬ اس سے توبہ کروائی جائے گی اور توبہ کر لے تو ٹھیک ورنہ اسے قتل کردیا جائے گا۔

۲-فعل کے سبب ارتداد:

عملی ارتداد: جیسے نماز ترک کردینا٬ چنانچہ جو شخص نماز چھوڑ دے نہ پڑھے وہ کافر ہے٬ کیونکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

(۱) صحیح بخاری مع فتح الباری ۱۳/۳۳۹۔

"العهد الذي بيننا وبينهم الصلاة، فمن تركها فقد كفر"[1]۔

ہمارے اور ان کے درمیان جو عہد ہے وہ نماز ہے٬ جس نے اسے ترک کردیا اس نے کفر کیا۔

نیز ارشاد ہے:

"بين الرجل وبين الكفر والشرك ترك الصلاة"[2]۔

آدمی اور کفر وشرک کے درمیان نماز چھوڑنے کا فرق ہے۔

اسی طرح اگر کوئی قرآن کریم کی بے حرمتی یا بے ادبی کرے٬ یا کوئی قبروں کا طواف کرے، یا ان میں مدفون لوگوں کی عبادت کرے٬ یہ تمام چیزیں عملی ارتداد ہیں٬ الا یہ کہ کسی کی نیت وہاں اللہ کی عبادت کی ہو تو وہ بھی بدترین قسم کی بدعت ہے٬ لیکن ایسا کرنے والا شخص اسلام سے خارج نہ ہوگا بلکہ دوسری قسم (کفر سے کم تر کفر) کا مرتکب ہوگا۔ اسی طرح غیر اللہ کے لئے قربانی کرنا بھی

(۱) جامع ترمذی، ۵/۱۴ بروایت عن عبداللہ بن بریدہ عن ابیہ، یہ حدیث صحیح ہے، نیز دیکھئے: صحیح سنن ترمذی، ۲/۳۲۹۔

(۲) صحیح مسلم، ۱/۸۸۔

عملی ارتداد ہے۔

۳-عقیدہ کے سبب ارتداد:

جو شخص اپنے دل میں یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ عزوجل محتاج اور فقیر ہے یا بخیل ہے یا ظالم ہے گرچہ اسے اپنی زبان سے کہے بھی نہ...تو وہ کافر ہے۔ یا یہ عقیدہ رکھ کہ محمد ﷺ یا کوئی بھی نبی (نعوذ باللہ) جھوٹا ہے، یا یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ عزوجل کے ساتھ کسی اور کی عبادت میں بھی کوئی حرج نہیں، تو ان تمام عقائد کی بنا پر وہ دین اسلام سے مرتد ہو جائے گا، کیونکہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿ذلک بأن الله هو الحق وأن ما يدعون من دونه هو الباطل﴾[1]۔

یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ہی حق ہے اور اس کے علاوہ جسے یہ پکارتے ہیں وہ باطل ہے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿وإلهكم إله واحد لا إله إلا هو الرحمن الرحيم﴾[2]۔

(۱) سورۃ الحج:۶۲۔

(۲) سورۃ البقرۃ:۱۶۳۔

اور تمہارا معبود حقیقی ایک ہی ہے جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں وہ بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿إياک نعبد وإياک نستعين﴾[1]۔

ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔

لہٰذا جو یہ گمان کرے کہ اللہ عزوجل کے ساتھ کسی اور کی بھی عبادت کرنی جائز ہے، اور اس بات کو زبان سے بھی کہے تو وہ قولی واعتقادی دونوں طرح سے کافر ہو جائے گا۔ اور اگر وہ اس کام کو عملاً انجام بھی دے دے تو قولی، عملی اور اعتقادی ہر اعتبار سے کافر ہو جائے گا۔

قولی، فعلی اور اعتقادی ارتداد کے قبیل سے قبر پرستوں کے وہ اعمال ہیں جنہیں آج کل بعض صالحین کی قبروں کے پاس انہیں پکارنے، اور فریاد رسی وغیرہ کی شکل میں انجام دیتے ہیں۔ جو شخص اس قسم کا کوئی کام کرے اس سے توبہ کروائی جائے گی، اگر وہ حق قبول کر لے تو اسے آزاد کر دیا جائے گا، اور اگر توبہ نہ کرے تو اسے ارتداد کی حالت میں قتل کر دیا جائے گا۔

(۱) سورۃ الفاتحہ:۵۔

۴-شک وشبہہ کے سبب ارتداد:

مثال کے طور پر کوئی کہے: میں نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ حق ہے یا نہیں؟ یا یہ کہے کہ مجھے نہیں معلوم کہ محمد ﷺ سچے ہیں یا جھوٹے؟ تو ایسا شخص کافر ہے، یا یہ کہے کہ: میں نہیں جانتا کہ مرنے کے بعد دوبارہ اٹھایا جانا حق ہے یا جھوٹ؟ تو ایسا شخص کافر ہے اس سے توبہ کروائی جائے گی، اگر توبہ کرلے تو ٹھیک ورنہ اسے قتل کردیا جائے گا۔ ہاں اگر وہ شخص مسلمانوں سے الگ تھلگ کہیں دور دراز جنگلوں میں رہتا رہا ہو تو اسے اِن تمام باتوں کی وضاحت کی جائے گی، اور اگر وضاحت کے بعد بھی اسی پر مصر اور اڑا رہے تو اسے قتل کردیا جائے گا۔

اسی طرح جو ارکان اسلام میں سے کسی رکن کے بارے میں شک کرے وہ بھی اسی حکم میں ہے۔

اس پہلی قسم میں ذکر کردہ تمام باتیں نواقض (اسلام کو توڑنے والی چیزیں) کہلاتی ہیں، ان کا مرتکب اسلام سے مرتد ہو جائے گا، اس سے توبہ کروائی جائے گی، اگر توبہ کرلے تو ٹھیک ورنہ اسے قتل کردیا جائے گا۔

رہا عارضی وسوسہ اور دل کے کھٹکے تو ان سے کوئی نقصان نہیں ہوتا بشرطیکہ مومن انہیں دفع کرتا رہے، ان سے اظہار اطمینان نہ کرے اور نہ ہی وہ اس کے

دل میں پیوست ہونے پائیں، کیونکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

"إن الله تجاوز لأمتي ما حدثت به أنفسها ما لم يتكلموا أو يعملوا به"(۱)۔

اللہ تعالیٰ نے میری امت کے جی میں پیدا ہونے والے خیالات کو معاف کردیا ہے جب تک کہ وہ اسے کہہ نہ دیں یا اس پر عمل نہ کرلیں۔

البتہ اسے درج ذیل اعمال انجام دینا چاہئے:

۱-شیطان سے اللہ عزوجل کی پناہ مانگے (۲)۔

۲-نفس میں پیدا ہونے والی چیزوں سے باز رہے (۳)۔

۳-کہے: میں اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لایا (۴)۔

دوسری قسم: یہ کفر وارتداد سے کمتر وہ منافی امور ہیں جو ایمان کو کمزور کرتے ہیں، جیسے سود خوری اور دیگر محرمات کا ارتکاب مثلاً زنا کاری اور بدعات وغیرہ،

---

(۱) صحیح مسلم، ۱/ ۱۶۔

(۲) صحیح بخاری مع فتح الباری ۶/ ۳۳۸، وصحیح مسلم ۱/ ۱۲۰۔

(۳) صحیح بخاری مع فتح الباری ۶/ ۳۳۸، وصحیح مسلم ۱/ ۱۲۰۔

(۴) صحیح مسلم ۱/ ۱۹۹ تا ۱۲۰۔

جیسے نبی کریم ﷺ کی یوم ولادت پر جشن منانا، جو ایک بدعت ہے جسے چوتھی صدی ہجری اور اس کے بعد میں لوگوں نے ایجاد کیا ہے، تو یہ تمام چیزیں عقیدہ کو مضمحل کرنے کا سبب ہیں، البتہ اگر میلاد کے اس جشن میں رسول کریم ﷺ سے فریاد کی جائے تو یہ بدعت کی پہلی قسم میں سے یعنی دین اسلام سے خارج کرنے والی ہوگی۔

اسی طرح دوسری قسم میں سے بدشگونی لینا بھی ہے جیسے زمانۂ جاہلیت میں لوگ کیا کرتے تھے، اللہ عزوجل نے ان کی تردید کرتے ہوئے فرمایا:

﴿قالوا اطيرنا بك وبمن معك قال طائركم عند الله بل أنتم قوم تفتنون﴾[۱]۔

انھوں نے کہا ہم تو تیری اور تیرے ساتھیوں کی بدشگونی لے رہے ہیں، آپ نے فرمایا: تمہاری بدشگونی اللہ کے یہاں ہے، بلکہ تم فتنے میں پڑے ہوئے لوگ ہو۔

چنانچہ بدشگونی کفر سے کمتر شرک ہے...، اسی طرح اسراء ومعراج کی شب میں جشن منانا، نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(۱) سورۃ النمل: ۴۷۔

"من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد"[۱]۔

جس نے ہمارے اس دین میں کوئی نئی چیز ایجاد کی جو اس میں سے نہیں تو وہ چیز مردود ہے۔

گفتگو مختصراً ختم ہوئی[۲]۔

(۱) صحیح بخاری مع فتح الباری، ۵/۳۰۱، وصحیح مسلم ۳/۱۳۴۳۔

(۲) القوادح فی العقیدۃ، از علامہ ابن باز رحمہ اللہ، یہ دراصل ایک تقریر ہے جسے انہوں نے ماہ صفر ۱۴۰۳ھ کو جامع کبیر میں پیش کی تھی، جو میری پرسنل لائبریری میں ایک کیسٹ میں رکارڈ شدہ موجود ہے۔

فصل چهارم:

مشرکوں اور بت پرستوں کو توحید کی دعوت

تمہید:

''وثـــــــي'' یعنی بت پرست وہ ہے جو دین وعقیدہ کے طور پر بت کی پوجا کرے[1]، کہا جاتا ہے: بت پرست مرد' بت پرست لوگ' بت پرست عورت' بت پرست عورتیں[1]، اور ''بت'' ہر وہ چیز ہے اللہ کے سوا جس کی عبادت کی

(۱) ''وثن'' کے معنیٰ بت کے ہیں' جس کی جمع ''وُثُن'' اور ''اوثان'' آتی ہے' یعنی کوئی مجسمہ (اسٹیچیو) جس کی پوجا کی جائے' خواہ وہ لکڑی ہو یا پتھر یا دھات یا چاندی یا کوئی اور چیز۔

بت پرستوں کا عقیدہ تھا کہ اُس کی عبادت انہیں اللہ سے قریب کردے گی، جیسا کہ اللہ نے ان کا عقیدہ نقل کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ما نعبدهم إلا ليقربونا إلى الله زلفى﴾[سورة الزمر:۳]۔

ہم ان بتوں کی عبادت صرف اس لئے کرتے ہیں تا کہ وہ ہمیں اللہ سے قریب کردیں۔

دیکھئے: القاموس المحیط، باب نون، فصل واو، ص ۱۵۹۷، و باب میم، فصل صاد، ص ۱۴۶۰۔ والمعجم الوسیط مادہ ''وثن'' ۲/۱۰۱۲ و مادہ ''صنم'' ۱/۵۲۶۔ والمصباح المنیر، مادہ ''وثن'' ص ۶۴۷، ۶۴۸ و مادہ ''صنم'' ص ۳۴۹، ومختار الصحاح، مادہ ''وثن'' ص ۲۹۵ و مادہ ''صنم'' ص ۱۵۶۔

جائے' خواہ وہ کوئی قبر ہو یا مزار ہو یا تصویر ہو یا کوئی اور چیز۔

جو بھی شخص کسی نبی، یا ولی، یا فرشتہ، یا جن کو پکارے، یا اس کے لئے کسی قسم کی عبادت کرے وہ اللہ کو چھوڑ کر اسے معبود بنانے والا ہے[2]، اور درحقیقت یہی وہ شرک اکبر ہے جس کے سلسلہ میں ارشاد باری ہے:

(۱) دیکھئے: المعجم الوسیط مادہ ''وثن'' ۲/۱۰۱۲۔ والمصباح المنیر، مادہ ''وثن'' ص ۶۴۸۔

علامہ ابن الاثیر فرماتے ہیں: ''وثن'' اور ''صنم'' کے درمیان فرق یہ ہے کہ 'وثن' ہر اس بت کو کہا جاتا ہے جس کا زمین کے اجزاء یا لکڑی یا پتھر وغیرہ سے کوئی جسم اور ڈھانچہ بنایا گیا ہو، جیسے کسی آدمی کی شکل میں کوئی مجسمہ بنایا جائے اور پھر اسے نصب کر کے اس کی پوجا کی جائے۔ جبکہ 'صنم' اسے کہتے ہیں جس کی صرف شکل وصورت بنائی جائے' اس کا جسم یا ڈھانچہ نہ ہو۔ اور بعض لوگوں نے تفریق کے بغیر دونوں لفظوں کو دونوں معنوں میں استعمال کیا ہے۔ دیکھئے: النہایۃ فی غریب الحدیث ۵/۱۵۱، ۳/۵۶۔

آگے فرماتے ہیں: ''بسا اوقات 'وثن' کا لفظ اس چیز پر بھی بولا جاتا ہے' جس کی کوئی شکل وصورت نہ ہو، اسی قبیل سے عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث بھی ہے، فرماتے ہیں:

میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا' جبکہ میرے گلے میں سونے کی صلیب تھی' تو آپ نے مجھ سے فرمایا: "يا عدي اطرح عنك هذا الوثن".

اے عدی! اپنے گلے سے اس بت کو نکال پھینکو۔

اسے امام ترمذی نے روایت کیا ہے، کتاب التفسیر، باب تفسیر سوۃ التوبۃ، ۵/ ۲۷۸، حدیث (۳۰۹۵)، نیز دیکھئے: صحیح سنن ترمذی ۳/۵۶۔

(۲) دیکھئے: فتح المجید شرح کتاب التوحید از شیخ عبدالرحمٰن بن حسن آل شیخ، ص ۲۴۴۔

﴿ إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُّشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاءُ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰى إِثْماً عَظِيْماً ﴾(1)۔

یقیناً اللہ تعالیٰ اس چیز کو نہیں معاف کرتا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے، اور اس کے علاوہ گناہ جس کے لئے چاہے بخش دیتا ہے، اور جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا اس نے بہت بڑا گناہ اور بہتان باندھا۔

مشرکین کو ان کی عقل اور سمجھ بوجھ کے مطابق حکیمانہ گفتگو کے ذریعہ اللہ کی دعوت دی جائے گی، درج ذیل مباحث میں اس کی مزید وضاحت ہوگی:

مبحث اول: اللہ کی الوہیت پر ٹھوس عقلی دلائل

ان قطعی دلائل وبراہین میں سے جن کی وضاحت ایسے شخص کے لئے مناسب ہے جس نے اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کو معبود بنالیا، اللہ عزوجل کا درج ذیل فرمان بھی ہے:

﴿ أَمِ اتَّخَذُوْا آلِهَةً مِّنَ الْأَرْضِ هُمْ يُنْشِرُوْنَ لَوْ كَانَ فِيْهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا فَسُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا

(1) سورۃ النساء: ۴۸۔

يَصِفُوْنَ لَا يُسْأَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُوْنَ ﴾(1)۔

کیا ان لوگوں نے زمین سے جنھیں معبود بنا رکھا ہے وہ زندہ کرتے ہیں، اگر آسمان وزمین میں اللہ کے سوا اور بھی معبود ہوتے تو یہ دونوں درہم برہم ہو جاتے، پس اللہ تعالیٰ عرش کا رب ہر اس وصف سے پاک ہے جو یہ مشرکین بیان کرتے ہیں، وہ اپنے کاموں کے لئے جواب دہ نہیں ہے اور وہ سب (اللہ کے آگے) جواب دہ ہیں۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس شخص پر نکیر فرمائی ہے جس نے اللہ کے علاوہ زمین سے دیگر معبود بنا لئے، خواہ وہ پتھر ہوں یا لکڑی یا ان کے علاوہ دیگر بت ہوں جن کی اللہ کے علاوہ عبادت کی جاتی ہے، تو کیا یہ لوگ مردوں کو زندہ کر سکتے ہیں اور انہیں اٹھا سکتے ہیں؟؟۔

جواب یہ ہے کہ نہیں ہرگز نہیں، انہیں اس بات کی کوئی قدرت نہیں، اور اگر آسمانوں اور زمین میں اللہ کے علاوہ دیگر معبود عبادت کے حق دار ہوتے تو یقیناً زمین وآسمان فنا ہو جاتے، اور زمین وآسمان کی مخلوقات بھی تباہ وبرباد ہو جاتیں، کیونکہ ایک سے زیادہ معبودان کا ہونا آپس میں ایک دوسرے کو منع

(1) سورۃ الانبیاء: ۲۱ تا ۲۳۔

کرنے، آپس میں جھگڑنے اور باہم اختلاف کرنے کا متقاضی ہے، اور اسی وجہ سے ہلاکت وتباہی پیدا ہوگی۔

چنانچہ اگر دو معبودوں کا وجود فرض کرلیا جائے اور ان دونوں میں سے کوئی ایک چیز کو پیدا کرنا چاہے اور دوسرا نہ چاہے، یا ایک کوئی چیز دینا چاہے جبکہ دوسرا نہ چاہے، یا دونوں میں سے ایک کسی جسم کو ہلانا چاہے اور دوسرا روکنا چاہے، تو ایسی صورت میں دنیا کا نظام درہم برہم ہوجائے گا اور زندگی برباد ہوجائے گی، کیونکہ:

☆ دونوں معبودوں کی چاہت کا بیک وقت پایا جانا محال ہے، اور یہ انتہائی باطل شے ہے، کیونکہ اگر دونوں کی چاہتیں بیک وقت پائی جائیں تو اس سے دو متضاد چیزوں کا اکٹھا ہونا لازم آئے گا، نیز یہ لازم آئے گا کہ ایک ہی چیز بیک وقت زندہ بھی ہو مردہ بھی ہو، متحرک بھی ہو ساکن بھی ہو۔

☆ اگر دونوں میں سے کسی ایک کی بھی چاہت حاصل نہ ہو تو اس سے ہر دو معبودوں کا عاجز ودرماندہ ہونا لازم آئے گا، اور درماندگی ربوبیت کے منافی ہے۔

☆ اور اگر دونوں میں سے کسی ایک کی چاہت پائی جائے اور وہی نافذ

ہو، دوسرے کی نہ چلے، تو جس کی چاہت پائی جائے گی وہی قدرت والا معبود مانا جائے گا اور دوسرا عاجز، کمزور اور بےبس قرار پائے گا۔

☆ اور تمام امور میں دونوں کا ایک ہی چاہت پر متفق ہونا ناممکن امر ہے۔

ایسی صورت میں یہ طے ہو جاتا ہے کہ طاقتور اور اپنے معاملے پر غالب وہی ذات ہے، تنہا جس کی چاہت پائی جارہی ہے، جسے نہ کوئی روک ٹوک کرنے والا ہے، نہ آڑے آنے والا، نہ جھگڑنے والا، نہ مخالف اور نہ ہی کوئی شریک ہے، اور وہ اللہ عزوجل ہے جو پیدا کرنے والا تنہا معبود ہے جس کے سوا نہ کوئی معبود برحق ہے اور نہ کوئی رب اور پالنہار، اور اسی وجہ سے اللہ عزوجل نے دلیل تمانع کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ وَّمَا كَانَ مَعَهُ مِنْ إِلٰهٍ إِذاً لَّذَهَبَ كُلُّ إِلٰهٍ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ سُبْحَانَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ، عَالِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَتَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾[1]۔

اللہ تعالیٰ نے کوئی بیٹا نہیں بنایا ہے، اور نہ اس کے ساتھ کوئی اور معبود

(۱) سورۃ المؤمنون: ۹۱، ۹۲۔

ہے، ورنہ ہر معبود اپنی مخلوق کو لئے لئے پھرتا، اور ہر ایک دوسرے پر چڑھ دوڑتا، اللہ کی ذات پاک اور بے نیاز ہے ان تمام اوصاف سے جن سے یہ متصف کرتے ہیں، وہ غیب وحاضر کا جاننے والا ہے اور جو شرک یہ کرتے ہیں اس سے بلند وبالا ہے۔

عالم علوی وسفلی کا استحکام اور از وقتِ خلقت اس کا نظم ونسق اور بعض کا بعض سے ربط انتہائی گہرا اور مکمل ہے، ارشاد باری ہے:

﴿مَا تَرَى فِي خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفَاوُتٍ﴾ (۱)۔

آپ اللہ رحمٰن کی تخلیق میں کوئی بے سلیقگی اور کجی نہ دیکھیں گے۔

اور ہر چیز مسخر اور مخلوقات کی مصلحتوں کے لئے حکمت کے ساتھ پابند کی ہوئی ہے، جو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ دنیا کا مدبر ایک ہے، اس کا رب ایک ہے، اس کا معبود ایک ہے، جس کے سوا نہ تو کوئی معبود ہے اور نہ کوئی خالق (۲)۔

---

(۱) سورۃ الملک:۳۔

(۲) دیکھئے: درء تعارض العقل والنقل از ابن تیمیہ، ۹/۳۵۲، ۳۵۴، ۳۳۷-۳۸۲، ۱/۳۵-۳۷ ==

مبحث دوم:

تمام معبودان باطلہ کی ہر اعتبار سے عاجزی وکمزوری

تمام عقلاء کے نزدیک یہ بات معلوم ہے کہ اللہ کے علاوہ جن معبودان کی بھی عبادت کی جاتی ہے وہ تمام وجوہ سے کمزور، عاجز اور بے بس ہیں، نیز یہ معبودان اپنے لئے یا اپنے علاوہ کسی اور کے لئے کسی بھی نفع یا نقصان، زندگی یا موت، دینے یا نہ دینے، بلند یا پست کرنے، عزت یا ذلت دینے کے مالک نہیں ہیں، اور نہ ان صفات میں سے کسی صفت سے متصف ہیں جن سے معبود حقیقی (اللہ سبحانہ وتعالیٰ) متصف ہے، تو جس کی یہ حالت ہو اس کی عبادت کیونکر ہو سکتی ہے؟ اور جس کے یہ اوصاف ہوں اس سے کیسے امید لگائی جا سکتی ہے یا ڈرا جا سکتا ہے؟ اور ایسے معبود سے کیسے سوال کیا جا سکتا ہے جو نہ سن

== وتفسیر البغوی، ۳/۲۴۱، ۳۱۶، وابن کثیر، ۳/۲۵۵، ۱۷۶، وفتح القدیر از شوکانی، ۳/۴۰۲، ۴۹۶، وتفسیر عبدالرحمٰن السعدی، ۵/۲۲۰، ۳۷۴، وأیسر التفاسیر از ابوبکر جابر الجزائری، ۳/۹۹، ومناهج الجدل في القرآن الکریم از ڈاکٹر زاهر بن عواض الألمعي، ص: ۱۵۸-۱۶۱۔

سکتا ہے، نہ دیکھ سکتا ہے اور نہ ہی اسے کسی چیز کا علم ہے؟[1]۔

اللہ عز وجل کے علاوہ جن کی بھی عبادت کی جاتی ہے ان کی عاجزی و درماندگی کو اللہ تعالیٰ نے بڑی اچھی طرح بیان فرمایا ہے، ارشاد باری ہے:

﴿قُلْ أَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرّاً وَّلَا نَفْعاً وَاللّٰهُ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ﴾[2]۔

آپ کہہ دیجئے کہ کیا تم اللہ کے علاوہ ان کی عبادت کرتے ہو جو نہ تمہارے کسی نقصان کے مالک ہیں نہ کسی نفع کے، اللہ تعالیٰ ہی خوب سننے والا علم رکھنے والا ہے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿أَيُشْرِكُوْنَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْئاً وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ، وَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ لَهُمْ نَصْراً وَّلَا أَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ، وَإِنْ تَدْعُوْهُمْ

(۱) دیکھئے: تفسیر ابن کثیر، ۲/۸۳، ۲۱۹، ۲۷۷، ۴۱۷، ۳/۴۷، ۲۱۱، ۳۱۰، وتفسیر سعدي، ۲/۳۲۷، ۴۲۰، ۳/۲۹۰، ۴۵۱، ۵/۲۷۹، ۴۵۷، ۶/۱۵۳، وأضواء البيان از علامہ شنقيطي، ۲/۴۸۲، ۳/۱۰۱، ۳۲۲، ۵۹۸، ۵/۴۴، ۶/۲۶۸۔

(۲) سورۃ المائدۃ: ۷۶۔

إِلَى الْهُدَىٰ لَايَتَّبِعُوْكُمْ سَوَاءٌ عَلَيْكُمْ أَدَعَوْتُمُوْهُمْ أَمْ أَنْتُمْ صَامِتُوْنَ، إِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ أَمْثَالُكُمْ فَادْعُوْهُمْ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ، أَلَهُمْ أَرْجُلٌ يَّمْشُوْنَ بِهَا أَمْ لَهُمْ أَيْدٍ يَّبْطِشُوْنَ بِهَا أَمْ لَهُمْ أَعْيُنٌ يُّبْصِرُوْنَ بِهَا أَمْ لَهُمْ آذَانٌ يَسْمَعُوْنَ بِهَا قُلِ ادْعُوْا شُرَكَاءَكُمْ ثُمَّ كِيْدُوْنِ فَلَا تُنْظِرُوْنِ، إِنَّ وَلِيِّيَ اللّٰهُ الَّذِيْ نَزَّلَ الْكِتَابَ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصَّالِحِيْنَ، وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَكُمْ وَلَا أَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ، وَإِنْ تَدْعُوْهُمْ إِلَى الْهُدَى لَايَسْمَعُوْا وَتَرَاهُمْ يَنْظُرُوْنَ إِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ﴾[1]۔

کیا وہ ایسے کو شریک ٹھہراتے ہیں جو کسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتے اور وہ خود ہی پیدا کئے گئے ہیں، اور ان کو کسی قسم کی مدد نہیں دے سکتے اور وہ خود کی بھی مدد نہیں کر سکتے، اور اگر تم ان کو ہدایت کی طرف بلاؤ تو تمہاری پیروی نہیں کریں گے، تمہارے لئے دونوں باتیں برابر ہیں خواہ تم انہیں پکارو یا خاموش رہو، بے شک تم اللہ کو چھوڑ کر جن کی

(۱) سورۃ الاعراف: ۱۹۱ تا ۱۹۸۔

عبادت کرتے ہو وہ بھی تم ہی جیسے بندے ہیں، اگر تم سچے ہو تو انہیں پکارو اور پھر وہ تمہارا کہنا پورا کردیں!!، کیا ان کے پاؤں ہیں جن سے وہ چلتے ہوں، یا ان کے ہاتھ ہیں جن سے وہ کسی چیز کو تھام سکیں، یا ان کی آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھتے ہوں، یا ان کے کان ہیں جن سے وہ سنتے ہوں، آپ کہہ دیجئے تم اپنے سارے شرکاء کو بلالو پھر میری ضرر رسانی کی تدبیر کرو، اور مجھے ذرا بھی مہلت نہ دو، یقیناً میرا مددگار (دوست) اللہ تعالیٰ ہے جس نے یہ کتاب نازل فرمائی اور وہ نیک بندوں کی مدد کرتا ہے، اور تم لوگ اللہ کو چھوڑ کر جن لوگوں کی عبادت کرتے ہو وہ تمہاری کچھ مدد نہیں کرسکتے اور نہ وہ خود اپنی ہی مدد کرسکتے ہیں، اور اگر تم ان کو کوئی بات بتلانے کے لئے بلاؤ تو وہ اس کو نہ سنیں گے، اور ان کو آپ دیکھیں گے کہ وہ آپ کو دیکھ رہے ہیں حالانکہ وہ کچھ بھی نہیں دیکھتے۔

نیز ارشاد باری ہے:

﴿وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهِ آلِهَةً لَّا يَخْلُقُوْنَ شَيْئاً وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ وَلَا يَمْلِكُوْنَ لِأَنْفُسِهِمْ ضَرّاً وَّلَا نَفْعاً وَلَا يَمْلِكُوْنَ مَوْتاً وَّلَا

حَيَاةً وَّلَا نُشُوْراً﴾[1]۔

ان لوگوں نے اللہ کے سوا جنھیں اپنا معبود بنا رکھا ہے وہ کسی چیز کو پیدا نہیں کرسکتے بلکہ وہ خود پیدا کئے جاتے ہیں، یہ تو اپنی جان کے نقصان ونفع کا بھی اختیار نہیں رکھتے، اور نہ موت وحیات کے اور نہ دوبارہ جی اٹھنے کے وہ مالک ہیں۔

یہ معبودان باطلہ ان صفات کے ساتھ خود اپنے پجاریوں کی بھی تکلیف دور کرنے یا اسے دوسروں کی طرف پھیرنے کے مالک نہیں ہیں، ارشاد ہے:

﴿قُلِ ادْعُوْا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهِ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيْلاً﴾[2]۔

کہہ دیجئے اللہ کے سوا جنھیں تم معبود سمجھ رہے ہو انہیں پکارو، لیکن نہ تو وہ تم سے کسی تکلیف کو دور کرسکتے ہیں اور نہ بدل سکتے ہیں۔

یہ چیز یقینی طور پر معلوم ہے کہ مشرکین اللہ کو چھوڑ کر جن انبیاء یا صالحین یا فرشتوں یا مسلمان جنوں کی عبادت کرتے ہیں وہ ان سے بیزار ہو کر خود عمل

---

(۱) سورۃ الفرقان:۳۔

(۲) سورۃ الاسراء:۵۶۔

صالح اور اپنے رب سے قریب ہونے میں منافست کے ذریعہ اللہ کی طرف محتاجی کا اہتمام کرتے ہیں، اس کی رحمت کی امید رکھتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں، تو جس کی یہ حالت ہو اس کی عبادت کیسے کی جاسکتی ہے؟[1]۔

ارشاد باری ہے:

﴿ أُولٰئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ إِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ وَيَرْجُوْنَ رَحْمَتَهُ وَيَخَافُوْنَ عَذَابَهُ إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْراً ﴾[2]۔

جنھیں یہ لوگ پکارتے ہیں وہ خود اپنے رب کے تقرب کی جستجو میں رہتے ہیں کہ ان میں سے کون زیادہ نزدیک ہو جائے، وہ خود اس کی رحمت کی امید رکھتے اور اس کے عذاب سے خوفزدہ رہتے ہیں، بے شک تیرے رب کے عذاب سے ڈرنا ہی چاہئے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے انتہائی وضاحت کے ساتھ بیان فرمادیا ہے کہ اللہ کے علاوہ جن کی عبادت کی جاتی ہے ان میں تمام پہلو سے دعاء کی عدم قبولیت

---

(۱) تفسیر ابن کثیر ۳/ ۴۸ وتفسیر سعدی ۴/ ۲۹۱۔

(۲) سورۃ الاسراء: ۵۷۔

اور عاجزی کے تمام اسباب موجود ہیں، کیونکہ یہ لوگ آسمانوں اور زمین میں ایک ذرہ کی مقدار کے بھی مالک نہیں، نامستقل طور پر اور نہ ہی اشتراک کے طور پر، اور نہ ہی ان معبودان باطلہ میں سے اللہ کا کوئی اس کی بادشاہت اور تدبیر میں معاون اور مددگار ہے، اور نہ ہی سفارش اس کے پاس کچھ نفع دے سکتی ہے سوائے اس کے جس کے لئے اللہ کی اجازت ہو[1]۔

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿ قُلِ ادْعُوْا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِيْ السَّمَاوَاتِ وَلَا فِيْ الْأَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّمَا لَهُ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ، وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهُ إِلَّا لِمَنْ أَذِنَ لَهُ ﴾[2]۔

کہہ دیجئے کہ اللہ کے سوا جن کا تمہیں گمان ہے ان سب کو پکار لو، نہ ان میں سے کسی کو آسمانوں اور زمین میں سے ایک ذرہ کا اختیار ہے، نہ ان کا ان میں کوئی حصہ ہے، نہ ان میں سے کوئی اللہ کا مددگار ہے، سفارش

---

(۱) تفسیر ابن کثیر ۳/ ۳۷ وتفسیر سعدی ۶/ ۲۷۴۔

(۲) سورۃ سبأ: ۲۲، ۲۳۔

بھی اسکے پاس کچھ نفع نہیں دے سکتی سوائے ان کے جن کے لئے اجازت ہوجائے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿ ذَلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ، إِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَاءَكُمْ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ ﴾[1]۔

یہی اللہ تمہارا رب ہے، اسی کی بادشاہت ہے، اور اس کے سوا جنھیں تم پکار رہے ہو وہ تو کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے بھی مالک نہیں، اگر تم انہیں پکارو تو وہ تمہاری پکار سنتے ہی نہیں اور اگر (بالفرض) سن بھی لیں تو فریادرسی نہیں کریں گے، بلکہ قیامت کے دن تمہارے اس شرک کا صاف انکار کر جائیں گے، اور آپ کو کوئی بھی اللہ تعالیٰ جیسا خبردار خبر نہ دے گا۔

(۱) سورۃ فاطر: ۱۳، ۱۴۔

مبحث سوم: قرآنی مثالیں

معقول حقائق کو محسوس شکل میں پیش کرنے کے لئے مثالوں کا بیان کرنا واضح اور قوی ترین اسالیب میں سے ہے، اور یہ انتہائی عظیم شے ہے جس سے بت پرستوں کی ان کے عقیدہ اور عبادت وتعظیم میں خالق ومخلوق کو مساوی قرار دینے کے ابطال کے لئے ان کا جواب دیا جا سکتا ہے، چونکہ اس قسم کی مثالیں قرآن کریم میں بکثرت موجود ہیں، اس لئے میں مندرجہ ذیل صرف تین مثالوں پر اکتفا کروں گا جن سے مقصود واضح ہوجائے گا:

۱- ارشاد باری ہے:

﴿ يَا أَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهُ إِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَاباً وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهُ وَإِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْئاً لَّايَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ، مَا قَدَرُوْا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهِ إِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴾[1]۔

اے لوگو ایک مثال بیان کی جارہی ہے ذرا کان لگا کر سنو! اللہ کے سوا

(۱) سورۃ الحج: ۷۳، ۷۴۔

جن جن کو تم پکارتے رہے ہو وہ ایک مکھی بھی تو پیدا نہیں کر سکتے گو سارے کے سارے ہی جمع ہو جائیں، بلکہ مکھی اگر ان سے کوئی چیز لے بھاگے تو یہ تو اسے اس سے چھین بھی نہیں سکتے، بڑا کمزور ہے طلب کرنے والا اور بڑا بودا ہے وہ جس سے طلب کیا جا رہا ہے، ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی کما حقہ قدر نہ کی، بے شک اللہ تعالیٰ قوی اور غالب ہے۔

ہر بندے کے لئے ضروری ہے کہ اس مثال کو سنے اور کما حقہ اس میں غور و تدبر کرے، کیونکہ یہ مثال اس کے دل سے شر و فساد کے جراثیم کو کاٹ کر رکھ دے گی، جب وہ معبودان باطلہ جن کی اللہ کے سوا عبادت کی جاتی ہے انہیں ایک مکھی پیدا کرنے کی بھی قدرت نہیں ہے اگر چہ سارے کے سارے اس کے پیدا کرنے کے لئے جمع ہو جائیں، تو اس سے بڑی چیز کے بارے میں کیا کہا جا سکتا ہے، بلکہ اگر مکھی ان سے کوئی چیز لے بھاگے مثلاً خوشبو وغیرہ تو اس سے بدلہ لینے کی بھی انہیں قدرت نہیں ہے کہ وہ اسے اس سے چھین لیں، یعنی نہ تو انہیں ایک مکھی پیدا کرنے کی قدرت ہے جو کہ سب سے کمزور مخلوق ہے، اور نہ ہی اس سے بدلہ لینے اور چھینی ہوئی چیز کے واپس لینے کی طاقت ہے،

الغرض ان معبودان باطلہ سے عاجز و درماندہ اور کمزور کوئی چیز نہیں ہے، تو کیسے ایک عقلمند شخص اللہ کو چھوڑ کر ان کی عبادت کو اچھا سمجھتا ہے؟۔

یہ مثال شرک کے بطلان اور مشرکین کی جہالت کے بیان میں اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ ایک بلیغ ترین مثال ہے [1]۔

۲- شرک کے بطلان، مشرکین کے خسارہ اور انہیں اپنے مقصود کے برعکس حاصل ہونے کے سلسلہ کی ایک بہترین اور واضح الدلالت مثال اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿ مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ أَوْلِيَاءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ اتَّخَذَتْ بَيْتاً وَإِنَّ أَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ، إِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ مِنْ شَيْءٍ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ، وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ وَمَا يَعْقِلُهَا إِلَّا الْعَالِمُوْنَ ﴾ [2]۔

---

(۱) دیکھئے: أمثال القرآن از ابن قیم، ص: ۴۷، والتفسیر القیم از ابن قیم، ص: ۳۶۸، وتفسیر بغوي، ۳/ ۲۹۸، وتفسیر ابن کثیر، ۳/ ۲۳۶، وفتح القدیر از شوکانی، ۳/ ۴۷۰، وتفسیر سعدی، ۵/ ۳۲۶۔

(۲) سورۃ العنکبوت: ۴۱ تا ۴۳۔

جن لوگوں نے اللہ کے سوا اور کارساز مقرر کر رکھے ہیں ان کی مثال مکڑی کی سی ہے کہ وہ بھی ایک گھر بنا لیتی ہے، حالانکہ تمام گھروں سے کمزور اور بودا گھر مکڑی کا گھر ہی ہے کاش وہ جانتے، اللہ تعالیٰ ان تمام چیزوں کو جانتا ہے جنھیں وہ اس کے سوا پکار رہے ہیں اور وہ غالب حکمت والا ہے، ہم ان مثالوں کو لوگوں کے لئے بیان فرما رہے ہیں، انہیں صرف علم والے ہی سمجھتے ہیں۔

یہ ایک مثال ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اس شخص کے لئے بیان فرمایا ہے جو اللہ کے ساتھ غیر اللہ کی عبادت کرتا ہے اور اس کے ذریعہ عزت، قوت اور نفع کا خواہاں ہوتا ہے، تو اللہ تعالیٰ نے وضاحت فرمائی کہ یہ لوگ ضعیف اور کمزور ہیں، اور جن لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر انہیں کارساز بنا لیا ہے وہ ان سے بھی کمزور ہیں اور ان کی مثال اپنی کمزوری اور کارساز بنانے سے جو ان کا مقصد ہے اس میں اس مکڑی کی سی ہے جو سب سے کمزور جانور ہے، جو ایک گھر بنا لیتی ہے جو سب سے کمزور گھر ہوتا ہے، چنانچہ اس کے گھر بنا لینے سے اس کی کمزوری میں اضافہ ہی ہوتا ہے، اسی طرح جس نے اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کو کارساز بنا لیا وہ ضعیف اور کمزور ہیں اور انہیں کارساز بنانے سے ان کی کمزوری

اور بے بسی میں اضافہ ہی ہوگا[1]۔

۳- ان بلیغ ترین مثالوں میں جن سے اس بات کی وضاحت ہوتی ہے کہ مشرک کی چادر تار تار ہوتی ہے اور وہ اپنے معاملے میں حیران وششدر رہتا ہے، اللہ تعالیٰ کا درج ذیل فرمان ہے:

﴿ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلاً رَّجُلاً فِيْهِ شُرَكَاءُ مُتَشَاكِسُوْنَ وَرَجُلاً سَلَماً لِرَجُلٍ هَلْ يَسْتَوِيَانِ مَثَلاً اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾[2]۔

اللہ تعالیٰ مثال بیان فرما رہا ہے کہ ایک وہ شخص جس میں باہم ضد رکھنے والے شریک ہیں اور دوسرا وہ شخص جو صرف ایک ہی کا (غلام) ہے، کیا یہ دونوں صفت میں یکساں ہیں، اللہ تعالیٰ ہی کے لئے سب تعریف ہے لیکن ان میں سے اکثر لوگ نہیں جانتے۔

یہ ایک مثال ہے جسے اللہ تعالیٰ نے مشرک اور موحد کے لئے بیان فرمائی ہے، چنانچہ مشرک چونکہ مختلف معبودوں کی پرستش کرتا ہے اس لئے اس کی تشبیہ

---

(۱) دیکھئے: تفسیر بغوی، ۳/ ۴۶۸، وأمثال القرآن از ابن قیم، ص: ۲۱، وفتح القدیر از شوکانی، ۴/ ۲۰۴۔

(۲) سورۃ الزمر: ۲۹۔

اس غلام سے دی گئی ہے جو آپس میں جھگڑنے اور اختلاف کرنے والی ایک جماعت کی ملکیت میں ہو، جو بداخلاق اور اس سے خدمت لینے کے اس قدر حریص ہوں کہ ان تمام لوگوں کو راضی کرنا اس کے لئے ممکن نہ ہو، اور اس طور پر وہ ایک طرح کے عذاب اور کڑھن میں ہو۔

اور موحد چونکہ صرف اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کرتا ہے اس لئے اس کی مثال اس غلام کی سی ہے جو صرف ایک آقا کی ملکیت میں ہو، وہ صرف اسی کا ہو، اسے اس کے مقاصد کا علم ہو اور وہ اسے راضی کرنے کا گر سمجھتا ہو، تو ایسا غلام شریکوں کے باہمی کشاکش اور اختلاف سے امن وسکون میں ہوتا ہے، بلکہ وہ خالص اپنے آقا کا ہوتا ہے جس میں کسی کا کوئی تنازعہ نہیں، ساتھ ہی اس کا مالک اس کے ساتھ رحم وکرم، شفقت اور حسن اخلاق سے پیش آتا ہے اور اس کی مصلحتوں کا خیال رکھتا ہے، تو کیا یہ دونوں غلام برابر ہو سکتے ہیں؟؟ جواب یہ ہے کہ نہیں ہرگز نہیں، دونوں کبھی برابر نہیں ہو سکتے!!![1]۔

(۱) دیکھئے: تفسیر بغوی، ۴/ ۷۸، وتفسیر ابن کثیر، ۴/۵۲، والتفسیر القیم از ابن قیم، ص: ۴۲۳، وفتح القدیر از امام شوکانی، ۴/۴۶۲، وتفسیر سعدی، ۶/ ۴۶۸، وتفسیر ابوبکر الجزائری، ۴/۴۳۔

مبحث چہارم: کمال مطلق صرف اللہ کے لئے ہے

جب ہمیں معبودان باطلہ کے صفات کا علم ہو گیا اور یہ کہ وہ اپنی ذات یا دوسروں کے نفع ونقصان کے کچھ بھی مالک نہیں تو معلوم ہوا کہ وہ عبادت کے مستحق نہیں ہو سکتے، لہٰذا تنہا عبادت کا مستحق صرف وہی ہو سکتا ہے جو ہر چیز پر قادر اور ہر چیز کا احاطہ کئے ہے، مکمل سلطنت وغلبہ اور ہر چیز کی نگہبانی کا مالک ہے، ہر چیز کا جسے علم ہے، اور دنیا وآخرت اور نفع وضرر کا جو مالک ہے، دینا اور نہ دینا جس کے ہاتھ میں ہے، جس کی یہ شان ہے کہ وہ اس لائق ہے کہ یاد رکھا جائے کبھی بھلایا نہ جائے، اور شکر کیا جائے کبھی ناشکری نہ کی جائے، اور اطاعت کی جائے کبھی نافرمانی نہ کی جائے، اور اس کے ساتھ کسی غیر کو شریک نہ کیا جائے[1]۔

اور کمال مطلق کے اوصاف صرف اور صرف اللہ عز وجل کے لئے ہیں جن

(۱) دیکھئے: تفسیر بغوی، ۱/ ۲۳۷، ۳/ ۱۷، ۲/ ۸۸، ۳۷۲، وتفسیر ابن کثیر، ۱/ ۳۰۹، ۲/ ۵۷۲، ۳/ ۴۲، ۲/ ۱۲۷، ۴۳۵، ۵۷۰، ۱/ ۳۴۴، ۲/ ۱۳۸، وتفسیر سعدی، ۱/ ۳۱۳، ۷/ ۶۸۶، ۲/ ۳۸۱، ۳/ ۳۹۷، ۴/ ۲۰۴، ۶/ ۳۶۴، ۱/ ۳۵۶، ۲/ ۳۷۲، وأضواء البیان، ۲/ ۱۸۷، ۳/ ۱۷۱۔

کا کوئی احاطہ نہیں کر سکتا، چند اوصاف کمال درج ذیل ہیں:

۱- الوہیت میں منفرد:

عبادت کی مستحق تنہا اللہ وحدہ لاشریک کی ذات ہے جو زندہ ہے جسے کبھی موت نہیں آئے گی، جو قیوم ہے، بذات خود قائم ہے اور تمام مخلوقات سے بے نیاز ہے اور مخلوق ہر ہر چیز میں اس کی محتاج ہے، اللہ تعالیٰ کی کمال زندگی اور کمال قیومیت کی ایک دلیل یہ ہے کہ اسے نہ تو اونگھ آتی ہے اور نہ ہی نیند آتی ہے اور آسمانوں اور زمین کی تمام مخلوقات اس کے بندے ہیں اور اس کے قہر اور بادشاہت کے ماتحت ہیں، ارشاد باری ہے:

﴿إِنْ كُلُّ مَنْ فِيْ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ إِلَّا آتِيْ الرَّحْمٰنِ عَبْداً، لَقَدْ أَحْصَاهُمْ وَعَدَّهُمْ عَداً﴾(۱)۔

آسمانوں اور زمین میں جو بھی ہیں وہ سب کے سب اللہ کے غلام ہی بن کر آنے والے ہیں، ان سب کو اس نے گھیر رکھا ہے اور سب کو پوری طرح گن بھی رکھا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کی کمال بادشاہت اور عظمت وکبریائی کی ایک دلیل یہ ہے کہ

(۱) سورۂ مریم: ۹۳، ۹۴۔

اس کے پاس اس کی اجازت کے بغیر کوئی سفارش نہیں کر سکتا، چنانچہ تمام اہل وجاہت اور سفارشی اللہ کے غلام اور بندے ہیں، وہ اللہ کی اجازت کے بغیر کسی کی سفارش نہیں کر سکتے' اور اللہ کی اجازت اسی کے لئے ہوگی جس سے وہ راضی ہوگا، اور اللہ تعالیٰ کا علم تمام کائنات کو محیط ہے، اس کے علم کے ادنیٰ حصہ پر کوئی مطلع نہیں ہو سکتا سوائے اس کے جس کی اس نے ان کو اطلاع دیدی ہے، اور اس کی عظمت کی ایک دلیل یہ ہے کہ اس کی کرسی تمام آسمانوں اور زمین کو وسیع ہے، اور اللہ تعالیٰ آسمان وزمین اور ان کے درمیان کی مخلوقات کی حفاظت کئے ہوئے ہے، اور ان دونوں کی حفاظت اس کے لئے دشوار نہیں، بلکہ انتہائی سہل اور نہایت آسان ہے، وہ ہر چیز پر غالب اور اپنی ذات سے اپنی تمام مخلوقات پر بلند ہے، اور اپنی عظمت وصفات سے عالی وبرتر ہے، وہ بلند ہے جو تمام مخلوقات پر غالب ہے اور تمام موجودات اس کے تابع ہیں، وہ عظیم، عظمت وکبریائی کی صفات کا جامع ہے، ان عظیم صفات کی دلیل اللہ تعالیٰ کا درج ذیل فرمان ہے:

﴿اللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ لَا تَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ لَّهُ مَا فِيْ السَّمَاوَاتِ وَمَا فِيْ الْأَرْضِ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهُ

إِلَّا بِإِذْنِهِ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَلَا يَئُودُهُ حِفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ﴾(۱)۔

اللہ تعالیٰ ہی معبود برحق ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں جو زندہ اور سب کا تھامنے والا ہے، جسے نہ اونگھ آتی ہے نہ نیند، اس کی ملکیت میں زمین اور آسمان کی تمام چیزیں ہیں۔ کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اس کے سامنے سفارش کر سکے، وہ جانتا ہے جو ان کے سامنے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے اور وہ اس کے علم میں سے کسی چیز کا احاطہ نہیں کر سکتے مگر جتنا وہ چاہے، اس کی کرسی کی وسعت نے زمین وآسمان کو گھیر رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ ان کی حفاظت سے نہ تھکتا اور نہ اکتاتا ہے، وہ بہت بلند اور بہت بڑا ہے۔

۲- وہ ایسا معبود ہے جس کی بادشاہت کے سامنے ہر چیز جھکی ہوئی ہے، ساری مخلوقات خواہ وہ جمادات ہوں، حیوانات ہوں، انسان ہوں، جن ہوں، فرشتے ہوں اسی کے تابع فرمان ہیں، ارشاد باری ہے:

(۱) سورۃ البقرۃ:۲۵۵۔

﴿وَلَهُ أَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ طَوْعاً وَّكَرْهاً وَإِلَيْهِ يُرْجَعُونَ﴾(۱)۔

تمام آسمانوں والے اور زمین والے اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار اور تابع فرمان ہیں، خوشی سے ہوں یا ناخوشی سے، اور سب اسی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔

۳- وہ ایسا معبود ہے جس کے ہاتھ میں نفع ونقصان کا اختیار ہے، چنانچہ اگر ساری مخلوق کسی ایک مخلوق کو نفع پہنچانے پر متفق ہو جائے تو اسے اتنا ہی نفع پہنچا سکتی ہے جتنا اس کے نصیب میں اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے، اور اگر ساری مخلوق کسی مخلوق کو کچھ نقصان پہنچانے پر متفق ہو جائے اور اللہ نہ چاہے تو اسے کچھ بھی نقصان نہیں پہنچا سکتی، ارشاد باری ہے:

﴿وَإِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ وَإِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَادَّ لِفَضْلِهِ يُصِيبُ بِهِ مَنْ يَّشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَهُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ﴾(۲)۔

(۱) سورۃ آل عمران:۸۳۔

(۲) سورۃ یونس:۱۰۷۔

اور اگر اللہ تم کو کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا اور کوئی اسے دور کرنے والا نہیں، اور اگر وہ تم کو کوئی خیر پہنچانا چاہے تو اس کے فضل کا کوئی ہٹانے والا نہیں، وہ اپنا فضل اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے نچھاور کردے اور وہ بڑی مغفرت بڑی رحمت والا ہے۔

۴- **اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز پر قادر ہے،** اسے کوئی چیز عاجز نہیں کرسکتی، ارشاد باری ہے:

﴿إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئاً أَنْ يَقُوْلَ لَهُ كُنْ فَيَكُوْنُ﴾[1]۔

وہ جب کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو صرف اسے اتنا کہہ دینا کافی ہوتا ہے کہ 'ہوجا' تو وہ چیز ہوجاتی ہے۔

۵- **اس کے علم کا احاطہ تمام امور غیب کو شامل ہے،** اسے اس چیز کا علم ہے جو ہو چکا ہے اور جو ہوگا، اور جو نہیں ہوا اگر ہوتا تو کیسا ہوتا[2]، اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يَخْفَىٰ عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي

(۱) سورۃ یس: ۸۲۔

(۲) دیکھئے: تفسیر ابن کثیر ۱/۳۴۴، ۲/ ۱۳۸، تفسیر سعدی ۲/ ۳۵۶، ۲/ ۳۷۲۔

السَّمَاءِ﴾[1]۔

یقیناً اللہ تعالیٰ سے زمین و آسمان کی کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔

نیز ارشاد ہے:

﴿وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ وَلَا أَصْغَرَ مِنْ ذَلِكَ وَلَا أَكْبَرَ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِيْنٍ﴾[2]۔

اور آپ کے رب سے کوئی چیز ذرہ برابر بھی غائب نہیں، نہ زمین میں اور نہ آسمان میں، اور نہ کوئی چیز اس سے چھوٹی اور نہ کوئی چیز بڑی مگر یہ سب کتاب مبین میں ہے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ، وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ إِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِي ظُلُمَاتِ الْأَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ إِلَّا فِي كِتَابٍ

(۱) سورۃ آل عمران: ۵۔

(۲) سورۃ یونس: ۶۱۔

مُبِيْنٍ﴾(۱)۔

اور اللہ تعالیٰ ہی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں انہیں اللہ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا، اور وہ تمام چیزوں کو جانتا ہے جو کچھ خشکی میں ہیں اور جو کچھ دریاؤں میں ہیں، اور کوئی پتہ نہیں گرتا مگر وہ اس کو بھی جانتا ہے، اور کوئی دانہ زمین کے تاریک حصوں میں نہیں پڑتا اور نہ کوئی تر اور نہ کوئی خشک چیز گرتی ہے مگر یہ سب کتاب مبین میں ہیں۔

نیز ارشاد ہے:

﴿إِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾(۲)۔

بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ جو شخص ان صفات اور ان کے علاوہ کمال وعظمت کے دیگر اوصاف کو جانے گا وہ صرف اللہ واحد کی عبادت کرے گا، کیونکہ وہی عبادت کا مستحق اور برحق معبود ہے۔

(۱) سورۃ الانعام:۵۹۔

(۲) سورۃ الانفال:۷۵۔

مبحث پنجم: مثبت ومنفی شفاعت

شفاعت کا لغوی مفہوم:

کہا جاتا ہے:"شفع الشیء" یعنی کسی چیز میں ایک چیز اور ملا کر طاق کو جفت بنادیا(۱)۔

اصطلاحی مفہوم:

کسی کو نفع پہنچانے یا اس سے نقصان دفع کرنے کے لئے واسطہ بننا (شفاعت کہلاتا ہے)(۲)۔

جو شخص غیر اللہ سے تعلق قائم کرتا ہے اور اس کی شفاعت کا طالب ہوتا ہے اسے دعوت دینے میں قولی حکمت یہ ہے کہ اسے یہ سمجھایا جائے کہ شفاعت صرف تنہا اللہ کی ملکیت ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيْعاً لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ

(۱) دیکھئے: القاموس المحیط، باب عین، فصل شین، ص:۹۴۷، والنهاية في غريب الحديث، ۲/ ۴۸۵، والمعجم الوسیط، ۱/ ۴۸۷۔

(۲) دیکھئے: شرح لمعۃ الاعتقاد از شیخ محمد بن صالح العثیمین، ص:۸۰۔

ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾ [1]۔

کہہ دیجئے کہ تمام شفاعتوں کا مختار (مالک) اللہ تعالیٰ ہی ہے، تمام آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اسی کے لئے ہے، پھر تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

غیر اللہ سے شفاعت طلب کرنے والے کی درج ذیل اقوال حکمت سے تردید کی جاسکتی ہے:

اولاً: مخلوق خالق کی طرح نہیں ہے، چنانچہ جو شخص یہ کہتا ہے کہ انبیاء، صالحین، فرشتے اور ان کے علاوہ دیگر مخلوقات کی اللہ کے یہاں بڑی وجاہت ہے اور ان کا بڑا اونچا مقام ہے لہٰذا یہ اللہ کے یہاں ہماری سفارش کریں گے جیسا کہ شاہان وسلاطین تک پہنچنے کے لئے اہل وجاہت اور وزراء کی قربت حاصل کی جاتی ہے تاکہ انہیں اپنی ضرورتوں کی تکمیل کے لئے ذریعہ اور واسطہ بنایا جاسکے، تو یہ بات انتہائی باطل اور لغو ہے کیونکہ ایسا کہہ کر اس نے اللہ عظیم وبرتر شہنشاہ کو دنیا کے فقیر بادشاہوں کے مشابہ قرار دیا، جو اپنی بادشاہت کی تکمیل اور اپنی طاقت وقوت کی تنفیذ کے لئے وزراء اور اہل وجاہت کے محتاج

---

(۱) سورۃ الزمر:۴۴۔

ہوتے ہیں، کیونکہ بادشاہوں اور عام لوگوں کے درمیان جو واسطے ہوتے ہیں وہ مندرجہ ذیل تین وجوہات میں سے کسی ایک وجہ کی بنیاد پر ہوا کرتے ہیں:-

۱- بادشاہوں کو لوگوں کے حالات سے آگاہ کرنے کے لئے جن کا انہیں علم نہیں ہوتا۔

۲- چونکہ بادشاہ اپنی رعایا کی تدبیر سے عاجز ہوتا ہے لہٰذا اس کے لئے مددگاروں اور درباریوں کا ہونا ضروری ہوتا ہے۔

۳- بادشاہ اپنی رعایا کو نفع پہنچانا یا ان کے ساتھ احسان کرنا نہیں چاہتا، تو جب انہیں ایسا کوئی شخص ملتا ہے جو بادشاہ کو وعظ ونصیحت کرے، تو اپنی رعایا کی ضرورتوں کی تکمیل کے لئے بادشاہ کی ہمت اور اس کا ارادہ حرکت کرتا ہے۔

لیکن اللہ عزوجل اپنی کمزور مخلوق کی طرح نہیں ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں، وہ اپنے علاوہ ہر چیز سے بے نیاز ہے، اور اپنے بندوں پر ایک ماں کے اپنے بچے پر رحم کرنے سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے، اور یہ بات معلوم ہے کہ دنیوی بادشاہوں کے پاس سفارش کرنے والے کی کبھی تو مستقل ملکیت ہوتی ہے اور کبھی وہ ان کا ساجھی وشریک ہوتا ہے اور کبھی ان کا معاون ومددگار، چنانچہ دنیا کے بادشاہ مندرجہ ذیل تین وجوہ میں سے کسی ایک وجہ سے ان کی

سفارش قبول کرتے ہیں:

الف: کبھی تو انہیں خود اس سفارشی کی ضرورت ہوتی ہے۔

ب: کبھی انہیں اس کا خوف ہوتا ہے۔

ج: اور کبھی انہیں اپنے ساتھ کئے ہوئے اس کے احسان کا اسے بدلہ دینا ہوتا ہے۔

چنانچہ بندوں سفارشیں کی ایک دوسرے کے لئے اسی قبیل سے ہیں، جو بھی کسی کی سفارش قبول کرتا ہے وہ یا تو کسی چاہت کی وجہ سے قبول کرتا ہے، یا کسی چیز کے ڈر سے، اور اللہ عزوجل کی شان یہ ہے کہ وہ نہ کسی سے کسی چیز کی امید کرتا ہے نہ کسی سے ڈرتا ہے، اور نہ ہی کسی چیز کا محتاج اور ضرورت مند ہے (۱)۔

اور اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے علاوہ کے ساتھ تمام قسم کے تعلقات کی جڑ کاٹ کر رکھ دی ہے اور اس کا بطلان واضح طور پر بیان کر دیا ہے، ارشاد ہے:

﴿قُلِ ادْعُوْا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِيْ السَّمَاوَاتِ وَلَا فِيْ الْأَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّمَا لَهُ مِنْهُمْ مِنْ ظَهِيْرٍ، وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهُ إِلَّا

(۱) دیکھئے: فتاویٰ ابن تیمیہ ۱/۱۲۶ تا ۱۲۹۔

لِمَنْ أَذِنَ لَهُ﴾ (۱)۔

کہہ دیجئے کہ اللہ کے سوا جن جن کا تمہیں گمان ہے سب کو پکار لو، نہ ان میں سے کسی کو آسمانوں اور زمین میں سے ایک ذرہ کا اختیار ہے، نہ ان کا ان میں کوئی حصہ ہے، نہ ان میں سے کوئی اللہ کا مددگار ہے، سفارش بھی اس کے پاس کچھ نفع نہیں دیتی سوائے ان کے جن کے لئے اجازت ہو جائے۔

اس آیت کریمہ نے مشرکین کے لئے شرک تک پہنچنے کے تمام راستوں کو بڑی اچھی طرح اور مضبوطی سے بند کر دیا ہے، کیونکہ عبادت کرنے والا معبود سے تعلق محض اس لئے قائم کرتا ہے کہ اسے اس سے نفع کی امید ہوتی ہے، اور ایسی صورت میں یہ ضروری ہے کہ معبود اُن اسباب کا مالک ہو جن سے عابد فائدہ اٹھا سکے، یا ان اسباب کے مالک کا شریک، یا مددگار، یا وزیر، یا اس کا معاون ہو، یا صاحب جاہ ومنزلت ہوتا کہ اس کے پاس سفارش کر سکے، اور جب ان چاروں چیزوں کی نفی ہوگئی تو شرک کے اسباب وذرائع بھی ختم ہو گئے (۲)۔

(۱) سورۃ سبأ: ۲۲، ۲۳۔

(۲) دیکھئے: التفسیر القیم، از ابن قیم ص ۴۰۸۔

ثانیاً: شفاعت کی دو قسمیں ہیں: مثبت ومنفی

۱- **مثبت شفاعت:** یہ وہ شفاعت ہے جو صرف اللہ عزوجل سے طلب کی جائے، اور اس کی دو شرطیں ہیں:

پہلی شرط: سفارشی کو اللہ کی جانب سے سفارش کرنے کی اجازت ہو، ارشاد باری ہے:

﴿مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ﴾ (۱)۔

کون ہے جو اس کے پاس اس کی اجازت کے بغیر سفارش کر سکے۔

دوسری شرط: سفارشی سے اور جس کے لئے سفارش کی جا رہی ہے اس سے اللہ کی رضامندی، ارشاد باری ہے:

﴿وَلَا يَشْفَعُوْنَ إِلَّا لِمَنِ ارْتَضَىٰ﴾ (۲)۔

اور وہ سفارش نہیں کر سکتے سوائے اس کے لئے جس سے اللہ راضی ہو جائے۔

نیز ارشاد ہے:

(۱) سورۃ البقرۃ:۲۵۵۔

(۲) سورۃ الانبیاء:۲۸۔

﴿يَوْمَئِذٍ لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَ رَضِيَ لَهُ قَوْلًا﴾ (۱)۔

اس دن سفارش کچھ کام نہ آئے گی مگر جسے رحمٰن اجازت دیدے اور اس کی بات سے راضی ہو جائے۔

۲- **منفی شفاعت:** یہ وہ شفاعت ہے جو غیر اللہ سے ایسی چیزوں میں طلب کی جائے جس پر صرف اللہ قادر ہے، نیز اللہ کی اجازت اور رضامندی کے بغیر شفاعت، نیز کافروں کے لئے شفاعت (بھی اسی قبیل سے ہے) ارشاد ہے:

﴿فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِيْنَ﴾ (۲)۔

سفارشیوں کی سفارش انہیں کوئی فائدہ نہ پہنچائے گی۔

البتہ اس سے نبی کریم ﷺ کی وہ سفارش مستثنیٰ ہے جو آپ ابوطالب کے عذاب میں تخفیف کے لئے فرمائیں گے (۳)۔

(۱) سورۃ طٰہ:۱۰۹۔

(۲) سورۃ المدثر:۴۸۔

(۳) دیکھئے: بخاری مع فتح الباری، مناقب الأنصار، باب قصة أبي طالب، ۷/۱۹۳، وصحیح مسلم، کتاب الایمان، باب أهون أهل النار عذاباً، ۱/۱۹۵، حدیث (۲۱۱)۔

ثالثاً: غیر اللہ سے شفاعت طلب کرنے والے کے خلاف نص اور اجماع سے دلیل قائم کرنا، چنانچہ نہ تو نبی کریم ﷺ نے اور نہ آپ سے پہلے کے انبیاء نے لوگوں کے لئے یہ مشروع کیا کہ وہ فرشتوں، یا انبیاء، یا صالحین کو پکاریں اور ان سے سفارش طلب کریں، اور نہ صحابۂ کرام اور ان کے سچے تابعین رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے ایسا کیا، اور نہ مسلمانوں کے اماموں میں سے کسی نے اسے پسند کیا، نہ ائمۂ اربعہ نے، نہ ہی ان کے علاوہ کسی امام نے، نہ کسی ایسے مجتہد نے جس کے قول پر دین میں اعتماد کیا جاتا ہو، نہ کسی ایسے شخص نے جس کی بات کا اجماع کے مسائل میں اعتبار ہو، تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے ہی لائق ہیں[1]۔

---

(۱) دیکھئے: فتاوی ابن تیمیہ، ۱/۱۱۲، ۱۵۸، ۱۴/۳۹۹-۴۱۴، ۱/۱۰۸-۱۶۵، ۱۴/۳۸۰، ۴۰۹، ۱/۱۶۰-۱۶۶، ۱۹۵، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۴۱، ودرء تعارض العقل والنقل از ابن تیمیہ، ۵/۱۴۷، واضواء البیان، ۱/۱۳۷۔

مبحث ششم:

دنیا کی تمام نعمتیں اللہ ہی نے اپنے بندوں کو عطا کی ہیں

مشرکین کو اللہ کی طرف دعوت دینے میں حکمت کا تقاضہ یہ ہے کہ ان کی نگاہوں اور دلوں کو اللہ کی ظاہری و باطنی، اور دینی و دنیوی عظیم نعمتوں کی طرف پھیرا جائے، کیونکہ اللہ عزوجل نے اپنے بندوں پر تمام نعمتیں نچھاور کر دی ہیں، ارشاد ہے:

﴿وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ﴾[1]۔

اور تم پر جو بھی نعمتیں ہیں سب اللہ کی دی ہوئی ہیں۔

اور یہ دنیا اور دنیا کی ساری مخلوقات اللہ نے انسان کے لئے مسخر کی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ان نعمتوں کو بیان فرمایا ہے اور ان کے ذریعہ بندوں پر اپنا احسان جتلایا ہے، اور یہ کہ وہی تنہا عبادت کا مستحق ہے، اللہ نے جن نعمتوں کے ذریعہ بندوں پر احسان جتلایا ہے وہ درج ذیل ہیں:

---

(۱) سورۃ النحل: ۵۳۔

اولاً: اجمالی طور پر:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيْعاً﴾[1]۔

وہ اللہ کی ذات ہے جس نے تمہارے لئے زمین کی ساری چیزیں پیدا فرمائیں۔

نیز ارشاد ہے:

﴿أَلَمْ تَرَوْا أَنَّ اللّٰـهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَأَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهُ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً﴾[2]۔

کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کی ہر چیز کو تمہارے لئے مسخر کر دیا ہے، اور تمہیں اپنی ظاہری و باطنی نعمتیں بھرپور دے رکھی ہیں۔

نیز ارشاد ہے:

﴿وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيْعاً مِّنْهُ

(۱) سورۃ البقرۃ:۲۹

(۲) سورۃ لقمان:۲۰۔

إِنَّ فِيْ ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ﴾[1]۔

اور آسمان وزمین کی ہر ہر چیز کو اس نے اپنی طرف سے تمہارے تابع کر دیا ہے، یقیناً اس میں غور وفکر کرنے والوں کے لئے بہت سی نشانیاں ہیں۔

یہ احسان تمام ظاہری و باطنی، حسی ومعنوی نعمتوں کو شامل ہے، چنانچہ آسمانوں اور زمین کی تمام چیزیں اس انسان کے لئے مسخر کر دی گئی ہیں، اور یہ آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان کی تمام مخلوقات سورج، چاند، ستارے وسیارے، پہاڑ، سمندر، نہریں، ہر قسم کے حیوانات، درختوں اور پھلوں، معادن اور ان کے علاوہ بنی آدم کے مصالح کو اور عبرت، فائدہ، اور لطف اندوزی کی ضرورتوں کے مصالح کو شامل ہے۔

یہ ساری چیزیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ تنہا اللہ تعالیٰ کی ذات ہی وہ معبود ہے جس کے علاوہ کسی کے لئے عبادت، ذلت وانکساری، ورحقیقی محبت لائق وسزاوار نہیں، اور یہ اللہ عز وجل کے حق ہونے اور اس کے علاوہ جن کی عبادت کی جاتی ہے ان کے باطل ہونے کے وہ عقلی دلائل ہیں جن میں شک

(۱) سورۃ الجاثیہ:۱۳۔

وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں[1]۔

ارشاد ہے:

﴿ ذَلِكَ بِأَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَأَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ هُوَ الْبَاطِلُ وَأَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ﴾[2]۔

یہ سب اس لئے کہ اللہ ہی حق ہے، اور اس کے سوا جسے بھی یہ پکارتے ہیں وہ باطل ہے، اور بے شک اللہ ہی بلندی والا کبریائی والا ہے۔

ثانیاً: تفصیلی طور پر:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَأَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجَ بِهِ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقاً لَّكُمْ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِيَ فِي الْبَحْرِ بِأَمْرِهِ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْأَنْهَارَ، وَسَخَّرَ لَكُمُ

(۱) دیکھئے: تفسیر بغوی، ۱/۵۹، ۳/۲۷، وتفسیر ابن کثیر، ۳/۴۵۱، ۴/۱۴۹، وتفسیر شوکانی، ۱/۶۰، ۴/۴۲۰، وتفسیر سعدی، ۱/۶۹، ۶/۱۶۱، ۷/۲۱، وفی ظلال القرآن ۱/۵۳، ۵/۲۷۹۲ وأضواء البیان، از علامہ شنقیطی، ۳/۲۲۵-۲۵۳۔

(۲) سورۃ الحج: ۶۲، نیز دیکھئے: سورۃ لقمان: ۳۰۔

الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَائِبَيْنِ وَسَخَّرَ لَكُمُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ، وَ آتَاكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَأَلْتُمُوْهُ وَإِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا إِنَّ الإِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ﴾[1]۔

اللہ عز وجل وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے، اور آسمانوں سے بارش برسا کر اس کے ذریعہ سے تمہاری روزی کے لئے پھل نکالے ہیں، اور کشتیوں کو تمہارے بس میں کر دیا ہے کہ دریاؤں میں اس کے حکم سے چلیں پھریں، اور اس نے ندیاں اور نہریں تمہارے بس میں کر دی ہیں، اسی نے تمہارے لئے سورج اور چاند کو مسخر کر دیا ہے کہ برابر ہی چل رہے ہیں، اور رات و دن کو بھی تمہارے لئے مسخر کر دیا ہے، اسی نے تمہیں تمہاری منہ مانگی ہوئی کل چیزوں میں سے دے رکھا ہے، اگر تم اللہ کی نعمتوں کا شمار کرنا چاہو تو ان کا شمار نہیں کر سکتے، یقیناً انسان بڑا ظالم ناشکرا ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ نے بے شمار نعمتوں کا تذکرہ کرنے کے بعد فرمایا:

﴿وَهُوَ الَّذِيْ سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَأْكُلُوْا مِنْهُ لَحماً طَرِيّاً

(۱) سورۃ ابراہیم: ۳۲ تا ۳۴۔

وَّتَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا وَتَرَى الْفُلْکَ مَوَاخِرَ فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ، وَأَلْقٰى فِي الْأَرْضِ رَوَاسِيَ أَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَأَنْهَاراً وَّسُبُلاً لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ، وَعَلٰمٰتٍ وَّبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ، أَفَمَنْ يَّخْلُقُ كَمَنْ لَّا يَخْلُقُ أَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ، وَإِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَاتُحْصُوْهَا إِنَّ اللّٰهَ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾[1]۔

اور وہی وہ ذات ہے جس نے سمندر کو تمہارے بس میں کر دیا کہ تم اس سے نکلا ہوا تازہ گوشت کھاؤ اور اس میں سے اپنے پہننے کے لئے زیورات نکال سکو، اور تم دیکھتے ہو کہ کشتیاں اس میں پانی کو چیرتی ہوئی چلتی ہیں، اور اس لئے بھی کہ تم اس کا فضل تلاش کرو اور ہوسکتا ہے کہ تم اس کی شکر گذاری بھی کرو، اور اس نے زمین میں پہاڑ گاڑ دیئے ہیں تاکہ تمہیں لے کر ہلے نہ، اور نہریں اور راہیں بنا دیں، تاکہ تم منزل مقصود کو پہنچو، اور بھی بہت سی نشانیاں مقرر فرمائیں، اور ستاروں سے بھی لوگ راہ حاصل کرتے ہیں، تو کیا وہ جو پیدا کرتا ہے اس جیسا ہے جو پیدا نہیں

(۱) سورۃ النحل: ۱۴ تا ۱۸، نیز دیکھئے: آیات ۳ تا ۱۲۔

کرسکتا؟ کیا تم بالکل نہیں سوچتے، اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کا شمار کرنا چاہو، تو تم ان کا شمار نہیں کرسکتے، بے شک اللہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔

کیا وہ ذات جس نے ان نعمتوں اور ان عجیب مخلوقات کو پیدا کیا ہے اس جیسی ہوسکتی ہے جو ان میں سے کچھ بھی پیدا نہیں کرسکتی؟؟۔

یہ بات قطعی طور پر معلوم ہے کہ بندوں میں سے کوئی فرد بھی اپنے کسی عضو یا کسی حاسہ کی بناوٹ وتخلیق کی نعمت کو شمار کرنے کی طاقت نہیں رکھتا، چہ جائے کہ اپنے جسم کی ساری نعمتوں اور ہر وقت وہر لمحہ عطا ہونے والی مختلف انواع واقسام کی نعمتوں کا شمار کرسکے؟[1]۔

کسی عقلمند کے لئے اس کے بعد اس کے علاوہ کوئی چارۂ کار نہیں کہ وہ صرف اس اللہ کی عبادت کرے جس نے اپنے بندوں پر یہ نعمتیں نچھاور کی ہیں، اور اس کے ساتھ کسی بھی چیز کو شریک نہ کرے؛ کیونکہ وہی تنہا عبادت کا مستحق ہے، اس کی ذات پاک ہے۔ واللہ اعلم

وصلى الله وسلم و بارك على عبده ورسوله محمد بن عبد الله

وعلى آله وأصحابه ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين.

(۱) دیکھئے: فتح القدیر ۳/۱۵۴، ۳/۱۱۰، وأضواء البیان، ۳/۲۵۳۔

فہرست مضامین